

عراق سیریز

ہنگامہ
ریکوارڈ



عظیم گلبرگ
ایم ای

چند باتیں

محترم قارئین! میری ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ ایسی کہانیاں پیش کروں جو اپنے پلاٹ، کردار اور انداز کے لحاظ سے پہلے سے منفرد اور انوکھی ہوں۔ جیسے جیسے زمانہ ترقی کرتا جا رہا ہے۔ مجرم بھی اپنے انداز اور طریقوں میں جدت اپناتے جا رہے ہیں۔ اب ایسی مجرم تنظیمیں وجود میں آچکی ہیں جو پوری دنیا کو اپنی شکار گاہ سمجھتی ہیں۔ ان کے کام کرنے کے انداز ایسے انوکھے ہیں کہ پولیس انٹیلی جنس اور سیکرٹ سروسز اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہ جاتی ہیں اور مجرم اپنا مشن مکمل کر کے چلے بھی جاتے ہیں۔ موجودہ کہانی بھی ایک ایسی ہی بین الاقوامی مجرموں کی کہانی ہے۔ جن کے کام کرنے کا انداز یکسر منفرد اور نیا ہے۔ عمران اور سیکرٹ سروس ان کے مقابلے میں بظاہر طفل مکتب دکھائی دیتے ہیں۔ اور ان کی آنکھوں کے سامنے ملک خوف ناک ترین بحران سے دوچار کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ سوائے ادھر ادھر ہاتھ پیر مارنے کے کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن ہر فرعون نے راموسی کی طرح ان خوف ناک مجرموں کے راستے کاٹنے والے بھی موجود ہیں۔ اور جب عمران کی ریڈی میڈ کھوپڑی حرکت میں آجائے تو خوف ناک بین الاقوامی مجرم تنظیمیں بھڑوں کے گلے میں تبدیل ہو کر رہ جاتی ہیں۔ بہر حال عمران کی بے مثال ذہانت اور مجرموں کی عیاری کے درمیان دل کھول کر

مقابلہ ہوا۔ ایسا مقابلہ کہ عمران کی کھوپڑی لٹو کی طرح گھومتی رہ گئی۔
مگر مجرموں کے خوف ناک حربے سرکس کے شجروں کی طرح صرف
شجروں ہی رہ گئے۔ بے اثر اور بے نتیجہ۔

یہ کہانی جاسوسی ادب میں ایک منفرد اور علیحدہ ڈگر کی کہانی ہے۔
اور یقین جانیے اس کہانی میں آپ کو ہر وہ چیز مل جائے گی جس کی
ہمیشہ آپ کو خواہش رہی ہے۔ اس میں مزاح کی نیزنگیاں ہیں۔ ایسا
مزاح جو آپ کی حس لطیف کو یقیناً لگا دے گا۔ جب عمران یونیورسٹی
میں داخلہ لے لے تو ظاہر ہے اس یونیورسٹی کا ماحول تو ہتھیروں میں بدل
ہی جاتا ہے۔

لیکن اس کہانی میں مزاح کے ساتھ ساتھ ایسا خوف ناک اور تیز ترین
ایکشن بھی ہے کہ انسان کے اعصاب پٹخ جاتے ہیں۔ اور پھر جگہ جگہ بکھری
ہوئی سفاک موت کی جھلکیوں نے اس کہانی کو ایسی یادگار اور لاشافی بنا دیا
ہے کہ بار بار پڑھنے کے باوجود ایک بار پھر پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔
یہ ایک ایسی بین الاقوامی تنظیم کی کہانی ہے جس کا انداز نہالا اور
منفرد ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر خوف ناک ہے کہ عمران اور سیکرٹ
سروس کے ممبران کے دل بھی خوف سے لرز لرز جاتے ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ منفرد انداز میں لکھی گئی یہ کہانی جاسوسی ادب کی یادگار
کہانیوں میں سر فہرست رہے گی۔

وَالسَّلَامُ

مخلص منظم کلیم ایم اے

عمران نے آجکل بالکل فارغ تھا۔ کافی عرصے سے کوئی کیس سامنے نہ
آیا تھا۔ اس لئے ہوٹلوں میں آوارہ گردی سے لیکر جادوگری کی دکان کھولنے
تک عمران نے ہر قسم کا شغل اپنا کر دیکھ لیا تھا۔ مگر جلد ہی وہ ہر شغل سے اکتا گیا
تھا۔ مجرموں نے تو جیسے ملک میں داخل نہ ہونے کی قسم کھا رکھی تھی۔

عمران بعض اوقات جھنجھلا کر یہ سوچنے لگ جاتا کہ کیوں نہ وہ خود ہی مجرم
بن جائے اور اپنے ہی ملک میں تباہی پھیلا دے اور پھر دیکھے کہ اس کی سیکرٹ
سروس اسے کیسے ڈھونڈتی ہے۔ مگر بعد میں یہ سوچ کر وہ جاتا کہ اس
طرح جو نقصان ہوگا وہ اپنے ہی ملک کا ہوگا اور وہ اپنے ملک کا رتی برابر
نقصان بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے بس ہونٹ کاٹ کر رہ جاتا۔
ایک دن وہ یونی آوارہ گردی کے موڈ میں کار میں سوار یونیورسٹی کی
طرف نکل گیا۔ اور پھر جدید ترین لباس میں نوجوانوں کو چمکتے اور رنگین آنکھوں
میں لٹکھڑاتے اور مسکراتے شباب کو دیکھ کر اس کے ذہن پر سوار بوریٹ کی
گردیدم جھڑ گئی۔ اور اس نے اچانک فیصلہ کر لیا کہ وہ یونیورسٹی میں داخلہ
لے گا۔ بس یہ فیصلہ کرتے ہی اس نے کار تیزی سے وائس چانسلر کے دفتر
کی طرف موڑ دی۔ پارکنگ میں کار روک کر وہ جیسے ہی نیچے اترا۔ ایک کھنڈ

سازنوجوان تیری سے اس کی طرف بڑھا۔
"بیڈا نکل — آپ یہاں کیسے" — نوجوان نے قریب آکر بڑے

سنبیدہ لہجے میں کہا
"اوسو — گریٹنادر آپ — کمال ہے — معجون شباب آورنے
تو آپ کو بالکل جوان بنا دیا ہے" — عمران نے حیرت سے دیدے چھائے
ہوئے کہا

اور اس کے جواب پر ارد گرد سے میٹھا تہقیر بھوٹ پڑے۔ اور بہت
سی نوجوان لڑکیاں اور لڑکے ہنستے ہوئے ان کے قریب آگئے۔
"بھئی بہت خوب — اس کو کہتے ہیں شیلے پوہلا" — ایک لڑکی
نے شوخ لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ لڑکا جس نے عمران کا مذاق اڑانا چاہا تھا جھینپ کر خاموش ہو گیا تھا۔
"آپ کو تو ایسے مذکر قسم کے محاورے نہیں بولنے چاہئیں — آپ کہیں
اسے کہتے ہیں ڈکی پتہ کی" — عمران نے اس لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا۔
اور ایک بار پھر فضا قہقہوں سے گونج اٹھی۔

"بھئی پہلے تعارف ہو جانا چاہیے — ہاں تو دوست — پہلے اپنا
تعارف کرائیں" — ایک نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا تعارف — تو سنے حضرات — دل تھام کر بیکہ دل کو پکڑ کر اور
پکڑیں بھی انتہائی مضبوطی سے — بلکہ بہتر ہے کسی مضبوط رسی سے باندھ لیں
عمران کی زبان جلی بڑھی۔

"کون سی رسی سے — ناکون کی یاد دھاگے کی" — ایک لڑکی نے

بنتے ہوئے کہا۔

"اب تو مجبوری ہے کہ ناکون کی رسی ہی استعمال کرنی پڑے گی کیونکہ آپ
نے زلفیں کٹوائی ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے دل کو زلف کی بجائے رسی سے باندھنا
سب سے بڑی بدزوتی ہے — مگر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی
کہ آخر آپ کو کتنی آمدنی ہو جاتی ہے زلفیں کٹوانے سے" — عمران نے
پوچھا۔

"آمدنی — کیسی آمدنی" — سب نے حیران ہو کر پوچھا۔

"بھئی — بھیرٹوں کی اون بڑی قیمت رکھتی ہے۔ اس لئے ہر سال
اون کاٹ لی جاتی ہے — اب ظاہر ہے یہ محرمات بھی زلفیں کٹواتی
ہیں تو کچھ نہ کچھ آمدنی ہوتی ہی ہوگی" — عمران نے بڑے معصوم سے لہجے
میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہم تو کبھی کبھار ہی بال کٹواتی ہیں — مگر آپ تو روزانہ شیو کرتے
ہیں۔ اس لحاظ سے تو آپ کی آمدنی زیادہ ہونی چاہیے" — ایک شوخ
سی لڑکی نے جواب دیا۔

"ارے — ارے — آپ کو کیسے معلوم ہوا — خدا کے لئے کسی کو
بتانا نہیں کہ یہ کاریں نے داڑھی کے بال فروخت کر کے ہی حاصل کی ہے۔
عمران نے سرگوشیاں لہجے میں کہا اور ایک بار پھر فضا قہقہوں سے گونج اٹھی۔

"بھئی وہ تعارف درمیان میں ہی رہ گیا" — ایک لڑکے نے یاد دلائی کرتے
"درمیان میں رہ گیا — چلو اچھا ہے — درمیانی راہ سب سے بھی

ہوتی ہے" — عمران نے کہا۔

"نہیں جناب — پہلے آپ اپنا تعارف کرائیں" — سب نے بیکہ بال

ہو کر کہا۔

”بھئی بڑا مختصر سا قارئین ہے۔ مجھ حقیر فقیر پر تقصیر کو پرنس آف ڈھمپ کہتے ہیں۔ اور میں آپ کی یونیورسٹی میں داخلہ لینے آیا ہوں۔“ عمران نے اپنا تعارف کرتے ہوئے کہا۔

”پرنس آف ڈھمپ“۔ سب حیران ہو کر بڑبڑائے۔

”ہاں۔ بد قسمتی سے میرے والد صاحب ریاست ڈھمپ کے کنگ ہیں اور میں ان کا اکلوتا لڑکا۔ اس لئے مجبور ہی ہے اور تاری ریاست میں سب لوگ طویل عرصے رکھتے ہیں۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ شاید یوٹھسے ہونے تک مجھے پرنس ہی رہنا پڑے گا۔“ کنگ آف ڈھمپ بننے کا کافی الحال کوئی امکان نہیں۔“ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

”تو کیا واقعی ڈھمپ کوئی ریاست ہے۔“ ایک لڑکی نے

حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کمال ہے۔ لوگ ریاست حسین۔ ریاست علی۔ جیسے نام رکھ لیتے ہیں اور کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اور ہماری جیتی جاگتی ریاست پر آپ کو یقین ہی نہیں آ رہا۔“ عمران نے چہرے پر مصنوعی خنکی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

آپ کو کسی کلاس میں داخلہ لیں گے۔“ ایک لڑکے نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

”بھئی جس کلاس میں شوخ لڑکیاں زیادہ ہوں گی۔“ عمران نے ترکی بر ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر تو آپ کو فلسفے کی کلاس میں داخلہ لینا پڑے گا۔“ ایک لڑکے نے کہا اور ہر طرف بے اختیار قہقہوں کی پھل پھل چھوٹ پڑیں۔

”خدا کی پناہ۔ فلسفہ۔ ارے تو بہ میری تو بہ۔“ کنگ آف ڈھمپ کی تو بہ۔ گریڈ کنگ آف ڈھمپ کی تو بہ۔ کیوں آپ مجھے شہزادگی کی پوسٹ سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ میرے والد کو فلسفہ سے بڑی جڑ ہے۔“ عمران نے بے اختیار کانوں کو ماتھ لگاتے ہوئے کہا۔

”تو ٹھیک ہے۔ فیصلہ ہو گیا۔ آپ انگلش میں داخلہ لے لیں۔ کم سے کم ڈھمپ میں انگریزی بول کر رعب تو ڈال ہی سکیں گے۔“ ایک لڑکی نے تجویز پیش کی۔

”انگلش۔“ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ واقعی بہت اچھی تجویز ہے۔

مم۔ مگر۔ ایک بات ہے۔ مجھے انگریزی نہیں آتی۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں اردو میں انگریزی پڑھ سکوں۔“ عمران نے کہا اور پھر اپنے پیچھے قہقہوں کی گونج چھوڑتا ہوا وہ وائس چانسلر کے دفتر کی طرف تیزی سے بڑھتا چلا گیا۔

اسے انتہائی تیز رفتاری سے بڑھتا دیکھ کر دروازے کے باہر بیٹھا ہوا چپڑا سی چوکنہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔

”کیا بات ہے۔ کس سے منا ہے۔“ چپڑا سی نے عمران کے پیچھے سے پہلے ہی قدرے سخت لہجے میں کہا۔

”میں تو آپ سے ملنے آیا تھا۔ السلام علیکم۔“ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔ اور پھر چپڑا سی کا ماتھ پکڑ کر زبردستی منہ

”جلو کھوے قصائی کو نہیں جانتے تو خیر دکنیڑے کو تو جانتے ہی ہو گے۔
 وہی جس سے تم سبزی ادھار لیا کرتے ہو“ — عمران نے ہاتھ نہلاتے ہوئے
 کہا۔

”آپ کون ہیں“ — والس چانسلر صاحب اس بار عمران سے مخاطب
 ہو کر بولے۔ ان کے لمبے میں حیرت کا عنصر نمایاں تھا۔
 ”آپ اسے باہر بھیجیں تو میں اپنا تعارف کراؤں — یہ تو عزرائیل کی
 طرح سر پہ چڑھا جا رہا ہے“ — عمران نے بڑے اطمینان سے کرسی پر بیٹھتے
 ہوئے کہا۔

والس چانسلر صاحب ایک لمحے کے لئے تذبذب کے عالم میں عمران کو
 دیکھتے رہے۔ پھر انہوں نے چڑا اسی کو ہاتھ سے باہر جانے کا اشارہ کیا اور بڑھا
 چڑا اسی بڑھاتا ہوا دفتر سے باہر نکل گیا۔

”فرمائیے“ — والس چانسلر صاحب نے اس بار عمران سے مخاطب ہو
 کر کہا۔

”فرماتا ہوں جناب — جلدی کیا ہے — پہلے یہ بتائیے کہ ایر چانسلر
 صاحب کہاں ہیں“ — عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

”ایر چانسلر — کیا مطلب ہے — میں سمجھا نہیں“ — والس چانسلر
 نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”آپ تو ان کی والس یعنی آواز ہیں — آپ تو صرف بول سکتے ہیں، سن
 نہیں سکتے — اس لئے میں ایر چانسلر یعنی چانسلر صاحب کے کانوں کے
 متعلق پوچھ رہا ہوں تاکہ انہیں اپنی بات سنا سکوں“ — عمران نے بڑے
 سادہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ ارے۔“ — والس چانسلر صاحب نے ہنس کر کہا۔
 ”ارے۔ ارے۔“ — والس چانسلر صاحب نے ہنس کر کہا۔

”ارے چچا — مجھے نہیں پہچانا — میں کلو اقصائی کا نوٹا شہراتی
 ہوں —“ — شہراتی — عمران نے بڑے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 ”کلو اقصائی — شہراتی —“ — چچا اسی شاید ذہن پر زور دینے
 میں مصروف ہو گیا تھا اور عمران کو اسی موقع کی تلاش تھی — اس نے
 دفتر کا پردہ اٹھایا اور غراب سے اندر داخل ہو گیا تھا۔

یہ ایک کافی بڑا کمرہ تھا۔ جس کے درمیان میں ایک بہت بڑی میز کے
 پیچھے یونیورسٹی کے والس چانسلر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ شاید کچھ لکھنے میں مصروف
 تھے کہ عمران کی آواز سن کر انہوں نے چونک کر سر اٹھایا۔

”السلام علیکم یا والس چانسلر صاحب“ — عمران تقریباً بھاگتا ہوا
 میز کے قریب آیا اور پھر لوں ٹھٹھک کر رک گیا جیسے چابی والے کھلونے
 کی چابی یکدم ختم ہو گئی ہو۔

”ارے۔ ارے۔“ — باہر نکلو — میں کسی کھوے قصائی کو نہیں جانتا۔“
 چانسلر چڑا اسی چیخا ہوا اندر داخل ہوا۔

”کیا بات ہے — کیوں شور مچا رہے ہو“ — والس چانسلر
 نے کڑخت لہجے میں چڑا اسی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جج — جناب —“ — یہ کہتا ہے کہ میں کھوے قصائی کا نوٹا شہر
 شہراتی — تم سے ملنے آیا ہوں۔ جبکہ میں کسی کھوے قصائی کو نہیں جانتا۔“
 چڑا اسی نے گہرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”یوگٹ آؤٹ — نان سنس“ — والس چانسلر صاحب اچانک غصے سے پھٹ پڑے۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی یوں دفتر میں آکر ان کا مذاق اڑائے گا۔

”ارے — آپ بالکل ٹھیک سمجھے ہیں — میں اسی کلاس میں داخلہ لینا چاہتا ہوں — یعنی کہ اسی زبان کی کلاس میں جو آپ نے ابھی ابھی بولی ہے۔“ — عمران نے خوش ہو کر باقاعدہ تالی بجاتے ہوئے کہا۔

”کیا یو اس ہے — کیا تم پاگل ہو“ — والس چانسلر کے لہجے میں شدید جھنجھلاہٹ تھی۔

”مجھے پرنس آف ڈھمپ کہتے ہیں جناب — اور میں یونیورسٹی میں داخلہ لینے آیا ہوں“ — عمران نے جواب دیا۔

”پرنس آف ڈھمپ“ — والس چانسلر نے چونک کر کہا۔ وہ چند لمحے غور سے عمران کو دیکھتے رہے۔

”آپ یقین کریں — میں مذاق نہیں کر رہا — بس طبیعت ذرا مزاحیہ پائی ہے“ — عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

”والس چانسلر صاحب خاموش رہے — وہ کچھ سوچ رہے تھے۔ پھر انہوں نے ٹیلیفون کا ریسپور اٹھایا۔

”سر سلطان — سیکرٹری وزارت خارجہ سے بات کرادو — انہوں نے اپنی اے کو بلا میت کی اور ریسپور رکھ دیا۔

”ارے — ارے — باپ ارے — یہ آپ نے کیا کر دیا — میں جلا جاتا ہوں جناب — خدا کے لئے — کیوں میری کم بختی بھلائی ہے؟“ — عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”بیٹھو — بیٹھو — یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم سے یوں اچانک ملاقات ہو گئی“ — والس چانسلر صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران دھم سے واپس کرسی پر بیٹھ گیا۔

اسی لمحے ٹیلیفون کی گھنٹی بلی آواز سے بجی اور والس چانسلر صاحب نے ریسپور اٹھایا۔

”سر سلطان سے بات کیجئے جناب“ — بیٹی اے نے دوسری طرف سے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ہیلو — راشد علی بول رہا ہوں جناب — ایک صاحب میرے پاس پہنچے ہیں جو اپنے آپ کو پرنس آف ڈھمپ بتاتے ہیں — آپ نے ایک بار پرنس آف ڈھمپ کا ذکر کیا تھا — اس لئے میں نے سوچا کہ آپ سے تصدیق کروں“ — والس چانسلر راشد علی نے کہا۔

”اوہ — پرنس آف ڈھمپ — اور تمہارے پاس — ذرا ریسپور دیتا اسے“ — دوسری طرف سے سر سلطان کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

اور پھر والس چانسلر نے ریسپور عمران کی طرف بڑھادیا۔

”لیس — پرنس آف ڈھمپ پبلیکنگ“ — عمران نے بڑے بخیدہ لہجے میں کہا۔

”عمران بیٹے — یہ تم یونیورسٹی کیسے پہنچ گے؟“ — دوسری طرف سے سر سلطان کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

”عمر دفتر کو آواز دینے کے لئے جناب — میں ایم اے نگلش لانا چاہتا ہوں“ — عمران نے بڑے سادہ سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے

کہا۔ ”ادہ — کوئی خاص چکر ہے“ — سرسلطان نے چونک کر پوچھا۔
 ”جناب چکر تو کوئی نہیں — اب تک تو میں یہی سمجھتا رہا کہ ہمارے
 ملک کی قومی زبان اردو ہے اور یہ قومی زبان جلد ہی سرکاری بھی بن جائے گی
 اس لئے اردو زبان پر ہی زور دیتا رہا۔ مگر اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ
 اردو بس قومی ہی رہ جائے گی۔ سرکاری دربار میں اس کی رسائی مشکل ہے
 اس لئے مجبوراً انگریزی پڑھنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ کوئی ڈھنگ کی نوکری مل
 سکے۔ اور آپ جانتے ہیں — بڑے بڑے قابل نوجوان انٹرولر کے
 وقت انگریزی نہ بول سکنے کی وجہ سے رہ جاتے ہیں اور ٹھنڈے ٹھنڈے گھر
 کو سدھارتے ہیں — اس لئے مجبوری ہے — پلین سفارش کر دیجئے
 عمران نے کہا اور لیسیور والس چانسلر کی طرف بڑھا دیا۔
 ”میلوراشند علی — بھی یہ واقعی پرنس آف ڈھمپ ہے — مگر
 کیسے پہچانتے ہو“ — سرسلطان نے پوچھا۔
 ”ادہ — ایک محفل میں یونہی ذکر آگیا تھا اور آپ نے ملکی خدات کے
 سلسلے میں ان کی تعریف کی تھی — چونکہ نام عجیب و غریب تھا۔ اس لئے میں
 نے آپ سے ریاست ڈھمپ کا حدود اربعہ پوچھا تھا جس پر آپ نے تفصیل بتائی
 تھی کہ یہ اصل نام نہیں ہے — بس اچانک جب انہوں نے پرنس آف
 ڈھمپ کے نام سے تعارف کر لیا تو مجھے آپ یاد آ گئے“ — والس چانسلر
 مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”چلو اچھا ہے تم نے پہچان لیا — بہر حال یہ کسی خاص چکر میں تھا
 پاس آیا ہوگا — اس کے ساتھ ہر ممکن تعاون کرنا۔ یہی ہم سب کی

بہتر ہوگا“ — سرسلطان نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے جناب — میں سمجھتا ہوں — اچھا خدا حافظ“ —
 والس چانسلر نے کہا اور پھر لیسیور رکھ دیا۔
 ”ملاں تو جناب پرنس آف ڈھمپ صاحب — آپ ایم اے انگلش
 میں داخلہ لینا چاہتے ہیں“ — والس چانسلر نے اس بار مسکراتے ہوئے
 عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اگر داخلہ کے بغیر ڈگری مل سکتی ہو تو زیادہ بہتر ہے — ورنہ دوسری
 صورت میں مجبوری ہے“ — عمران نے معصوم سے لہجے میں کہا۔
 ”مگر اصل چکر کیا ہے — پہلے میں یہ پوچھنا چاہوں گا“ — والس
 چانسلر نے اچانک سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”پوچھیں — ضرور پوچھیں — آپ کو پوچھنے سے کون روک سکتا
 ہے“ — عمران نے جواب دیا۔

”تو بتاؤ“ — والس چانسلر نے قدرے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔
 ”کیا بتاؤں“ — عمران نے چونک کر پوچھا۔
 ”اصل چکر“ — والس چانسلر اور زیادہ جھنجھلا گئے۔

”پہلے آپ نقل چکر بتادیں — پھر میں اصل چکر بتا دوں گا۔ اب مجھے
 کیا معلوم کہ کون سا چکر اصلی ہے اور کون سا نقلی — چوں میں بتاؤں آپ
 کہیں کہ نقلی ہے — پھر میں کیا کرؤں گا“ — عمران نے اسی لہجے میں جواب
 دیتے ہوئے کہا۔

”ہوں — اس کا مطلب ہے تم بتانا نہیں چاہتے — ٹھیک ہے تمہاری
 مرضی — میں تمہیں مجبور نہیں کر سکتا“ — والس چانسلر نے ایک طویل سانس

لیتے ہوئے کہا۔ مگر ان کے چہرے پر الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔

”کوئی چکر نہیں ہے جناب۔ آپ وہم نہ کریں۔ بس دماغ بیٹھے بیٹھے اٹکا گیا تو یہاں چلا آیا کہ کچھ وقت بنسی خوشی گزر جائے گا۔“

عمران نے بڑے پُر غلوص لہجے میں کہا۔
اور یہی حقیقت بھی تھی۔ مگر ظاہر ہے والس چانسلس کو عمران کی بات پر کیسے یقین آجاتا جبکہ سر سلطان کی زبانی وہ اس کی حقیقت کو کسی حد تک جان چکے تھے۔

انہوں نے عمران کی بات کا جواب دینے کی بجائے گھنٹی بجائی۔ وہی بوڑھا چٹا اسی اندر داخل ہوا۔

”شعبہ انگلش کے ہیڈ کلرک کو بلاؤ۔“ انہیں کہو کہ فارم داخلہ بھی لیتے آئیں۔“

الس چانسلس نے کہا اور چٹا اسی سر ملاتا ہوا بائیں نکل گیا۔ اس کے بعد انہوں نے ریسپورنڈنٹ آف آفس سے شعبہ انگلش کے

ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ پروفیسر اکرم کو دفتر بھیجنے کے لئے کہا اور ریسپورنڈنٹ دیا۔ چند لمحوں بعد ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ اور اس نے بڑے مودیانہ لہجے میں ایک فارم والس چانسلس کے سامنے رکھ دیا اور خود واپس چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک بزرگ سی شخصیت اندر داخل ہوئی۔ وہ چہرے پر سے ہی پروفیسر ٹاپ کی چیز لگ رہے تھے۔

عمران ان کے اندر آتے ہی احتراماً یوں اٹھ کھڑا ہوا جیسے چوتھی جماعت کے بچے ماسٹر کے کلاس میں داخل ہوتے ہی ٹیبلٹ اپ ہو جاتے ہیں۔

”بیٹھے۔ بیٹھے۔“ پروفیسر اکرم نے حیران ہوتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا اور خود بھی ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔

”آپ نے مجھے یاد فرمایا تھا۔“ پروفیسر نے والس چانسلس کو مخاطب ہو کر کہا۔

”جی ہاں۔“ یہ صاحب آپ کے ڈیپارٹمنٹ میں داخلہ لینا چاہتے ہیں۔ میں نے سوچا آپ سے تعارف ہو جائے۔“ والس چانسلس نے قدر سے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔“ پروفیسر اکرم نے موٹے نشیوں کی عینک کے پیچھے سے گھور کر عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور عمران ایک بار پھر جھٹکے سے کھڑا ہو گیا۔

”تشریف رکھیے۔“ پروفیسر اکرم نے بوکھلا کر کہا۔ اور عمران دوبارہ ایک جھٹکے سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

”یہ فارم پُر کر دیجئے۔“ والس چانسلس نے فارم عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”مم۔۔۔۔۔ مم۔۔۔۔۔ یہ تو انگریزی میں ہے۔ مم۔۔۔۔۔ مجھے تو انگریزی نہیں آتی۔“ انگریزی سیکھنے کے لئے تو میں داخلہ لے رہا ہوں۔“

عمران نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب۔ آپ کو انگریزی نہیں آتی اور آپ ایم۔ اے انگلش میں داخلہ لینے آئے ہیں۔“ پروفیسر اکرم حیرت کی شدت سے اچھل پڑے۔

”جی ہاں۔ آپ درست کہہ رہے ہیں۔“ عمران نے بڑے معصوم لہجے میں جواب دیا۔

”پروفیسر۔ آپ ان کی باتوں پر نہ جائیں۔“ یہ کوئی اور چکر ہے۔ یہ فارم لیجئے اور ان سے کوالف پوچھ کر خود پُر کر لیجئے۔“ والس چانسلس نے

پروفیسر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور ساتھ ہی فارم بھی ان کی طرف بڑھا دیا۔
 ”چکو۔۔۔ میں سمجھا نہیں۔“ پروفیسر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔
 ”اگر جناب چکر سمجھ میں آجائے تو اسے چکر نہیں لکھیں چکر کہتے ہیں۔
 آپ کی اردو کمرز معلوم ہوتی ہے۔ آپ ایم اے اردو میں داخلہ
 لے لیں۔“ عمران نے پروفیسر اکرم کو بڑے غلوص سے مشورہ دیتے
 ہوئے کہا۔
 ”آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔“ پروفیسر اکرم ہتھ سے ہی اٹھ
 گیا۔

”نہیں جناب۔۔۔ جھلا میری یہ مجال کہاں کہ میں مذاق اڑاؤں۔
 میں تو ٹینگ اڑا سکتا ہوں۔ کبوتر اڑا سکتا ہوں، جہاز اڑا سکتا ہوں
 ہاتھوں کے طوطے اڑا سکتا ہوں۔ کسی کو چٹکیوں میں اڑا سکتا ہوں۔
 مذاق جیسی بھاری شے بھلا مجھ سے اٹھ سکتی ہے۔“ عمران نے دونوں
 ہاتھوں کو کراس پوزیشن میں لاتے ہوئے کان پڑھ لئے۔
 ”پروفیسر۔ وقت ضائع نہ کیجئے۔ فارم پڑ کیجئے۔“ والس چلا
 نے درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

”اور مسٹر۔ آپ بھی ان کا احترام کیجئے۔ یہ استاد ہیں۔“
 والس چانسلر نے عمران کو تہنانش کرتے ہوئے کہا۔

اور عمران والس چانسلر کی بات سنتے ہی ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھا
 دوسرے لمحے اس نے جھک کر پروفیسر اکرم کے پیر پکڑ لئے۔
 ”اے۔۔۔ اے۔۔۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔“ پروفیسر
 اکرم نے بوکھلا کر اٹھتے ہوئے کہا۔

”احترام کر رہا ہوں جناب۔ آپ بیٹھے رہیں ورنہ گر پڑیں گے اور
 مجھے احترام کو اٹھا کر کرسی پر بیٹھنا پڑے گا۔“ عمران نے کہا
 اور والس چانسلر بے اختیار منہس پڑے۔

”بھئی بہت عجیب شے ہو تو۔ آرام سے کرسی پر بیٹھو۔“ والس
 چانسلر نے ہنستے ہوئے کہا اور عمران اٹھ کر خاموشی سے واپس کرسی پر آ بیٹھا۔
 اس کے چہرے سے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔ جبکہ
 پروفیسر اکرم کا چہرہ خجالت سے سرخ پڑ گیا تھا۔

”نام بتائیے۔“ پروفیسر نے پن جیب سے نکال کر کھولتے ہوئے پوچھا
 ”پرنس آف ڈھپ۔“ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں جواب دیا۔
 ”پرنس آف ڈھپ۔“ یعنی۔۔۔ پروفیسر نے چونک کر کچھ کہنا چاہا۔
 ”چونکئے نہیں۔ بس لکھتے جاویں۔“ والس چانسلر نے ہاتھ اٹھاتے
 ہوئے کہا۔ اور پروفیسر نے فارم پڑ کر ناشروع کر دیا۔

”آپ کے والد صاحب کا نام۔“ پروفیسر نے دوبارہ پوچھا۔
 ”گلگ آف ڈھپ۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا
 پروفیسر ایک لمحے کے لئے جھکے مگر پھر انہوں نے لکھنا شروع کر دیا۔
 ”ذات۔“ پروفیسر نے پوچھا۔

”میراثی۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”کیا بھواس ہے۔“ پروفیسر اکرم نے غصے سے فارم ایک طرف
 پھینکے ہوئے کہا۔

”جناب۔ اس میں مذاق کا کون سا پہلو ہے۔ آپ نے ذات
 پوچھی۔ میں نے بتا دی۔“ عمران نے پہلے سے بھی زیادہ سنجیدہ ہوتے

ہوئے پوچھا۔

”مگر میراثی“ — پر دنیس نے جھنجھلا کر پوچھا۔

”جناب — میراثی — میراث سے نکلا ہے — اور ہم سب آدم کی میراث ہیں — اس لئے میراثی ہیں — یعنی یہ ذات تو انٹریشنل قسم کی ذات ہے — اسے مخفف کر دیجئے تو میر بن جاتا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں میر سید کو کہتے ہیں اور سید سردار کو کہتے ہیں اور سردار وہ ہوتا ہے جو سر رکھتا ہے جیسے سر سلطان وغیرہ — اور دوسرا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس کا سر دار پر چڑھنے کے قابل ہو۔ اور دار پر وہ چڑھتے ہیں جن میں لہذا کی جرات ہو — اور جرات ایک ایسی صفت ہے جو قطعاً نایاب ہے اور آپ کی یونیورسٹی کے مولوگرام میں بھی جرات، دیانت، امانت، قسم کے الفاظ یقیناً موجود ہوں گے — اس لئے....“ عمران کی زبان میرٹھ کی پنجی کی طرح جب چل نکلی تو ظاہر ہے کہ اس کے بس کی بات نہ تھی۔

”بس — بس — ہم سمجھ گئے — پر دنیس صاحب — آپ میراثی کی بجائے ذات ڈھپ کچھ دیجئے“ — والس چانسلر نے اسے درمیان میں رکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں — ہاں — جو مرضی آئے لکھ دیجئے — بڑی ذات تو اللہ کی ہے اور پھر ذات میں کیا رکھا ہے — سب انسان ہیں — ویسے والس چانسلر صاحب! — میرا مشورہ ہے کہ آپ اس کالم کو فارم میں سے نکال ہی دیں“ — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”آپ نے بی اے کس سن میں کیا تھا“ — پر دنیس اکرم نے جھنجھلاتے ہوئے فارم دوبارہ اپنی طرف کھینچتے ہوئے پوچھا۔

”سن — یعنی آپ کے ڈیپارٹمنٹ کی زبان میں کس سوچ میں — ویسے اتنا تو آپ کو علم ہی ہوگا کہ ابھی سوچ میں کوئی کالم قائم نہیں ہوا“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور پر دنیس اکرم سے اب مزید برداشت نہ ہو سکا تو وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

”میں اس سے زیادہ تو بہن برداشت نہیں کر سکتا“ — پر دنیس اکرم نے انتہائی مضطرب لہجے میں کہا۔ اور پھر پیر چٹختے ہوئے دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

”ارے — تو اس سے کم برداشت کر لیجئے — دلوں بھی زیادتی ہر چیز کی بُری ہوتی ہے“ — عمران نے کہا مگر پر دنیس اکرم تیزی سے باہر نکل گئے۔

”پرنس آف ڈھپ — اب یہی ایک صورت ہے کہ جو آپ چاہیں، کرتے رہیں بس سمجھ لیجئے کہ آپ کو داخلہ مل گیا — آپ کا فارم بھرنا کسی کے بس میں نہیں“ — والس چانسلر صاحب نے فارم اٹھا کر اس کے نیچے دستخط کرتے ہوئے کہا۔

”بہت بہت شکریہ جناب — اور جناب ہوٹل میں ایک کمرہ بھی دلا دیجئے — میں خانہ بدوش قسم کا آدمی ہوں — ساری عمر فٹ پاتھوں پر گزری ہے۔ چلو اس بہانے کمرے میں رہنے کی حسرت بھی پوری ہو جائے گی“ — عمران نے باقاعدہ تسلیات بجالاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے — ہوٹل کے وارڈن کے پاس چلے جائیے۔ میں انہیں کہہ دوں گا“ — والس چانسلر بھی شاید اب پیچھا چھڑانے کے موڈ میں تھے۔

”اچھا جناب۔ بس اب کل سے یونیورسٹی حاضر ہو جاؤں گا۔ اب اجازت دیجئے۔ ابھی میں نے اس پریس کا بھی پتہ کرنا ہے۔ جہاں آپ کی یونیورسٹی کی ڈگریاں جھپٹی ہیں۔ بنانے وہ مشین مین کتنے پیسوں میں راضی ہو درنہ پروفیسر اکرم تو مجھے ڈگری دینے سے ہے۔ اچھا خدامیر احاطہ۔“
 عمران نے زبردستی دالس چانسکس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے دفتر سے باہر نکلتا چلا گیا۔



میں سمجھتا ہوں پہاڑوں میں گھری ہوئی خوبصورت جھیل کے کنارے دوپٹے نصب تھے۔ اور جھیل کے کنارے پر پھیلی ہوئی دھوپ میں سیکرٹ سروس کے سارے ممبران خوش فعلیوں میں مصروف تھے۔ صفدر۔ چوہان۔ صدیقی اور کیپٹن شکیل کے درمیان تاش کی بازی چھی ہوئی تھی۔ جبکہ تنویر، جو لیا کے خیمے میں بیٹھا اسے دمانی شہر شانے میں مصروف تھا۔

یہ پورا گروپ ایک ٹھوسے اجازت لے کر پچھلے دو روز سے سکالا جھیل پر تفریح کرنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ وہ جوزف کو بھی اپنے ہمراہ لے آئے تھے اور جوزف اس وقت جو لیا کے خیمے کے دروازے پر کھڑا بڑے بڑے منہ بنا رہا تھا۔ اسنے تنویر کے عشق شہزادہ لگ رہے تھے۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ تنویر

کی گردن مروڑ دے۔ مگر جو لیا چونکہ خلاف توقع بڑی دلچسپی سے تنویر کے شعر سن رہی تھی۔ اس لئے وہ اپنے آپ پر جبر کے خاموش کھڑا تھا اور جب تنویر کی شہرہ شاعری بڑھتی ہی گئی تو اس سے برداشت نہ ہو سکا اور وہ خیمے کا پردہ اٹھا کر اندر آگیا۔

”اب آپ اپنی شہرہ شاعری بند کر دیں۔ میں اس بیہودگی کو زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتا۔“ جوزف نے انتہائی سخت لہجے میں تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تم۔ نہیں یہ جرات کیسے ہوئی کہ تم مجھے ٹوکو۔ میں تمہاری گردن مروڑ دوں گا۔ کالے سور۔“ تنویر اس مداخلت سے جا بے ہمت تھے سے ہی اکھڑ گیا۔

”سور کالا ہو یا سفید سور ہی ہوتا ہے۔ اور باقی رہ گئی گردن مروڑنے والی بات۔ تو تم جیسے پتھر بس عورتوں کو شعر ہی سنا سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے۔“ جوزف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تت۔ تم مجھے چیلنج کر رہے ہو۔ مجھے پتھر کہہ رہے ہو۔ مجھے۔ یعنی تنویر کو۔۔۔۔“ تنویر نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا تھا۔ وہ بھلا جو لیا کے سامنے اپنی بے عزتی کیسے برداشت کر سکتا تھا۔

”ناں۔ میں چیلنج کر رہا ہوں۔ اگر تم میں واقعی جرات ہے تو میدان آ جاؤ۔ مجھے یقین ہے۔ اس کے بعد تمہارے دماغ سے دمانی شہر ہمیشہ کے لئے غائب ہو جائیں گے۔“ جوزف نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔
 ”ارے۔ ارے۔ یہ کیا کر رہے ہو تم۔ یہاں ہم تفریح

کیا بات ہے جوزف — "صنڈر نے ان دونوں کے درمیان آتے ہوئے کہا
 "یہ مجھے کالا سورا کہہ رہا ہے — یہ ٹیچر — اور پھر یہ مسمیٰ کو عشق
 شعر سن رہا تھا — ہے ہی زخا — میں نے جھوٹ تو نہیں کہا —
 جوزف نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا —
 "میں کہتا ہوں ہٹ جاؤ درمیان سے — میں اس کا خون پی جاؤں گا
 ہٹ جاؤ —" تنویر نے غصے سے دھاڑتے ہوئے صنڈر کو ایک طرف
 دھکا دیتے ہوئے کہا —

"سنو — اگر تم لڑنا چاہتے ہو تو خیمے سے باہر نکلو — ابھی فیصلہ
 ہو جاتا ہے —" صنڈر نے اچانک کہا — اسے معلوم تھا کہ اب تنویر باز
 نہیں آئے گا۔ اس لئے اس نے سوچا کہ چلو یہ بھی ایک تفریح ہی سہی — اسے
 معلوم تھا کہ جوزف، عمران کا بدوردہ ہے اس لئے تنویر سے کم نہیں پڑے گا۔
 اور جب یہ دونوں لڑتے لڑتے تھک جائیں گے تو معاملہ رنج و دغ ہو جائے گا۔
 "ہاں ٹھیک ہے — چلو — مگر میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا یہ
 میرا فیصلہ ہے —" تنویر نے کہا۔

"ہوں — زندہ نہ چھوڑوں گا — تم بس عورتوں کو شرسناؤ۔ لڑنا
 تمہارے بس کی بات نہیں —" جوزف نے اسے چڑاتے ہوئے کہا اور تنویر
 ایک بار پھر بے قابو ہو گیا۔

"جوزف — زبان چلانے کا کوئی فائدہ نہیں — تم بھی اپنی طاقت
 آزماؤ —" تنویر تم سے کم نہیں ہے —" اچانک جو لیا نے کہا۔ وہ بھی
 شاید تفریح کے موڈ میں تھی —
 اور پھر فیصلہ ہو گیا کہ وہ دونوں خیمے سے باہر خالی ہاتھ ایک دوسرے کا

کے لئے آئے ہیں — لڑنے کے لئے نہیں —" جو لیا نے اچانک
 اٹھ کر درمیان میں آتے ہوئے کہا۔

"درمیان سے ہٹ جاؤ جو لیا — میں آج اس کا خاتمہ کر کے
 چھوڑوں گا — عمران نے اس گھٹیا آدمی کو ضرورت سے زیادہ سرچہ
 رکھا ہے —" تنویر نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"یہی بات میں کہنا چاہتا ہوں کہ باس نے تم جیسے زخم کو خواہ مخواہ
 دم چھلایا رکھا ہے،" جوزف آج کچھ زیادہ ہی موڈ میں معلوم ہوتا
 "اوہ — اوہ — ہٹ جاؤ جو لیا — میں اس کا خون
 جاؤں گا —" تنویر نے جو لیا کو زبردستی ایک طرف دھکیلنے کی کوشش
 کرتے ہوئے کہا۔

"صنڈر — تشکیل — جلدی آؤ —" اچانک جو لیا نے حلق
 کر چیختے ہوئے کہا۔ اسے خطرہ تھا کہ یہ دونوں پاگل ہیں اور اگر یہ لڑ پڑ
 تو ان میں سے ایک کی موت یقینی ہے۔

صنڈر اور تشکیل تک جو لیا کی چیخ پہنچ گئی اور وہ سب ہڑبڑا کر اٹھ
 ہوئے۔ اور پھر دوسرے لمحے وہ دوڑتے ہوئے خیمے میں داخل ہوئے۔
 "کیا ہوا — کیا بات ہے —" صنڈر نے اندر داخل ہوتے ہوئے

پوچھا۔

"میں اس کا لے کا خون پی جاؤں گا — اس نے مجھے زخا کہا۔
 میں اسے گولی مار دوں گا —" تنویر نے زبردستی جو لیا کو ایک طرف پڑ
 ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ غصے سے پھٹ پھٹا رہا تھا۔

"کیا بات ہے — ہوش میں آؤ — کیا ہم لڑنے کے لئے یہاں آ

مقابلہ کریں گے۔ اور دونوں میں سے جب کوئی ایک فریق شکست مان لے گا تو معاملہ ختم ہو جائے گا۔

چنانچہ وہ سب نیچے سے باہر آگئے۔ خالی جگہ پر وہ سب ایک دائرہ بنا کر کھڑے ہو گئے۔ اور تنویر اور جوزف پہلوانوں کی طرح خالی جگہ پر دھکیل دیئے گئے۔ تنویر کا غصے سے بڑا حال تھا۔ جبکہ جوزف بڑے مطمئن انداز میں کھڑا تھا۔

”یاں بھی — اب فیصلہ ہو جائے کہ تم میں سے بہادر کون ہے۔“

جو مان نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور اسی لمحے تنویر نے اپنی جگہ سے پھلانگ لگائی۔ مگر جوزف انتہائی چھڑتی سے ایک طرف بٹ گیا۔ اور تنویر اپنے ہی زور میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ مگر دوسرے لمحے وہ سانپ کی سی تیزی سے پٹا اور اس نے جوزف کی گردن پر کھڑکی پھیل کا بھرپور وار کیا۔ جوزف کو شاید تنویر کے اس طرح اچانک پلٹنے کی امید نہ تھی۔ اس نے وہ اس خوفناک وار سے بچ نہ سکا اور الٹا کر نیچے زمین پر جا گرا۔ دوسرے لمحے تنویر نے اسے چھاپ لیا۔ اس کے دونوں بازو شین کی طرح اس کے چسکے پر مکے برساتے گئے۔

”بہت اچھے تنویر — گڈ شو“ سب نے تائیاں بجاتے ہوئے کہا۔ مگر اسی لمحے جوزف نے ایک جھرجھری لی۔ اس کی وحشت جاگ اٹھی تھی اس نے پوری قوت سے تنویر کو ایک طرف اچھال دیا۔

اور پھر وہ دونوں بیک وقت ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اب جوزف کی آنکھوں میں خون کی چمک ابھر آئی تھی۔ اس کا چہرہ تنویر کی بھرپور ضربات سے جگہ جگہ سے پھٹ گیا تھا اور خون رس رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ تنویر کوئی حرکت کرتا۔ جوزف کا دایاں بازو پہلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور تنویر چپٹا ہوا دوفٹ دور جا گرا۔ جوزف کا مکہ پوری قوت سے تنویر کے چہرے پر پڑا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ تنویر اٹھتا۔ جوزف اچھل کر اس پر جا گرا۔ تنویر نے تیزی سے کڑٹ لے کر اپنے پیٹ کو بچانے کی کوشش کی مگر جوزف کے دماغ پر تو جھپکی سوار تھی۔ اس نے پھرتی سے جسم کو آگے بڑھایا اور تنویر اس کے جسم کے نیچے دبتا چلا گیا۔ جوزف نے اس کے اوپر گرتے ہی دونوں گھٹے جوڑے اور پوری قوت سے تنویر کی پسلیوں میں مار دیئے۔ تنویر کے حلق سے ایک چیخ سی سنی اور وہ بل کھا کر رہ گیا۔

جوزف نے تنویر کا سر دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور پوری قوت سے اس کی ناک پر ٹکڑا مار دی۔ ٹکڑے کچھ ضرورت سے زیادہ ہی شدید تھے کہ تنویر نے بے اختیار سر مارنا شروع کر دیا۔

جوزف نے ایک اور مکہ اس کی گردن پر مارنا چاہا۔ مگر تنویر اب سنبھل گیا تھا۔ اس نے دونوں پیروں سے اٹھ کر پوری قوت سے جوزف کے سینے پر مارے اور جوزف الٹ کر ریت پر جا گرا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ جوزف سنبھلتا۔ تنویر پلٹ کر اس کے اوپر جا گرا۔ اور اس نے بھی جواب میں پوری قوت سے جوزف کے چہرے پر ٹکڑا جھرا دی۔ جوزف نے جواب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان پوری قوت سے گھٹنا مار دیا۔ اور تنویر ایک بار پھر کراہ کر بل کھانے لگا۔

پھر جوزف ایک جھپٹے سے اٹھا اور اس نے پوری قوت سے بوٹ کی ٹوکریں تنویر کی پسلیوں میں مارنی شروع کر دیں۔ اچانک تنویر نے اس

ڈاکٹر پر سبز رنگ کا نقطہ تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔
 ”ہیلو۔۔۔ ایکٹو سپیکنگ اور۔۔۔“ ایکٹو کی مخصوص آواز گونجی۔
 ”جولیا سپیکنگ اور۔۔۔“ جولیا نے موہانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا ہو رہا ہے۔۔۔ اور۔۔۔“ ایکٹو نے نرم لہجے میں پوچھا۔
 ”بس جناب۔۔۔ تفریح ہو رہی ہے۔۔۔ ابھی ابھی تنویر اور جوزف کا مقابلہ ختم ہوا ہے اور میں تنویر کی مرہم پٹی کر رہی تھی۔۔۔ اور۔۔۔“
 جولیا نے جواب میں ہنستے ہوئے کہا۔

”کس بات پر مقابلہ ہو رہا تھا۔۔۔ اور۔۔۔“ ایکٹو کا لہجہ یکدم سخت ہو گیا۔

”وہ جناب۔۔۔ بس یونہی۔۔۔ تفریحاً جناب۔۔۔ کوئی خاص بات نہ تھی۔۔۔ اور۔۔۔“ جولیا نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔
 ”اچھا۔۔۔ جوزف کو فوراً واپس بھیج دو۔۔۔ اسے کہو کہ عمران کو رپورٹ کرے۔۔۔ اور۔۔۔“ ایکٹو نے کہا۔

”بہتر جناب۔۔۔ ہمارے لئے کیا حکم ہے۔۔۔ اور۔۔۔“ جولیا نے پوچھا۔

”اگر تمہارا ٹیکنک سے جی بھر گیا ہو تو واپس چلے آؤ۔۔۔ اور عمران سے ملو۔۔۔ اس نے ایک نئی تفریح ڈھونڈ لی ہے۔۔۔ ہو سکتا ہے وہ تفریح تمہارے لئے بھی نئی ثابت ہو۔۔۔ اور۔۔۔“ ایکٹو کے لہجے میں ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

کی ٹانگ پھڑپی اور پوری قوت سے مروڑ دی۔ اور جوزف بل کھا کر نیچے گرا گیا۔ تنویر نے اٹھ کر اس کی ٹانگ توڑنے کی کوشش کی مگر جوزف نے دوسری ٹانگ کی بھرپور ضرب لگائی اور تنویر ایک طرف جا کر ا اور پھر دونوں ہی سپرنگوں کی طرح اٹھ کھڑے ہوئے۔

”بس۔۔۔ بس۔۔۔“ بھی دونوں برابر۔۔۔ مقابلہ ہار جیت کے فیصلہ کے بغیر ختم کیا جاتا ہے۔۔۔“ اچانک صفدر بھاگ کر ان دونوں کے درمیان آگیا۔

اور پھر باقی ساتھی بھی آگے بڑھ آئے۔ اور چونکہ تنویر کا غصہ بھی اب ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ اس لئے اس نے بھی لڑنے کی کوشش نہیں کی۔
 اور پھر جب جولیا نے تنویر کو نیچے میں لا کر اس کی مرہم پٹی کرنی شروع کی تو اس کا سارا غصہ ہی کا فور ہو گیا۔

”صفدر درمیان میں نہ آتا تو آج جوزف واقعی میرے ہاتھوں مرجاتا۔“ تنویر نے حلق سے نکلنے والی بے اختیار سسکی پر قابو پانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”مجھے یقین ہے۔۔۔ تمہاری لڑائی کا انداز اتنا خوبصورت تھا کہ کیا بتاؤں۔۔۔ جی چاہتا تھا کہ بس تم اسی طرح لڑتے رہو۔۔۔“ جولیا نے ہنسی دیتے ہوئے کہا اور تنویر نے سر ہلا دیا۔

جیسے ہی جولیا مرہم پٹی سے فارغ ہوئی۔ اچانک اس کی کلائی میں بندھو ہوئی گھڑی سے ایک پرن نکلی اور اس نے اس کی کلائی پر پھڑپھڑائی لگانی شروع کر دیں۔

جولیا نے بوکھلا کر گھڑی کا ونڈیشن دبا دیا۔ دوسرے لمحے گھڑی کے

”وہ کونسی تفریح ہے جناب — جو آپ کو بھی پسند آئی — اور —
 جو لیانے ایکسٹو کا موڈ اچھا دیکھ کر اٹھلاتے ہوئے کہا۔
 ”اس نے یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا ہے — اور ساتھ ہی ہوشل
 میں بھی — بس اب وہاں خوب لگن ہے — اور —“ ایکسٹو نے
 جواب دیا۔

”یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا ہے — مگر جناب وہ تو پہلے ہی
 ڈی۔ ایس۔ سی ہے — اور —“ جو لیانے حیرت بھرے لہجے میں
 کہا۔

”بس تفریحاً ہی اس نے ایسا کیا ہے — اس سے کوئی خاص مقصد
 تو نہیں ہے — اور —“ ایکسٹو نے جواب دیا۔

”اچھا جناب — میں دیگر ممبروں سے بات کرتی ہوں — اگر انہوں
 نے اتفاق کیا تو ہم واپس آجائیں گے — آپ کی طرف سے اس سلسلے
 میں کوئی حکم تو نہیں ہے جناب — اور —“ جو لیانے کہا۔

”نہیں — فی الحال تم آزاد ہو — خوب تفریح کرو — جو زف کا
 بیجج دو۔ عمران اسے یونیورسٹی میں بطور باڈی گارڈ رکھنا چاہتا ہے۔“

”نہ مجھ سے درخواست کی ہے کہ جو زف کو بلوا دوں — اور —“ لکپا
 نے کہا۔

”او کے سر — میں ابھی جو زف کو کہہ دیتی ہوں — اور —“ جو
 نے جواب دیا۔

”اور اینڈ آل —“ دوسری طرف سے کہا لکپا اور اس کے ساتھ
 ہی جو لیانے ونڈ بٹن کو مخصوص انداز میں دیا دیا۔

”اور —“ تو عمران نے یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا ہے — خوب عیش
 کر رہا ہوگا —“ تنویر نے رشک بھرے لہجے میں کہا۔ وہ ایکسٹو کی وجہ سے
 اب تک بالکل دم سادھے بیٹھا تھا۔
 ”عیش کیسی — اٹا پڑھائی کرنی پڑ رہی ہوگی —“ جو لیانے حیرت
 بھرے لہجے میں کہا۔

”پڑھائی — اس نے پڑھائی کے لئے داخلہ نہیں لیا جو لیانے —
 وہاں یونیورسٹی میں بڑی خوبصورت لڑکیاں پڑھتی ہیں — ضرور وہ کسی
 لڑکی کے چکر میں یونیورسٹی پہنچا ہوگا —“ تنویر نے کہا۔

”نہیں — میں نہیں مانتی — عمران بڑا اگرا ہے — مجھے یقین
 ہے کہ وہ یونیورسٹی میں بھی کسی کیس کے چکر میں گیا ہوگا — اور اس نے
 ابھی اس کیس کی ہوا ایکسٹو کو بھی نہیں لگے دی ہوگی —“ جو لیانے سر
 ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہوں — اتنا فرض شناس سمجھتی ہوں تم — میں اچھی طرح جانتا ہوں
 اس کی فرض شناسی کو — میں واپس جا کر یونیورسٹی میں داخلہ لیتا ہوں
 اور میں تم پر ثابت کر دوں گا کہ عمران کسی لڑکی کے چکر میں دبا گیا ہے۔“
 تنویر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”چلو دیکھ لیں گے — آدو دوسرے ساتھیوں سے بات کرتے ہیں۔“
 جو لیانے کہا اور پھر وہ دونوں اٹھ کر خیمے سے باہر آ گئے۔

باقی ساتھی جو زف سمیت باہر ریت پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک دوسرے
 سے مذاق اور خوش فلیوں میں مصروف تھے۔

”بھئی ہو گئی مرہم پٹی — بڑی دیر لگا دی —“ چوہان نے ان

لطف آ رہا ہوگا — واہ بھی واہ — خوب تفریح کی سوجھی ہے — واقعی
جینئیں ہے —“ — صغدر نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا —

” واقعی — اچھی تفریح ڈھونڈی ہے — کیا یاس نے ہمیں بھی
اجازت دے دی ہے —“ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے پوچھا
” ہاں — اجازت دے دی ہے — اگر ہم لوگ چاہیں تو —“

— جو لیا نے جواب دیا —
” ٹھیک ہے — یہ بھی ایک نیا تجربہ ہوگا —“ — سب نے بیک
زبان ہو کر کہا —
اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے واپسی کی تیاریاں شروع کر دیں۔

دروں کو دیکھتے ہی ہانک لگائی۔
” ایجنٹوں کی کال آگئی تھی — اس لئے دیر ہو گئی —“ جو لیا نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

” اوہ — ایجنٹوں کی کال — کیا ہوا — کوئی نیا کیس شروع
ہو گیا —“ — سب نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

” نہیں — کیس تو کوئی نہیں — البتہ عمران نے نئی تفریح ڈھونڈ
لی ہے — اور ایجنٹوں کا کہنا ہے — کہ اگر ہم لوگوں کا جی پکنک
سے بھر گیا ہو تو ہم بھی اس نئی تفریح میں شامل ہو سکتے ہیں — البتہ
جو زف کے لئے حکم ہے کہ وہ فوراً عمران سے واپس جا کر ملے —“ جو لیا
نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

” ارے کوئی نئی تفریح ہے وہ — جلدی بناؤ —“ — صغدر نے
بڑے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا۔

” تفریح کیسی — بس عیاشی کر رہا ہے —“ — تنویر نے بڑا سا منہ
بناتے ہوئے کہا۔
” باس کے متعلق بات کرنے سے پہلے ہوش میں رہا کرو مگر —“

اچانک جو زف نے غصیلے لہجے میں کہا۔
” ارے — ارے — بس بھی لڑائی بند — پہلے ہی کافی ہو چکی ہے۔“

صغدر نے کہا۔
” عمران نے یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا ہے — اور وہ ہوٹل میں

رہ رہا ہے —“ — جو لیا نے بتایا۔
” یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا ہے — بھی بہت خوب — بڑا

لگاتے ہوئے کہا اور آنے والا قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں لڑکی پر جمی ہوئی تھیں اور آنکھوں میں جوس کے سائے تیرا رہے تھے۔
 ”مس شوگی — آپ کا پیغام ملا تھا — اس لئے حاضر ہو گیا ہوں۔“
 راضی نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

”مسٹر راضی — کیا بتاؤں — میں جب سے اس ملک تک آئی ہوں۔
 مجھے یوں لگتا تھا جیسے یہاں کوئی مرد ہی نہ رہتا ہو — سب شرمائے شرمائے
 اور جھپٹے جھپٹے رہتے ہیں — بس میں نے آپ کو دیکھا تو یقین کر دوں بڑی
 طرح دھڑک اٹھا — جی چاہتا ہے کہ بس آپ سے باتیں ہوتی رہیں — اور
 آپ میرے قریب رہیں۔“ مس شوگی نے مسکراتی ہوئی نظروں سے
 راضی کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

”اوه — مس شوگی — آپ کی تہنائی ہے — آپ بھی تو کم
 خوبصورت نہیں ہیں — آپ کو دیکھ کر تو قیامت یاد آتی ہے — جس روز
 سے میں نے آپ کو یونیورسٹی میں دیکھا ہے — بس یقین کیجئے — دل چاہا
 کہ آپ کو اٹھا کر دل میں رکھ لوں۔“ راضی نے بے اختیار ہاتھ ملے ہوئے
 کہا۔ اس کا چہرہ جذبات کی حدت کی بنا پر سرخ ہوتا جا رہا تھا۔
 ”شکریہ مسٹر راضی — مجھے خوشی ہے کہ میں آپ کو پسند آئی ہوں۔
 مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے کہنی دیتے رہیں گے۔“ شوگی نے قائلانہ انداز
 میں مسکراتے ہوئے کہا۔

”بڑی خوشی سے مس شوگی — یہ تو میرے لئے بڑی خوش قسمتی
 کی بات ہے۔“ راضی نے کہا۔
 ”یہ مس وغیرہ نہ کہا کریں — بس شوگی ہی کافی ہے۔“ شوگی نے

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ مگر اتنی خوبصورتی سے سجا ہوا تھا کہ اندر داخل
 ہوتے ہی آنکھیں اس کی خوبصورت سجاوٹ پر حیران ہو جاتی تھیں۔
 کمرے میں موجود ایک خوبصورت سے پتنگ پر ایک نوجوان غیر ملکی لڑکی
 مختصر سے لباس میں لیٹی ہوئی ایک رسالے کے مطالعے میں مصروف تھی قریب
 رکھی ہوئی تپائی پر شراب کا جام بھی موجود تھا۔ لڑکی رسالہ پڑھتے پڑھتے اس
 جام سے چمکیاں لے رہی تھی۔

اسی لمحے کال بیل بجنے کی آواز سنائی دی اور لڑکی چونک پڑی۔ اس نے
 بڑی پھرتی سے سر مانے کے نیچے ہاتھ ڈال کر ایک بٹن دبایا۔ دوسرے لمحے
 دروازے کے اوپر ایک چھوٹی سی سکین روشن ہو گئی۔
 ایک نوجوان کا چہرہ سکین پر نظر آنے لگا۔ لڑکی نے بٹن آن کیا اور پچ
 پتنگ کے کنارے پر لگا ہوا بٹن آن کر دیا۔ دوسرے لمحے دروازہ خود بخود کھلتا
 چلا گیا۔

”کم آن مسٹر راضی“ لڑکی نے بڑے اٹھلا تے ہوئے لہجے میں کہا
 اور سکین پر نظر آنے والا نوجوان مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔
 ”او — او — بیٹو“ لڑکی نے اٹھ کر سر مانے سے پشت

آبشار بہنے لگا تھا۔

”شکریہ راضی صاحب — ایک بات کہوں — اگر آپ ناراض نہ ہوں تو“ — شوگی نے اچانک سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”اوہ — ایسی کوئی بات نہیں — آپ کھل کر کہیں“ — راضی نے کہا۔

”راضی صاحب — آپ کے پاس بہت بڑی طاقت ہے — آپ اقتدار میں آنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے“ — شوگی نے کہا۔

”اقتدار میں — وہ کیسے — میں تو ابھی طالب علم ہوں“ — راضی نے چومکتے ہوئے کہا۔

”اقتدار کی بہت سی شکلیں ہوتی ہیں راضی صاحب — ضروری نہیں کہ آدمی براہ راست اقتدار میں آجائے — بلا واسطہ حکومت بھی تو کی جاسکتی ہے — اگر اپنے آدمی اقتدار میں ہوں تو آدمی خود ہی اقتدار میں ہوتا ہے اور پھر پورا ملک اپنی جاگیر ہوتا ہے“ — شوگی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں — آپ کی بات تو درست ہے مگر....“ — راضی کچھ ہچکچاتے ہوئے بولا۔

”اگر مگر کچھ نہیں راضی صاحب — بس یہ میری خواہش ہے کہ میرا محبوب اس ملک کا مالک ہو — بے پناہ اختیارات کا مالک“ — شوگی نے اٹھ کر راضی کی کرسی کے بازو پر بیٹھتے ہوئے کہا اور راضی کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں کسی بھی لمحے ایٹم بم پھٹنے والا ہو۔

”اوہ — اوہ — اگر آپ کی یہ خواہش ہے تو میں تیار ہوں — مگر اس سلسلے میں“ — راضی نے فوراً ہی ریشہ خلی ہوتے ہوئے کہا۔

”آپ تیار ہیں تو باقی باتیں مجھ پر چھوڑ دیں — میں سارا انتظام کر لوں

مسکرا کر کہا۔

”آپ بھی تو مجھے مسٹر کہتی ہیں — راضی کہا کریں“ — راضی نے جواب میں مسکراتے ہوئے کہا۔

”راضی — مجھے جب سے معلوم ہوا ہے کہ آپ یونیورسٹی کی سٹوڈنٹس یونین کے صدر ہیں — یقین کیجئے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ میں بے پناہ صلاحیتیں ہیں“ — شوگی نے بستر سے اٹھ کر ایک اعلیٰ کاری کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

اور راضی کی ہوس ناک نظریں اس کے نیم عریاں جسم پر جیسے چپک سی گئیں۔

”اوہ — یہ تو کوئی ایسی بات نہیں — آپ کو شاید علم چلیں کہ میں پورے ملک کی سٹوڈنٹس فیڈریشن کا بھی جنرل سیکرٹری ہوں“ — راضی نے خوشی سے سینے کو پھیلاتے ہوئے کہا۔

”اوہ — راضی — دیریں گڈ — یہ مجھے شوق فرمائیے“ — شوگی نے شراب کا جام راضی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اوہ — شکریہ“ — راضی نے اٹھ کر شراب کا جام لیتے ہوئے کہا۔

”راضی صاحب — ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ یہیں میرے پاس رہ جائیں یقین کیجئے — اکیلے دل نہیں لگتا“ — شوگی نے ہوس ناک نغموں سے راضی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”اوہ — شوگی — دل و جان سے میں ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔ بس ہوسٹل کے قوانین سے ڈر لگتا ہے — پھر مخالف یونین سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی سکیونڈل بنالیں گے — اس لئے مستقل طور پر تو نہیں رہ سکتا — البتہ جب بھی آپ یاد کریں — حاضر ہو جایا کر دل لگائے“ — راضی نے شراب کی چمکیاں لیتے ہوئے کہا۔

اس کے چہرے پر جیسے مسرت کا

گی۔ شوگی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”میں تیار ہوں۔ بالکل تیار ہوں۔ آپ بس حکم کریں کہ مجھے
 کیا کرنا ہوگا۔“ راضی اب مکمل طور پر ہتھیار ڈال چکا تھا۔
 ”وعدہ رہا۔ کہ آپ دھوکہ نہیں دس گے۔ یقین کریں راضی
 اگر آپ نے دھوکہ دیا تو میں خودکشی کر لوں گی۔ میں بڑی جذباتی اور
 حساس لڑکی ہوں۔“ شوگی نے بڑے میٹھے لہجے میں کہا۔
 ”آپ جیسی قسم چاہیں لے لیں۔ راضی ایک بار جو بات کہہ دے وہ
 پتھر پر کچھ ہوتی ہے۔“ راضی نے شوگی کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔
 ”اوہ۔ آپ کتنے اچھے ہیں۔ کتنے سو میٹ ہیں۔“ شوگی نے
 مترنم ہنسی بنتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے اچھل کر دوبارہ بستر پر جا بیٹھی۔
 ”راضی صاحب۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم ہمیشہ اکٹھے رہیں تو میری خاطر
 آپ کو اقتدار میں آنا پڑے گا۔“ شوگی نے کہا۔
 ”آپ بتائیں تو سہی۔ کہ یہ سب کچھ کیسے ہو سکتا ہے۔“ راضی
 نے پوچھا۔

”بڑا آسان ہے۔ سنیں راضی صاحب۔ میں آپ کے ملک
 میں ایک خاص مقصد لے کر آئی ہوں۔ اور وہ مقصد ہے۔ مخصوص
 لوگوں کو اقتدار میں لے آنا۔ میں نے یہ سکیم بنائی ہے کہ طالب علموں کو
 حکومت کے خلاف مشرکوں پر لے آیا جائے۔ اور پھر یہاں طالب علموں
 کی ایسی تحریک شروع کرائی جائے کہ حکومت اس کے مقابلے میں بے بس ہو جائے
 اور اس وقت حکومت کا تختہ الٹ کر حکومت پر قبضہ کر لیا جائے۔ آپ یقین
 کریں کہ حکومت پر موجود لوگ ڈمی ہوں گے۔ اصل اقتدار آپ کے اور

میرے پاس ہوگا۔“ شوگی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
 ”اوہ۔ مگر اس کے لئے تو بہت خفیہ پلاننگ اور بے شمار روپے کی
 ضرورت ہوگی اور میں اکیلا۔“ راضی نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔
 ”روپے پیسے کی محکومت کرو۔ باقی رہی پلاننگ۔ تو بس تمہارا
 کام صرف اتنا ہوگا کہ جیسے میں کہتی جاؤں۔ کرتے جاؤ۔ نتیجہ مجھ پر
 جھوڑ دو۔“ شوگی نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 اور پھر اس سے پہلے کہ راضی کچھ کہتا۔ شوگی تیزی سے بستر سے
 اٹھی اور الماری کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے الماری کھول کر ایک بیگ
 اٹھایا اور اسے لاکر راضی کے سامنے رکھ دیا۔
 ”اسے کھولو۔“ شوگی نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 اور راضی نے بیگ کی زپ کھولی۔ دوسرے ہی لمحے اس کی آنکھیں حیرت
 سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ بیگ بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیوں سے بھرا ہوا
 تھا۔

”یہ دس لاکھ روپے ہیں۔ یہ صرف تمہارے ہیں۔ جس طرح چاہو تمہارا
 کرو۔ کوئی حساب نہ ہوگا۔ بس عیش کرو۔ کام کے لئے اور فہر
 وافر مقدار میں مل جائے گا۔“ شوگی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”اوہ۔ اوہ۔ اتنی بڑی رقم۔“ راضی کا چہرہ حیرت سے مسخ
 ہونے لگا تھا۔

”ارے۔ یہ تو کچھ بھی نہیں۔ یہ تو صرف پہلی قسط ہے۔ تم
 دیکھنا کہ میں تمہیں کہاں پہنچا دیتی ہوں۔ میری فطرت ہے کہ جو مجھ پسند
 آجائے۔ میں اسے اس بلندی پر پہنچا دیتی ہوں، جہاں کا تصور بھی ناممکن ہے۔“

”ٹھیک ہے راضی۔۔۔ اب تم جاؤ۔۔۔ میں تمہیں پھر بلاؤں گی۔“ شوگی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور راضی بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

شوگی نے بیگ اٹھا کر راضی کے ہاتھ میں پھڑپھڑا دیا۔ راضی چند لمحوں تک کھڑا ہوٹ چاٹتا رہا۔ اس کی آنکھوں سے ہوس کی چمکا رہاں بھڑپھڑا رہی تھیں۔ چہرہ شدت جذبات سے سرخ ہو گیا تھا۔ مگر پھر اس نے اپنے آپ کو سمجھا لیا اور تیز تیز قدم اٹھا تا دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

راضی کے باہر نکلنے ہی شوگی نے بڑے نفرت اور حسارت بھرے انداز میں منہ بنایا اور پھر وہ تیزی سے الماری کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے الماری میں پڑا ہوا ایک ٹرانسپیر اٹھایا۔

اس کو آن کر کے اس نے سوئی کو گھماتے ہوئے مخصوص ہندسے پر فٹ کیا اور پھر ٹرانسپیر کا ٹن آف کر دیا۔ اس نے اسے دوبارہ آن کیا۔ پھر آف کر دیا۔ پھر آن کیا اور پھر آف کر دیا۔ جب چوتھی بار اس نے اسے آن کیا تو ٹرانسپیر سے بجلی ملکی موسیقی پھوٹنے لگی۔ چند لمحوں تک موسیقی کی تانیں کمرے میں بکھرتی رہیں پھر اچانک موسیقی بند ہو گئی اور ایک نسوانی آواز گونجی۔

”ہیلو۔۔۔ وی سپیکنگ۔۔۔ اور۔“

”شوگی سپیکنگ۔۔۔ اور۔“ شوگی نے بڑے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”رپورٹ دو شوگی۔۔۔ اور۔“ دوسری طرف سے کڑخت لہجے میں پوچھا گیا۔

”راضی کو تیار کر لیا گیا ہے مادام۔۔۔ رقم والا بیگ اس کے حوالے کر دیا گیا ہے۔۔۔ بیگ میں وہ لٹافہ بھی موجود ہے جس میں راضی اور اس کی محبوبہ

شوگی نے بڑی لاپرواہی سے کہا۔

”اوہ۔۔۔ مگر مجھے کرنا کیا ہوگا۔۔۔ راضی اب گھبرا رہا تھا۔ شاید رقم اس کے تصور سے بہت بڑی تھی۔

”فی الحال کچھ نہیں۔۔۔ بس عیش کرو۔۔۔ جب وقت آئے گا میں تمہیں بتا دوں گی۔ اور سنو۔۔۔ اس بیگ میں نوٹوں کے نیچے تمہارے لئے ایک لٹافہ بھی موجود ہے، اسے ضرور دیکھ لینا۔“ شوگی نے کہا۔

”اوہ۔۔۔ یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔۔۔ آپ نے مجھ پر جو اعتماد کیا ہے میں اس کے لئے شکریہ گزار ہوں۔۔۔ آپ یقین کریں کہ میں آپ کے احکامات کی تعمیل کے لئے جان کی بازی لگا دوں گا۔“ راضی نے بڑے بڑے مخصوص لہجے میں کہا۔

رقم دینے سے پہلے شوگی راضی کو آپ کہہ رہی تھی جبکہ اب راضی اسے آپ کہہ رہا تھا۔

”شکریہ۔۔۔ مجھے اپنے انتخاب پر فخر ہے۔۔۔ اچھا۔۔۔ اب تم جا سکتے ہو۔۔۔ فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔۔۔ اور سنو راضی۔۔۔ میں نے تم پر اعتماد کیا ہے۔۔۔ میرے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچے ورنہ تم جاتے ہو کہ مجھے تمہاری اذیت ناک موت پر بڑا افسوس ہوگا۔“ شوگی نے راضی کی آنکھوں میں ٹھنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔ اور راضی کو ایک لمحے کے لئے یوں محسوس ہوا جیسے وہ گوشت پوست کی بجائے کوئی پتھر کا مجسمہ ہو۔

”اوہ۔۔۔ ایسا نہیں ہوگا۔۔۔ راضی اپنے قول کا پکا ہے۔ اور پھر آپ کو حاصل کرنے کے لئے تو میں لوہے کے ٹکڑے کو آگ میں جھونکنے کے لئے تیار ہوں۔“ راضی نے لہجے کو پُر اعتماد بناتے ہوئے کہا۔

کی عریاں تصاویر ہیں۔ اور۔۔۔ شوگی نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ دیری گڈ۔۔۔ مجھے تمہاری صلاحیتوں سے یہی امید تھی۔ فی الحال بس تم نے یونیورسٹی میں رہ کر راضی کی نقل و حرکت چیک کرنی ہے۔ ٹیم کے باقی ممبر بھی اسے چیک کریں گے۔ جب ضرورت ہوگی میں خود نہیں مزید ہدایات دوں گی۔ اور۔۔۔ مادام وی نے جواب دیا۔

”بہتر مادام۔۔۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔ اور۔۔۔ شوگی نے جواب دیا۔

”اور سنو۔۔۔ یونیورسٹی میں ایسے لڑکوں کی تلاش کرو جو ہمارے مشن کے لئے کام کر سکیں۔ مجھے ان کے متعلق رپورٹ دینا پھر میں خود انہیں چیک کروں گی اور ہدایات دوں گی۔ اور۔۔۔ مادام وی نے کہا۔

”ٹھیک ہے مادام۔۔۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں یہ کام کر لوں گی۔ اور۔۔۔ شوگی نے جواب دیا۔

”اور اینڈ آل۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی موسیقی کی تائیں دوبارہ اُبھرنے لگیں۔ شوگی نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے ٹرانسمیٹر دوبارہ الماری میں رکھ دیا اور دوبارہ بڑے آسودہ انداز میں بستر پر لیٹ کر رسالے کے مطالعے میں مصروف ہو گئی۔

اور پھر یہ خبر پوری یونیورسٹی میں جنگل کی آگ کی طرح پھیلی چلی گئی کہ کسی ریاست کے شہزادے نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا ہے۔ اور شہزادہ نہ صرف بے حد خوبصورت ہے بلکہ انتہائی شہنشاہ اور کھنڈرا بھی ہے۔ اس خبر کو پھیلانے میں کچھ تو ان لڑکوں اور لڑکیوں کا ہاتھ تھا جنہوں نے عمران سے باتیں کی تھیں اور کچھ نوٹس بورڈ پر لگنے والے نوٹس کا اثر تھا۔ جس میں ایم اے انگلش میں پرنس آف ڈھمپ کے داخلے کا اعلان کیا گیا تھا۔

پوری یونیورسٹی میں ہر طرف پرنس کے متعلق ہی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ اور وہ لڑکے اور لڑکیاں جنہوں نے عمران سے باتیں کی تھیں۔ بڑے فخر پر پہلے میں پرنس کے متعلق بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہے تھے۔

پرنس ابھی تک یونیورسٹی نہ پہنچا تھا۔ اس لئے ہر شخص کی نظریں گیٹ پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ سب پرنس کو دیکھنا چاہتے تھے۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد ایک سرخ رنگ کی لمبی چوڑی اور انتہائی قیمتی کار گیٹ میں داخل ہوئی۔ کار پر ناما نوس سا جھنڈا لہرا رہا تھا اور نمبر پلیٹ پر ریاست ڈھمپ کے الفاظ اور ”عقاب“ کا مونو گرام بنا ہوا تھا۔

کار آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی پارکنگ میں آکر رکی۔ یونیورسٹی کی تمام لڑکیاں

اور لڑکے تیزی سے پارکنگ کی طرف سٹپٹے چلے آئے۔

کار کا دروازہ کھلا اور جوزف اپنی مخصوص خاکی وردی میں نیچے اتر آ۔ اس کے دونوں اطراف میں لپکتے ہوئے پولیٹروں میں ریلو اور لٹک رہے تھے۔ اس نے بڑے مودبانہ انداز میں کار کا عقبی نشست کا دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے عمران کشمشی رنگ کے قیمتی کپڑے اور ماہرانہ تراش کے سوٹ میں ملبوس باہر آگیا۔ وہ اس قیمتی اور سمارٹ لباس میں بے حد خوبصورت اور وجہہ معلوم ہو رہا تھا۔

”ارے — یہ تو واقعی پرنس ہے۔“

”ارے — کتنا خوبصورت اور وجہہ ہے۔“ لڑکیوں میں کھسک چڑھ کر شروع ہو گئی اور ہلکی ہلکی سسکیاں بلند ہونے لگیں۔

عمران ہاتھ میں ایک فائل اٹھائے بڑے اطمینان بھرے انداز میں آگے بڑھا اور جوزف اس کے پیچھے بڑھے جو کئے انداز میں چل رہا تھا۔

”بڑا خوفناک باڈی گارڈ ہے اس کا — تو بہ پورا دیو ہے۔“ لڑکوں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

عمران کے چہرے پر حماقت آمیز سنجیدگی تھی۔ وہ یوں آنکھیں پٹ پٹا رہا تھا جیسے پہلی بار دھوپ میں آنکھیں کھولی ہوں۔

”بھی آپ لوگ کیوں یہاں اکٹھے ہیں۔“ کیا والکس چانسلر صاحب کی شادی ہو رہی ہے۔“ عمران نے قریب آکر بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے سب لڑکے اور لڑکیاں اس کی بات سن کر کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

”کمال ہے۔ شادی کوئی بننے والی بات ہے۔ یہ تو رومنہ کا مقام ہوتا ہے۔ ایک شریعت آدمی کے ساتھ اس کی زندگی کی سب سے بڑی زیادتی

ہو رہی ہوتی ہے۔“ عمران نے اور زیادہ حماقت آمیز لہجے میں کہا۔

”واہ — شادی تو ایک رومانٹک واقعہ ہوتا ہے اور آپ اسے زیادتی کہہ رہے ہیں۔“ ایک لڑکی نے بلند آواز میں کہا۔

”رومانٹک واقعہ — یعنی دس بچے چیخ مچا رہے ہوں۔ کسی کی ناک بہہ رہی ہو — کسی کو بخار ہو — اور وہ شریعت آدمی ان کے درمیان کھڑا کان بند کئے انہیں گھر کیاں دے رہا ہو — واقعی رومانٹک واقعہ ہے۔“ عمران نے تصویر کشی کرتے ہوئے کہا اور ساری یونیورسٹی کشت زعفران بن گئی۔

اتنے میں پیرٹل گنگے کی گھنٹی بج گئی اور سب لڑکے لڑکیاں بادل خواستہ اپنے اپنے شعبوں کی طرف بڑھ گئیں۔

”آئیے پرنس — آج سب سے پہلے پروفیسر اکرم کا پیرٹل ہے۔“ ایک لڑکے نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں چلو۔“ عمران نے کہا۔ اور پھر وہ شعبہ انگریزی کے لڑکے اور لڑکیوں کے جلوس میں بڑے شامانہ انداز میں شعبے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

جوزف اس کے پیچھے پیچھے بڑے مودبانہ انداز میں چل رہا تھا۔

”پرنس — یہ آپ کا باڈی گارڈ ہے۔“ ایک لڑکی نے پوچھا۔

”یہ ہمارے والد صاحب کا عطیہ ہے۔“ کم بہنت ہماری پوری باڈی کا گارڈ بننا ہوا ہے۔ ذرا ہم نے اپنی باڈی کو غلط سمت میں ہلایا اور اس نے ریلو اور نکالا۔“ عمران نے بڑے بیزار سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ویسے پرنس — باڈی گارڈ ہے بہت شاندار۔“ ایک لڑکے

نے کہا۔
 ”آپ کو پسند ہے تو آپ لے لیں۔ دس بوتلیں دیکھی کی روزانہ پیتا ہے۔ معمولی سا خرچہ ہے۔“ عمران نے لاپرواہ سے لہجے میں کہا۔
 ”دس بوتلیں“۔ نب نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔
 ”ہاں۔ مذاق نہیں کر رہا۔“ یہ اس کا کم سے کم کوڑ ہے۔
 کمبخت پانی کی طرح پیتا ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔
 ”اے نشہ نہیں ہو جاتا۔“ ایک لڑکی نے بڑے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”ہو جاتا ہے۔ اور جب نشہ ہوتا ہے تو پھر لڑکیاں اس کی مرغوب غذا ہیں۔“ افریقہ کے آدم غور قبیلے کا سردار ہے۔“ عمران نے کہا۔
 اور لڑکیاں یوں بدک کر پرے ہٹ گئیں جیسے انہیں ڈر ہو کہ ابھی انہیں پکڑ کر کھا جائے گا۔

پھر عمران سب ساتھیوں سمیت کلاس روم میں داخل ہو گیا۔ ان سب نے خود ہی اسے سب سے اگلی قطار میں بٹھایا۔ جوزف اس کی کرسی کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔
 ”بھئی یہ تمہارا باڈی گارڈ یہاں کیسے کھڑا ہو گا۔“ اسے باہر کھڑا کر دے۔
 لڑکیوں نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

”مارشل۔“ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
 ”بیس باس۔“ جوزف نے الٹ ہوتے ہوئے کہا۔
 ”دروازے پر کھڑے ہو جاؤ۔“ عمران نے بڑے محکمہ لہجے میں کہا۔
 ”بیس باس۔“ جوزف نے کہا اور پھر فوجی انداز میں چلتا ہوا وہ دروازے

کے باہر کھڑا ہو گیا۔
 اسی لمحے پروفیسر اکرم ایک ضخیم کتاب اٹھائے کلاس روم کی طرف آتے دکھائی دیئے مگر دروازے پر جوزف کو کھڑے دیکھ کر ٹھٹھک کر رک گئے۔
 جوزف دروازہ روکے بڑے مطمئن انداز میں کھڑا تھا۔
 ”کون ہو تم۔“ کیوں کھڑے ہو۔“ پروفیسر اکرم نے حیرت بھرے انداز میں جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

”مجھے دروازے پر کھڑا ہونے کے لئے کہا گیا ہے۔“ اس لئے کھڑا ہوں۔“ تم کون ہو پوچھنے والے۔“ جوزف نے انتہائی درشت لہجے میں کہا۔

”بھاگ جاؤ یہاں سے۔“ ہٹو راستے سے۔“ پروفیسر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اوه۔“ تم مجھے بھاگنے کے لئے کہہ رہے ہو۔“ جوزف نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ اور دوسرے لمحے اس نے ریو الوور ہولسٹر سے نکالا اور ریو الوور کی نالی پروفیسر کے سینے پر رکھ دی۔ پروفیسر کے ریو الوور دیکھتے ہی ہوش اڑ گئے۔ ان کی ٹانگیں کاٹنے لگیں۔
 ”مارشل۔“ اچانک عمران نے اندر سے ہانک لگائی۔
 ”بیس باس۔“ جوزف نے جواب دیا۔

”یہ پروفیسر اکرم ہیں۔ ان کا ادب کرو۔“ عمران نے کہا۔
 ”بیس باس۔“ جوزف نے بڑے میکانیکی انداز میں جواب دیا۔ اور پھر دوسرے لمحے وہ تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ ریو الوور ہولک جھپکنے میں دوبارہ ہولسٹر میں غائب ہو گیا۔

”تشریف لے جائیے جناب“۔ جوزف نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا اور پروفیسر اکرم سر جھٹکے ہوئے کلاس روم میں داخل ہو گئے۔
 ”یہ کون ہے“۔ پروفیسر نے کتاب میز پر رکھتے ہوئے پوچھا۔
 ”ہمارا باڈی گارڈ ہے جناب“۔ عمران نے جواب دیا۔
 ”اوہ — تم — تم آگے“۔ پروفیسر نے چونک کر عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہمارا نام پرنس آف ڈھمپ ہے پروفیسر“۔ ”تم“ نہیں“۔ عمران نے بے نیازی سے جواب دیا۔
 ”ہونہر — پرنس — اگر تم نے میرے شعبے میں رہنا ہے تو تمہیں طالب علم بن کر رہنا ہوگا — تم میرے لئے ایک طالب علم ہو۔ میں کلاس میں طالب علموں کو تو برداشت کر سکتا ہوں — پرنسوں کو نہیں سمجھے۔“
 پروفیسر اکرم کو غصہ آگیا۔

”سر — یہ بتائیے — طالب علم کسے کہتے ہیں“۔ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔
 ”علم کو طلب کرنے والا — علم حاصل کرنے والا“۔ پروفیسر نے حیران ہوتے ہوئے جواب دیا۔

”اور علم کسے کہتے ہیں“۔ عمران نے دوسرا سوال کیا۔
 ”تم یہاں پڑھنے کے لئے آئے ہو یا میرا انٹرویو لینے“۔ پروفیسر نے غصیلے لہجے میں جھنجھلا کر کہا اور پھر انہوں نے فوراً ہی کتاب کھولی اور اپنا لیکچر شروع کر دیا۔ تمام طالب علموں نے اپنی اپنی کاپیاں کھولیں اور نوٹس لینے شروع کر دیئے۔

عمران تھوڑی دیر تو خاموش بیٹھا لیکچر سناتا رہا۔ مگر پھر اچانک وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”سر“۔ عمران نے کہا اور پروفیسر مکیم خاموش ہو گئے۔
 ”کیا بات ہے — میں لیکچر کے دوران کسی کو بولنے کی اجازت نہیں دے سکتا — جو کچھ پوچھنا چاہو — بعد میں پوچھ لیا کر دو“۔ پروفیسر نے غصے سے بھڑکتے ہوئے کہا۔

”سر — آپ آج سے ستر سال پہلے کے نظریات بتا رہے ہیں جبکہ اب تو اس سے بھی جدید نظریات سامنے آگئے ہیں“۔ عمران نے جواب دیا۔ اور پھر اس نے جدید نظریات پر باقاعدہ لیکچر شروع کر دیا۔ اور پروفیسر اور لڑکے حیرت سے بت بنے اسے دیکھتے رہ گئے۔
 ”ت — تم نے یہ سب کیسے پڑھ لیا“۔ پروفیسر نے خفت بھرے انداز میں کہا۔

”آنکھوں سے پڑھا ہے جناب — اور تو میرے پاس پڑھنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے“۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”ٹھیک ہے — یہ بات ہے تو تم خود کلاس کو پڑھاؤ — میں جا رہا ہوں“۔ پروفیسر سے جب اور کوئی بات ذہن سکی تو اس نے کتاب اٹھالی۔

”اے — اے — ایسی بات نہیں — آپ پڑھائیں — میں جا رہا ہوں — جب آپ ستر سال بعد کے نظریات پر سنیچیں گے تو میں آجاؤں گا“۔ عمران نے کہا۔

اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ جوزف اس

کے پیچھے پیچھے چل دیا۔
 عمران کلاس روم سے نکل کر سیدھا ہوٹل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ہوٹل
 کالج سے ملحق ہی تھا۔ اس وقت ہوٹل خالی پڑا ہوا تھا۔ صرف چوکیدار موجود
 تھا۔

اس نے جب عمران کو جوزف سمیت آنے دیکھا تو وہ بوکھلا گیا۔
 ”بج — جناب فرمائیے“ — چوکیدار نے گہرائے ہوئے لمبے میں

پوچھا
 ”ہمارا کمرہ کہاں ہے“ — عمران نے جیب سے ایک بڑا سائٹ
 نکال کر چوکیدار کے ہاتھ میں پکڑتے ہوئے کہا۔
 ”چوکیدار کے ہاتھ اتنا بڑا نوٹ دیکھ کر بھول گئے۔ یہ تو شاید اس کے
 دو ماہ کی تنخواہ سے بھی زیادہ تھا۔

”بج — جناب“ — چوکیدار نے بوکھلائے ہوئے لمبے میں کہا۔
 ”ہمارا نام پرنس آف ڈھب ہے“ — عمران نے کہا۔
 ”اوہ — آپ کا کمرہ مس شوگی کے ساتھ والا ہے — بڑا اچھا کام
 ہے جناب“ — چوکیدار نے زیادہ مرعوب ہو گیا۔

”مس شوگی“ — عمران نے اس نام پر حیران ہوتے ہوئے کہا۔
 ”جناب وہ غیر ملکی لڑکی ہے — جناب بڑی خوبصورت ہے۔ دو ماہ
 ہوئے ہیں یہاں آئی ہے۔ جناب اس کا کمرہ اتنا سجا ہوا ہے کہ بس
 کچھ نہ پوچھیں“ — چوکیدار نے جواب دیا۔

”ہوں — ٹھیک ہے — دیکھ لیں گے — تم ہمارا کمرہ دکھاؤ“
 عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”آئیے جناب“ — چوکیدار نے کہا اور پھر وہ ہوٹل کی عمارت میں گھستا
 چلا گیا۔ آخری رد کے آخری سے پہلے کمرے کے قریب جا کر وہ ٹک گیا۔
 اس نے کمرے کا دروازہ کھولا۔

یہ ایک کافی بڑا اور ہوادار کمرہ تھا۔ اور عمران کو یہ کمرہ اس لئے بھی پسند
 آگیا تھا کہ اس کے ساتھ بیرونی دروازہ تھا جہاں سے آسانی سے آیا اور چایا
 جاسکتا تھا۔

”اس کی صفائی کرو — ہم کل دیکھنے آئیں گے — اور سنو —
 صفائی اچھی طرح ہونی چاہیئے — انعام بھی ملے گا“ — عمران نے کہا
 اور واپس مڑ گیا۔

”حضور آپ تسلی رکھیں“ — چوکیدار نے ادب سے جھکتے ہوئے
 کہا۔

اور عمران جو زف سمیت واپس ہوٹل کے گیٹ کی طرف مڑ گیا۔
 چوکیدار بھی بڑے موہ بانہ انداز میں ان کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ اس کے
 چہرے پر مسرت کا اظہار بہہ رہا تھا۔ وہ بار بار جیب میں ہاتھ ڈال کر نوٹ
 کی موجودگی کا یقین کرتا۔ اور پھر عقیدت بھری نظروں سے عمران کو دیکھنے
 لگ جاتا۔

ابھی عمران مین گیٹ کے قریب نہ پہنچا تھا کہ ایک خوبصورت غیر ملکی لڑکی
 ہاتھ میں کتاب پکڑے اندر داخل ہوئی۔ اس نے چونک کر عمران اور جوزف کو
 دیکھا۔ اور پھر آگے بڑھ گئی۔ عمران نے ایک اچھٹی ہوئی نظر اس پر ڈالی اور
 پھر لا پرواہی سے آگے بڑھ گیا۔ جبکہ لڑکی بار بار مڑ کر اسے دیکھ رہی تھی۔
 ”جناب — یہی مس شوگی ہے — آپ کے ساتھ والا کمرہ اس

کا ہے جناب۔“ چوکیدار نے عمران کی معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے
 ”ہوں۔“ عمران نے ہنکارا بھرا۔ اور پھر وہ مین گیٹ سے باہر نکل
 چوکیدار سلام کر کے واپس مڑا تو مس شوگی نے جو برآمدے میں کھڑ
 تھی۔ اسے بلایا۔

”یہ کون تھے۔“ مس شوگی نے پوچھا۔

”مس صاحبہ۔۔۔ یہ کسی ریاست کے پرنس ہیں۔۔۔ یونیور
 میں داخل ہوئے ہیں۔۔۔ آپ کے ساتھ والا کمرہ انہیں ملا ہے۔۔۔
 دیکھیں۔۔۔ انہوں نے اتنا بڑا لوٹ مجھے انعام میں دیا ہے۔“ چوکیدار
 نے باچھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ تو یہی پرنس آف ڈھب ہیں۔۔۔ ٹھیک ہے۔“
 مس شوگی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ اور پھر تیزی سے اپنے کمرے
 طرف بڑھ گئی

راضی بیک اٹھائے جب واپس اپنے کمرے میں پہنچا۔ اس کے
 چہرے پر سوش کے گہرے تاخرات نمایاں تھے۔
 راضی سولے بڑھائی کے باقی ہر کام میں انتہا درجے کی تہارت رکھتا تھا۔
 راضی کے والدین کا فی عرصہ پہلے کا روبرو کے سلسلے میں بیرون ملک چلے گئے تھے
 اور دونوں نے وہاں کی شہریت اختیار کر لی تھی۔ انہوں نے بڑی کوشش کی
 کہ راضی کو بھی وہاں بلا لیں۔ مگر راضی اس پر تیار نہ ہوا۔

اسے کالج کے زمانے سے ہی سٹوڈنٹس لیڈری کا چمکے پڑ گیا تھا۔ اور وہ اپنی
 بے پناہ جوڈ توڑ کی صلاحیتوں کی وجہ سے کالج کی سٹوڈنٹس یونین کا صدر منتخب ہوا۔
 وہ بہترین مقرر۔۔۔ ٹاکی کا مایہ ناز کھلاڑی اور ساتھ ہی جوڈ و کراٹے اور باکسنگ
 کا بھی ماہر تھا۔ اس کا جسم کھلاڑیوں کی طرح خوبصورت تھا۔ اور خوبصورت باتیں
 کرنی جانتا تھا۔ اس لئے لڑکے اور لڑکیوں میں اس کی شخصیت کیساں طور پر
 مقبول تھی۔ اس کے والدین اسے ہر ماہ کافی بڑی رقم خرچ کے طور پر بھیج دیتے
 تھے۔ اس لئے اسے روپے پیسے کی کمی پر واہ نہ رہی تھی۔

کالج کے بعد یونیورسٹی میں آکر تو اس کی صلاحیتیں اور نکھر گئیں۔ اور آہستہ
 آہستہ وہ نہ صرف یونیورسٹی سٹوڈنٹس یونین کا صدر منتخب ہو گیا۔ بلکہ پورے ملک

کی سٹوڈنٹس فیلوشپ کا جنرل سیکرٹری بھی بن گیا۔

وہ ایک لائبرالی سانو جوان تھا جو منجھے ہوئے سیاستدانوں کی طرح ہر محفل کا جان بن جانے کا گڑ جانتا تھا اور ہر موقع سے فائدہ اٹھانے سے کبھی نہ ہچکچاتا تھا۔ اس کے تصور میں بھی تعلیم کے بعد سیاسی زندگی اپنانے کی خواہش موجود تھی اور وہ سوچتا تھا کہ ایک روز ایسا ضرور آئے گا جب وہ اس ملک کا وزیر اعظم منتخب ہو جائے گا۔

اور اب وہ اپنے کمرے کی طرف آتے ہوئے اسی بات پر غور کر رہا تھا۔ ۱۱۔
بچہ نہیں تھا کہ شوگی کی باتوں سے اتنا بھی نہ سمجھ سکتا کہ شوگی غیر ملکی ایجنٹ ہے اور طالب علم تحریک کا سہارا لے کر موجود حکومت کا تختہ الٹنا چاہتی ہے۔ اسے معلوم تھا کہ شوگی نے اسے کیوں منتخب کیا ہے۔ اسے اپنی اہمیت کا اچھی طور پر احساس تھا۔ آج سے پہلے اس نے کبھی اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ مگر اب وہ اس سلسلے میں پوری طرح غور کرنا چاہتا تھا۔ وہ شوگی کے ساتھ تعاون اور عدم تعاون کے ہر پہلو پر پوری تفصیل کے ساتھ غور کرنا چاہتا تھا۔

جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا۔ سامنے کرسی پر حسن کو بیٹھے دیکھ کر چونک پڑا۔ حسن اس کا دوست بھی تھا اور سیاسی ہنگاموں کا ساتھی بھی۔ ان دونوں کی گہری چھینٹ تھی۔

”کہاں سے آرہے ہو راضی۔“ کافی دیر سے انتظار کر رہا ہوں۔“ حسن نے شکایت بھرے لہجے میں کہا۔

”بس۔ ذرا ایک کام کیا تھا۔“ راضی نے سر ہلچے میں کہا اور پھر اس بیگ الماری میں رکھ دیا۔ اسے حسن کی اس وقت آمد ناگوار گزری تھی۔

”کمال ہے۔“ آج بچہ جانے کا پروگرام تھا۔ مگر تم تو یوں کہہ رہے

جیسے تمہیں یاد ہی نہ ہو۔“ حسن نے کہا۔

”نہیں حسن۔“ آج میری طبیعت خراب ہے۔ میں بس سونا چاہتا ہوں۔ کل چلیں گے پکچر پر۔“ راضی نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”واقعی۔ تمہاری طبیعت کچھ خراب ہی لگتی ہے۔“ اچھا تم سوؤ۔

میں چلتا ہوں۔“ حسن نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر بھی ناگواری کے تاثرات تھے۔ شاید اسے راضی کی اس طرح اچانک سڑنہری کھل گئی تھی۔

حسن کے جانے کے بعد راضی نے دروازہ اندر سے لاک کیا۔ اور شیشے کے پیچھے ایک کارڈ لکھا دیا۔ کارڈ پر نوٹسٹریٹس کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ اس کارڈ کو دیکھنے کے بعد اب کوئی لڑکا کمرے میں نہیں آئے گا۔ یہ ان کے ہوسٹل کا اصول تھا۔

اس کے بعد دوبارہ راضی الماری کی طرف بڑھا۔ اس نے الماری سے بیگ اٹھایا۔ اور ایک کونے میں آکر اس نے بیگ فرش پر پڑا دیا۔ یہ کونہ ہر طرف سے محفوظ تھا۔ یہاں اسے کوئی چیک نہ کر سکتا تھا۔ بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں فرش پر بکھر گئیں۔ راضی نے نوٹ اٹھا کر انہیں غور سے دیکھا۔ اس نے نفلوں میں دیکھا تھا کہ مجرم جعلی نوٹ بھی استعمال کرتے ہیں۔ مگر یہ نوٹ اصلی تھے اور گڈیوں پر بینک کی مہرس موجود تھیں۔ راضی نے بیگ کے اندر ہاتھ ڈالا تو ایک بڑا سا لفافہ موجود تھا۔

راضی نے لفافہ باہر نکال لیا۔ لفافے میں چند تصویریں تھیں۔ راضی نے جیسے ہی تصویریں باہر نکالیں۔ وہ یوں اچھلا جیسے پکھونے ڈنگ مار دیا ہو۔ اس کا چہرہ ہلکی سی طرح زرد پڑ گیا تھا۔ تصویروں میں راضی ایک لڑکی کے ساتھ محو اختلاط تھا۔ تصویریں واضح تھیں اور راضی کی اور لڑکی کے چہرے صاف پہچانے جاتے تھے۔ یہ لڑکی یونیورسٹی میں ہی پڑھتی تھی اور ایک بہت بڑے سیاستدان کی لڑکی

تھی۔ تصویروں کے ساتھ ایک ٹائپ شدہ رقعہ بھی تھا۔ راضی نے جلدی سے رقعہ پڑھا۔

”مستر راضی — یہ تصویریں بطور نمونہ ہیں — اس قسم کی بے شمار تصویریں ہمارے پاس موجود ہیں — اگر یہ تصویریں یونیورسٹی اور پورے ملک کے طالب علموں میں تقسیم کر دی جائیں تو ایک اہمیتی بھی سمجھ سکتا ہے کہ تمہاری طالب علم سیاست کا کیا حشر ہوگا — اور دوسری بات یہ کہ اس لڑکی کا باپ بہت با اثر ہے — جب یہ تصویریں اسے ملیں گی تو اس کے لئے اپنی اور اپنی لڑکی کی عزت بچانے کا ایک ہی راستہ ہوگا کہ تم کسی پیشینہ ور قاتل کے ہاتھوں مارے جاؤ اور تمہاری لاش کسی خوفناک دلدل کی تہہ میں سڑتی گئی رہے — لیکن یہ سب کچھ بھلا یا جاسکتا ہے — اگر تم ہمارے ساتھ تعاون کرو“

رقعہ کے آخر میں دستخطوں کی جگہ دی کا حرف ٹائپ تھا۔

راضی نے ایک طویل سانس لی۔ اس نے ڈھیلے ہاتھوں سے دوبارہ نوٹوں کو بیگ میں بھر دیا اور بیگ اٹھا کر الماری کے ایک ایسے غلے میں ڈال دیا۔ جو مقفل ہو جاتا تھا۔ تصویروں والا لفافہ ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔

لفافہ لئے وہ سیدھا اس جگہ کی طرف گیا۔ جہاں چائے بنانے کے لئے برقی ہیٹر موجود تھا۔ اس نے ہیٹر جلایا اور پھر پہلے اس نے وہ رقعہ جلایا۔ پھر ایک ایک کر کے وہ تصویریں جلا دیں۔ آخر میں وہ لفافہ بھی جلا کر اس نے ہیٹر بند کر دیا۔ اور ڈھیلے قدموں سے بستر کی طرف بڑھا چلا آیا۔ اس کے دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔

لفافہ کھولنے سے پہلے وہ اس پہلو پر سوچ رہا تھا کہ مجرموں سے تعاون کرے یا نہ کرے۔ مگر اب سوائے تعاون کے اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہ تھا۔ ایک لمحے کے لئے اس نے سوچا کہ وہ صبح اٹھتے ہی خاموشی سے اس ملک سے باہر اپنے والدین کے پاس چلا جائے۔ اور اس ملک اور یہاں کی سیاست کو ہمیشہ کے لئے بھول جائے۔

مگر اب اس پر واضح ہو گیا تھا کہ مجرم بے حد ہوشیار اور چالاک ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ ان کی نظروں میں ہو۔ اور وہ اسے ایئر پورٹ پر ہی گولی مار دیں۔ دوسرے لمحے اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اگر وہ مجرموں سے تعاون کرے اور ملک کی حکومت کا تختہ الٹ دے تو یقیناً اسے اس تعاون کے بدلے میں بہت کچھ مل سکتا ہے جبکہ دوسری صورت میں موت کا اندھیرا ہی تھا۔ چنانچہ کافی دیر کی کش مکش کے بعد اس نے مجرموں سے بھرپور تعاون کا فیصلہ کر لیا۔ اور اس فیصلے کے بعد اس کے ذہن کو سکون مل گیا اور وہ تپتی بجھا کر اطمینان سے سو گیا۔

اس وقت صدر اور کیپٹن تشکیل جو یا کے فلیٹ میں بیٹھے گپ شپ

میں مصروف تھے۔
”مجھے تو یہ سب کچھ کوئی خاص پکیر ہی محسوس ہوتا ہے۔“ جو یا نے
اچانک کہا۔

”کونسا پکیر؟“ صدر نے چونک کر پوچھا۔
”یہی۔ پوری ٹیم کا یونیورسٹی میں داخلہ لینا۔“ جو یا نے جواب
دیتے ہوئے کہا۔

”مگر مجھے تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی۔ بس تفریح ہو رہی ہے
اگر کوئی پکیر ہو تو یقیناً ایکسٹرمس میں مہدایات دیتا۔“ صدر نے جواب
دیا۔

”میں نہیں مانتی۔ ایکسٹرمس کو بھلا کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ وہ یونیورسٹی
میں ہمارے داخلے کرانا پھرے۔“ جو یا نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔
”بھئی۔۔۔ یہ ایکسٹرمس بھی عجیب شے ہے۔ جب موڈ میں آ
جائے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ ویسے میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ
کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔“ کیپٹن شکیل نے ہنستے ہوئے کہا۔
”اصل بات یہ ہے۔ کہ مسلسل مجرموں کے خلاف کام کر کے ہمارا
حال بھی پولیس والوں کی طرح ہو گیا ہے۔ جو سیدھی سادی بات کو بھی
مشکوٰۃ نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اب دیکھو۔۔۔ ہو سکتا ہے ایکسٹرمس
نے واقعی تفریح کے لئے ہمیں دباں بھیجا ہو۔ مگر ہمیں یقین نہیں آ
رہا۔“ صدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”ویسے ایک بات ہے۔ یونیورسٹی میں داخلے کے بعد ہم سب

ایکسٹرمس کے کہنے پر صدر، جو یا، تنویر، نعمانی اور چوہان بھی عمران کی
نئی تفریح میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے یونیورسٹی کے مختلف شعبوں میں داخلہ
لے لیا تھا۔ اور ظاہر ہے اس داخلے کا انتظام بھی ایکسٹرمس ہی کیا ہو گا۔

انہیں یونیورسٹی جلتے ہوئے کئی دن ہو گئے تھے۔ اور انہیں یوں محسوس ہو رہا
تھا جیسے انہوں نے عمر کا پیہہ اٹا چلا دیا ہو۔ ہر قسم کی کھڑے سے بے نیاز لڑکوں اور
مسکراتی چمکتی لڑکیوں میں سارا دن گزار کر جب وہ واپس لوٹتے تو ان کا رواں
رُواں اطمینان سے بھر پور ہوتا۔ واقعی عمران نے جدید اور خوبصورت تفریح ٹھونڈی
تھی۔

عمران کا حال بھی وہ دیکھ چکے تھے۔ پوری یونیورسٹی میں اس کا ڈنکا بج رہا
تھا۔ لڑکے اور لڑکیاں اس کے ساتھ یوں چٹی رہتی تھیں جیسے گڑ پر مکھیاں۔ اور
عمران واقعی پرنس بنا ہوا تھا۔ وہ کئی بار پوری یونیورسٹی کی کنٹین میں دعوت کر چکا
تھا۔ اس نے کنٹین والے سے کہہ دیا کہ آج تمام دن جو کچھ لڑکے اور لڑکیاں
کھائیں سب کابل وہ ادا کرے گا۔

عمران تو جو زف کے ساتھ ہوٹل میں رہ رہا تھا جبکہ یہ سب لوگ اپنے
اپنے فلیٹوں میں رہتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں یہ سب ڈسے سکاتے تھے۔

اپنے آپ میں نامعلوم سی تبدیلیاں محسوس کر رہے ہیں۔ مجھے تو یوں لگ رہا ہے۔ جیسے میں واقعی ایک بے فکر طالب علم ہوں۔ جسے سوائے پڑھنے، اچھلنے، کودنے اور سیر و تفریح کے اور کوئی فکر ہی نہ ہو۔ کیپٹن تشکیل نے کہا۔

”یہ بات تو ہے۔ میں خود اپنے آپ کو تروتازہ محسوس کر رہا ہوں یوں لگتا ہے۔ جیسے میری اور بالنگ ہو گئی ہو۔“ صفدر نے تہقیر لگاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ یہ بات تو ہے۔۔۔ بہر حال جو کچھ ہو گا۔۔۔ سامنے آ ہی جائے گا۔۔۔ فی الحال تو عیش ہیں۔“ جویا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”سب سے زیادہ خوش تنویر ہے۔۔۔ وہ تو یوں لگتا ہے جیسے اسے زندگی کی منزل مل گئی ہو۔ ہر وقت دتین لڑکیاں چپٹائے رکھتا ہے۔“ صفدر نے کہا۔

”مجھے تو یوں لگتا ہے کہ تنویر کو اگر یونیورسٹی سے واپس آنے کا حکم ملا تو وہ انکار کر دے گا۔“ کیپٹن تشکیل نے کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

”جہاں تک میرا آئیڈیا ہے۔۔۔ یہ سب کیا دھرا عمران کا ہے۔۔۔ ایکٹو کو بھی علم نہیں ہے کہ عمران نے کیوں یونیورسٹی میں داخلہ لیا ہے۔ جس طرح ہم سوچ رہے ہیں کہ کوئی نہ کوئی چکر ضرور ہے۔ اسی طرح ایکٹو نے بھی سوچا ہو گا۔ کہ عمران کے داخلے میں کوئی نہ کوئی چکر ضرور ہے۔ اسی لئے اس نے ہمیں بھی یونیورسٹی میں داخلہ دلا دیا تاکہ اگر

واقعی کوئی پکر ہوا تو وہ ہماری معرفت اس سے آگاہ ہو سکے اور پھر کنٹرول خود سنبھال سکے۔“ صفدر نے کچھ سمجھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔۔۔ تو پھر ہمیں چاہیے کہ ہم صرف تفسیر ہی نہ کرتے رہیں بلکہ عمران پر بھی نظر رکھیں۔“ کیپٹن تشکیل نے کہا۔

”کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم عمران کے ہوسٹل جائیں اور باتوں ہی باتوں میں کوشش کریں کہ عمران آخر کس پچر میں ہے۔“ جویا نے اچانک کہا۔

”عمران سے اس کی مرضی کے بغیر کوئی بات انگوا لینا ناممکن ہے۔ اور اگر عمران نے ایکٹو کو اس پچر کی ہوا نہیں لگنے دی تو ہمیں کیسے پلو پچڑا سکتا ہے۔“ صفدر نے جواب دیا۔

”کوشش کر لینے میں ہرج ہی کیا ہے۔ پھر یہ بھی تو دیکھیں کہ ہوسٹل میں عمران کی مصروفیات کیا ہیں۔“ جویا نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ دیکھ لیتے ہیں۔۔۔ اور کچھ نہیں تو تفسیر ہی سہی۔“ صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ تینوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان دونوں کے پاس چوزنک موٹر سائیکل تھی۔ اس لئے جویا کی کار میں ہوسٹل جانے کا پروگرام بنا۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ جویا کی کار میں بیٹھے ہوئے یونیورسٹی ہوسٹل کی طرف بڑھے جلتے جا رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد کار ہوسٹل کے گیٹ میں داخل ہو گئی۔ ہوسٹل کی رونق صرف پر تھی۔ ہر طرف لڑکے اور لڑکیوں کی ٹولیاں گھومتی پھر رہی تھیں۔

بری طرح ہنس رہے تھے۔

ان کے اندر داخل ہوتے ہی وہ یکدم خاموش ہو گئے۔

”کون ہو تم — اور بغیر اجازت ہمارے کمرے میں داخل ہونے کی تمہیں جرات کیسے ہوئی“ — عمران نے انہیں دیکھتے ہی انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”پرنس — ہم یونیورسٹی میں نئے داخل ہوئے ہیں — آپ سے ملاقات کی خواہش ہمیں یہاں لے آئی ہے“ — صفدر نے بڑے مود باز لہجے میں کہا۔

”اگر ہم آسمان پر ہوتے تو کیا ہماری ملاقات کی خواہش میں تم وہاں بھی آجاتے“ — عمران نے برا سامنے بناتے ہوئے کہا۔

”لیکن آسمان پر تم پرنس نہ ہوتے — ایک روح ہوتے — اس لئے وہاں جانے کی ہمیں کوئی خواہش نہ ہوتی“ — بولیا نے برا سامنے بناتے ہوئے کہا۔

”اچھا پرنس — ہمیں اجازت — تم نئے دوستوں سے باتیں کرو“ — کرسیوں پر بیٹھے ہوئے لڑکے اور لڑکیاں اٹھ کھڑی ہوئیں اور عمران نے سر ہلا کر انہیں جانے کی اجازت دے دی۔

ان کے اٹھنے پر تنیوں نے کرسیوں پر قبضہ جمایا۔

”یار — اس بیچارے کو کیوں سارا دن کھڑا رکھتے ہو“ — صفدر نے

جوزف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”تم سم سے بے تکلف ہونے کی کوشش مت کرو مسٹر — ہمیں یہ باتیں اچھی نہیں لگتیں“ — عمران نے اسی طرح لہجے کو باعرب بناتے ہوئے کہا۔

کیپٹن ٹشکیل نے کار ایک طرف رد کی اور پھر سب نیچے اتر آئے۔
”فرمائیے جناب“ — ہوسٹل کا چکیدار تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔
”پرنس آف ڈھپ کا کمرہ کون سا ہے“ — ٹشکیل نے چکیدار سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اوہ — آئیے میں دکھا دیتا ہوں — پرنس اس وقت کمرے میں موجود ہیں — آئیے“ — چکیدار پرنس کا نام سنتے ہی مودب ہو گیا اور وہ سب زیر لب مسکرا دیئے۔

چکیدار کے انداز سے ہی محسوس ہو رہا تھا کہ عمران کی سخاوت کا شکار ہو چکا ہے۔

اور پھر وہ چکیدار کی رہنمائی میں آگے بڑھتے چلے گئے — راستے میں انہیں اپنے شیشے کے کئی طالب علم ملے اور چونکہ انہیں یونیورسٹی جاتے ہوئے کئی دن ہو چکے تھے — اس لئے سب انہیں پہچاننے لگ گئے تھے۔ اس لئے راستے میں سیلو پہلو ہوتی گئی۔

”یہ کمرہ ہے جناب — اندر پرنس کے جہان موجود ہیں — کیا نام بتاؤں جناب“ — چکیدار نے کہا۔

”وہ ہمیں ناموں سے نہیں جانتے — ہم خود مل لیں گے“ — صفدر نے کہا اور پھر دروازے کو دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ کیپٹن ٹشکیل اور جولیا نے اس کی پیروی کی۔

عمران بڑے شامانہ انداز میں ایک آرام کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ جوزف اس کے پیچھے بڑے چوکے انداز میں کھڑا تھا۔ جبکہ ارد گرد کی کرسیوں پر یونیورسٹی کے کچھ لڑکے اور لڑکیاں موجود تھیں۔ اور وہ سب عمران سے باتیں کرتے ہوئے

”ارے — تمہاری پرنسی کی ایسی کی تیسی — تم اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہو“ — جو لیا اس کے انداز سے چڑھ گئی۔

”ٹھیک ہے — ٹھیک ہے — تم اپنی صنف کی باتیں کر رہی ہو تم نے پرنس کو بھی مونٹ بنا دیا اور ایسی تیسی تو ہے ہی مونٹ“ — عمران نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

”آخر یہ سب چکر کیا ہے — کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ“ — کیپٹن شیکل نے قد سے سرگوشیاں لہجے میں کہا۔

”چکر — کون سا چکر — ہم تعلیم حاصل کر رہے ہیں — اگر تعلیم کو تم چکر سمجھتے ہو تو اور بات ہے“ — عمران بدستور اسی موڈ میں تھا۔ ”دیکھو — اگر تم نے سیدھی طرح بات نہیں کی تو میں یونیورسٹی میں تمہاری قلعی کھول دوں گا — صبح نوٹس بورڈ پر تمہارا تمام کچا چٹا لکھا ہوا موجود ہوگا“ — صفدر نے اسے دھکی دیتے ہوئے کہا۔

”نہیں — تم چٹھے کو پیکا کر نوٹس بورڈ پر لگا دینا — کچا ہوا تو معدے کو نقصان دے گا“ — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آخر یہ تو چلے کہ تم نے یونیورسٹی میں داخلہ کیوں لیا ہے“ — جو لیا نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تعلیم حاصل کرنے کے لئے — میری انگریزی کمزور تھی — اس لئے میں نے سوچا۔ انگریزی کو یونیورسٹی کے ڈٹامن کھلا کر مضبوط بنا لوں“ — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اگر تم کہو تو کننگ آف ڈھپ کو تمہاری تعلیم کے متعلق رپورٹ پہنچا دی جا“

صفدر نے سرگوشیاں لہجے میں کہا۔

”میں نے ان کی اجازت سے یہاں داخلہ لیا ہے“ — عمران بدستور ٹھس تھا۔

”یہ کچھ نہیں بتائے گا صفدر — اس کا کوئی اور علاج کرنا پڑے گا اور وہ علاج میں جانتی ہوں“ — جو لیا غصے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”آپ میڈیکل شیعے کی طالبہ نظر آتی ہیں — ویسے آپ نے کوئی قبرستان الاٹ کر لیا ہے محترمہ“ — عمران نے اسے مزید چڑھاتے ہوئے کہا۔

”بوٹش آپ — تم دیکھنا کہ میں تمہارا اشتراک کرتی ہوں“ — جو لیا نے غصے سے پیر پٹختے ہوئے کہا۔

”مارشل“ — اچانک عمران نے ہانک لگائی۔

”یس باس“ — جوزف نے چونک کر کہا۔

”انہیں باہر کا راستہ دکھاؤ — یہ پرنس سے خواہ مخواہ بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہے ہیں“ — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور جوزف تیزی سے آگے بڑھا۔ اس کے تیور واقعی خطرناک معلوم ہو رہے تھے۔

”گلگ — کیا مطلب — کیا تم ہمیں زبردستی کمرے سے باہر نکالو گے۔ جو لیا سمیت صفدر اور کیپٹن شیکل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اب ہمارے آرام کا وقت ہے — اس لئے چلتے پھرتے نظر آؤ — ورنہ مارشل اس کام میں بڑا ماہر ہے — اگر تم زندہ نہ مانا جا ہو تو تمہاری لاشیں کمرے سے باہر پھینک دے گا“ — عمران نے اسی طرح سرد لہجے میں جواب دیا۔

اور عمران کا اشارہ ملتے ہی جوزف نے دونوں ریلوے کمال میسے ر چلو جو لیا چلیں“ — صفدر نے جو لیا کا بازو پکڑتے ہوئے کہا جو غصے کی شدت

اور پھر وہ تیزی سے واپس مڑ گیا۔ جو یا اور کیپٹن شکیل بھی اس کے ساتھ ہی مڑ گئے۔

عمران کے ساتھ والے کمرے کے دروازے پر ایک خوبصورت غیر ملکی لڑکی کھڑی تھی۔

”ہیلو سر ریڈرز — میں نے آپ کو یوں پرس کے کمرے سے نکلتے دیکھا تو میں نے سوچا کہ یہ بات غلط ہے — آپ اتنی دور سے انہیں ملنے آئے اور اس نے ملنے سے انکار کر دیا — میں نے سوچا کہ کہیں آپ پرس کی طرح سب کو ہی مغرور نہ سمجھ لیں —“ مس شوگی نے ان کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

”اوه — ایسی بات نہیں — ہم بھی یونیورسٹی کے طالب علم ہیں بس پرس سے ملنے کے لئے آگئے — مگر پرس تو شاید بہت ہی مغرور اور نمک چڑھا ہے —“ صفر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بھئی پرس جو ہوا — اگر وہ ایسی حرکتیں نہ کرے تو اسے پرس کون کہے — آئیے — اندر آجائیے —“ شوگی نے ایک طرف رہتے ہوئے کہا۔ اور وہ تینوں کمرے میں داخل ہو گئے۔

کمرے کی سجادٹ دیکھ کر ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں — ہٹل لالچ میں ایک طالب علم کے کمرے کی اس طرح کی سجادٹ کا شاید انہیں تصور تک نہ تھا۔

”بڑا خوبصورت کمرہ ہے آپ کا —“ کیپٹن شکیل نے کہا۔
 ”ہاں — بس مجھے شوق ہے کمرہ سجانے کا —“ تشریف رکھیں۔“
 شوگی نے مسکراتے ہوئے کہا اور تینوں نے کرسیاں سنبھال لیں جبکہ شوگی

سے ہونٹ کاٹ رہی تھی۔
 اور پھر وہ تینوں خاموشی سے کمرے سے باہر آ گئے۔ جوزف نے ان عتب میں ایک دھماکے سے دروازہ بند کر دیا۔ جو یا کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے تھپڑ مار دیا ہو۔

”یہ ہماری بے عزتی ہے — میں اس کا انتقام لوں گی —“ جو یا نے غصے سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”ہذباتی مت ہو — عمران احمق نہیں — اگر اس نے ہمارے ساتھ پرزور اختیار کیا ہے تو ضرور کچھ سوچ کر ہی کیا ہوگا —“ صفر نے اس ٹھنڈا کرتے ہوئے کہا۔

”کچھ بھی ہو — اسے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا —“ جو یا نے بڑبڑاتا ہوئے کہا۔

”اور پھر اس سے پہلے کہ صفر یا شکیل اس کی بات کا جواب دیتے — اچانک چوکیدار بھاگتا ہوا ان کے قریب آیا۔

”آپ کو مس شوگی بلا رہی ہیں جناب —“ چوکیدار نے ان کے قریب آتے ہوئے کہا۔

”مس شوگی — وہ کون ہے —“ صفر نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔

”پرس کے ساتھ والے کمرے میں رہتی ہیں جناب —“ غیسرا طالب علم ہیں —“ چوکیدار نے ان کی معلومات میں احسان کرتے ہوئے کہا۔

”اوه — اچھا — ٹھیک ہے — آؤ جو یا —“ صفر نے فوراً طور پر کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

بستر پر بیٹھ گئی۔

”کیا پیسے گے آپ“ — شوگی نے پوچھا۔
 ”اوہ نہیں، نہیں — شکریہ — آپ واقعی بڑی خلیق ہیں۔“
 کیپٹن شکیل نے کہا۔

”ارے — ایسی کوئی بات نہیں — یہ تو میرا فرض ہے۔“
 شوگی نے کہا اور پھر اس نے الماری میں سے شراب کی ایک بوتل اور
 گلاس نکالے۔

”سوری — ہم یہ نہیں پیتے“ — صفدر نے شراب دیکھتے ہی کہا۔
 ”اوہ — مگر آپ تو پینے کی — آپ بھی میری طرح غیر ملکی طالب علم
 ہیں۔“ شوگی نے جو لیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”سوری — میں بھی نہیں پیتی“ — جو لیا نے مختصر سا جواب دیتے
 ہوئے کہا۔ وہ شاید ابھی تک عمران کے سلوک پر دل ہی دل میں کھول رہی
 تھی۔

”اوہ — اچھا — تو پھر کوکا کولا سے کام چل جائے گا“ — شوگی
 نے بوتل داہیں رکھی اور کمرے کے کونے میں موجود آئس باکس کی طرف بڑھی۔
 اس نے اس میں سے کوکا کولا کی بوتلیں نکالیں اور میز پر رکھ دیں۔

”سب سے پہلے تعارف ہو جائے تو بہتر ہے۔“ شوگی نے ایک بوتل
 اٹھاتے ہوئے کہا۔

”میرا نام صفدر ہے — میں کالام یونیورسٹی سے مائیکرولیشن کر رہا
 یہاں آیا ہوں — نفسیات کے شعبے کا طالب علم ہوں — یہ میرے
 درست شکیل ہیں — یہ بھی میسر ساتھ ہی کالام یونیورسٹی سے آئے ہیں

اور یہ کس جولیانا ہیں — ان سے یہیں تعارف ہوا ہے۔“ صفدر
 نے سب کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”آپ شاید سولس ہیں جولیانا“ — شوگی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں — میرا تعلق سوئٹزرلینڈ سے ہے — مگر مجھے اس
 ملک میں آئے کافی عرصہ ہو گیا ہے — مجھے یہاں کی تہذیب اور کلچر
 پسند ہے۔“ جولیانا نے پہلی بار مسکراتے ہوئے کہا۔

”میرا نام شوگی ہے — میرا تعلق مغربی جرمنی سے ہے — میں یہاں
 آثار قدیمہ کے شعبے کی طالبہ ہوں — میں اس ملک کے آثار قدیمہ پر
 ریسرچ کر رہی ہوں۔“ شوگی نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔
 ”بہت خوب — بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔“ صفدر نے
 رسمی فقرہ بولتے ہوئے کہا۔

”ارے چھوڑیں ان رسمی فقروں کو — یہ تو کاروباری لوگوں کو زبرد
 دیتے ہیں — ہم تو طالب علم ہیں۔“ شوگی نے مترنم ہنسی ہنستے
 ہوئے کہا۔

”آپ نے کب اس یونیورسٹی میں داخلہ لیا ہے۔“ صفدر نے پوچھا۔
 ”دو ماہ ہوئے ہیں۔“ شوگی نے جواب دیا۔

”اوہ — اس کا مطلب ہے — آپ بھی ہماری طرح نئی ہیں۔“
 بہر حال آپ کے حسن اخلاق کا شکریہ۔“ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”ارے چھوڑو — یہ تکلفات پرنس کے لئے رہتے دو۔“

شوگی نے ہنستے ہوئے کہا۔
 ”ہم نے تو پرنس کے اخلاق کی بڑی تعریفیں سنی تھیں — مگر

دیکھتے ہی دیکھتے پورا ہوٹل دباں اکٹھا ہو گیا۔ گولیوں کے دھماکے اور شوگی کے چیخنے نے مقتولین کا کام کیا تھا۔

پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا۔ اچانک دروازہ
 ایک دھماکے سے کھلا اور دوسرے لمحے جوزف اندر داخل ہوا اس کا رخ
 شہر کی طرف تھا۔

”کمال ہے — اگر تائیاں بچانے کو آپ مذاق سمجھتی ہیں — تو پھر تو میں
 واقعی مذاق اڑا رہا ہوں — اسے مس چوگی — آپ جانتی ہیں چوگی کسے
 کہتے ہیں — ہماری ریاست میں چار سال کی عمر کی بھڑکی کو چوگی کہتے ہیں۔
 کمال ہے — آپ کی عمر صرف چار سال ہے — بھی واہ — واقعی
 آپ بڑی کسن ہیں — یہ یونیورسٹی والے بھی پاگل ہیں — کم سے کم
 آپ کی عمر تو پوچھ لیتے — چوگی کو تو پرائمری سکول میں داخلہ نہیں ملتا“

عمران کی زبان چل رہی تھی جبکہ چہرے پر حاققت کا آئینہ رہ رہا تھا۔
 اب تو شوگی پر واقعی ہسٹریائی دورہ پڑ گیا۔ اس کے منہ سے کھنکھانے لگا
 اور وہ برسی طرح چیخنے لگی — صفد اے گھسیٹا ہوا اس کے کمرے میں لے
 گیا۔ جولیا اور کیٹین ٹیکمیل کے ساتھ ساتھ بہت سے طالب علم کمرے میں گھس گئے
 ہر طرف چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ مس شوگی کمرے میں پہنچے ہی بیہوش
 ہو گئی۔ اور صفد نے اسے بستر پر لٹا دیا۔

”آپ سب لوگ باہر جائیں اور تازہ ہوا آنے دیں — فوراً کسی ڈاکٹر کو
 بلائیں — یہ دورہ خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے“ — جولیا نے کمرے میں
 آنے والے لڑکوں اور لڑکیوں سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ سب تیزی سے باہر
 نکل گئے۔

صفد مس شوگی کو ہوش میں لانے کی کوششوں میں مصروف ہو گیا۔ جولیا اور
 کیٹین ٹیکمیل ایک طرف خاموش کھڑے تھے کہ اچانک جولیا کی نگاہیں کپڑے
 لٹکانے والی الماری کے پچلے خانے پر جا پڑیں۔ الماری کا ایک پٹ شاید لڑکوں کے
 اندر آنے کی وجہ سے کھل گیا تھا۔ وہ چند لمحے حیرت بھرے انداز میں دیکھتی رہی
 پھر تیزی سے الماری کی طرف جھپٹی — الماری کے خانے میں ایک الٹا

”کیا ہوا — کیا ہوا — یہ گولیاں کس نے چلائیں“ — تمام نے چیختے ہوئے
 پوچھا

”ٹھہر — یہ اس طرح دروازہ نہیں کھولے گا — میں اس کا کمرہ ہم سے اڑا
 دیتی ہوں“ — اچانک شوگی تیزی سے بٹھی مگر صفد نے اچانک اس کے بازو پکڑ لئے۔
 ”مس شوگی — آپ کو کیا ہو گیا ہے — کچھ اپنی پوزیشن کا خیال کیجئے“
 صفد نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”نہیں — چھوڑ دیجئے — میں اس سے اپنی توہین کا بھرپور انتقام لوں گی۔
 خوفناک انتقام“ — شوگی نے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔
 مگر ظاہر ہے گرفت صفد کی تھی — وہ اتنی آزادی سے کہاں آزاد ہو سکتی
 تھی۔

اسی لمحے عمران کے کمرے کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔ اور دوسرے لمحے
 دروازے میں عمران کا مطمئن چہرہ نظر آیا۔

”کیا بات ہے — ہماری عبادت میں خلل ڈالنے کی کس نے ہرأت کی ہے“
 عمران نے بڑے باوقار انداز میں کہا۔

”تم — کیسے — بدتماش — اُلو — میں تمہارا خون پی جاؤں گی“
 ”ارے۔ ارے مس چھوگی — ادھر سوری — مس چوگی — بڑا
 خوبصورت ہے — آپ کے ملک کا ڈانس — واہ بھی — واہ —
 واقعی بڑے پیارے انداز میں ناچ رہی ہیں — ہیر — ہیر — گڈ شو“
 عمران نے تائیاں بجاتے ہوئے کہا۔

”میں ناچ رہی ہوں — تم میرا مذاق اڑا رہے ہو — تم — تم — تم
 نہیں جانتے — میں کون ہوں“ — شوگی واقعی غصے سے ناتج گئی۔

”غصے کی شدت سے بیہوش ہو گئی ہیں — میں نے انکشن لگا دیا ہے۔
خبرے کی کوئی بات نہیں — جلد ہی ہوش میں آجائیں گی۔“ ڈاکٹر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ڈاکٹر صاحب — جب تک یہ ہوش میں نہ آئیں — آپ یہیں ٹھہریں اور سنیں — آپ لوگ اب جا سکتے ہیں۔“ دارڈن نے ڈاکٹر کے ساتھ ساتھ صدر وغیرہ کو ہدایت کر دی۔

”بہتر جناب —“ صدر نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ تینوں خاموشی سے باہر آ گئے — عمران کا دروازہ بند تھا۔ جبکہ ہوشل میں لڑکے اور لڑکیاں ٹولیوں کی صورت میں کھڑے بڑی متمس نظر دل سے مس شوگی کے کمرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

جیسے ہی یہ تینوں باہر آئے — سب نے انہیں گھیر لیا۔ وہ جھگڑے کی تفصیلات سننا چاہتے تھے۔ صدر نے مختصر طور پر انہیں واقعات بتائے۔ اور پھر بڑی مشکل سے پیچھا چھڑا کہ وہ کارنے کر ہوٹل سے باہر آ گئے۔

”کمال ہے — اتنا غصہ — یہ مس شوگی تو کوئی پاگل لڑکی ہے۔“ کیپٹن تشکیل نے کہا۔

”ہاں — ایک معمولی سی بات پر وہ یوں غصے سے پاگل ہو گئی جیسے جوزف نے اسے گولی مار دی ہو — ویسے ایک بات ہے — مس شوگی نے جس انداز میں پستول نکال کر گولی چلائی — اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے پستول کے استعمال کا وسیع تجربہ ہے۔“ صدر نے کہا۔

”یہ کوئی بڑی بات نہیں — غیر ممالک میں لوگ شوقیہ“ اسلحوں کے استعمال کی ٹریننگ لیتے ہیں۔“ جو لیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

پہنچ پڑا ہوا تھا۔ اس انسانی پہنچے کی صرف دو انگلیاں تھیں۔ چھوٹی انگلی۔ انگوٹھا اور درمیان کی بڑی انگلی غائب تھی جبکہ دو انگلیاں سیدھی تھیں۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ہاتھ دمی کا نشان بنا رہا ہو۔

اسی لمحے دروازے پر آہٹ ہوئی اور جولیا نے پھرتی سے وہ انسانی پنجہ جیب میں ڈال لیا۔ دوسرے لمحے وارڈن ایک ڈاکٹر کو ہمراہ لئے اندر داخل ہوا۔

”کیا ہوا — مس شوگی کو کیا ہوا۔“ وارڈن نے پوچھ لائے ہوئے لیے ہیں کہا۔

”جناب — پرنس کے ملازم نے انہیں کوئی سخت بات کہہ دی جس پر یہ لڑتے غصے میں آئیں کہ جیتے جیتے یہ ہوش ہو گئیں۔“ صدر نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”تم کون ہو۔“ وارڈن نے غور سے صدر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہم بھی یونیورسٹی کے سٹوڈنٹس ہیں جناب — پرنس سے ملنے آئے تھے کہ مس شوگی نے میں بلایا۔ ہم بیٹھے تھیں کہ رہے تھے کہ پرنس کا باڈی گارڈ اندر آیا — اس نے مس شوگی کو بڑے توہین آمیز انداز میں خاموش ہونے کے لئے کہا جس پر مس شوگی نے انتہائی غصے کی حالت میں اس پر گولی چلا دی۔ وہ بال بال بچ گیا۔ اس پر پرنس کے باڈی گارڈ نے بھی جواب میں گولی چلائی اور مس شوگی کا پستول ان کے ہاتھ سے دوڑھا گرا۔ ملازم چلا گیا تو مس شوگی نے جا کر پرنس کے دروازے پر کھڑے ہونے شروع کر دیے۔ میں نے بڑی مشکل سے انہیں قابو کیا اور یہ غصے کی شدت سے بیہوش ہو گئیں۔“ صدر نے پوری تفصیل سے واقعات بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ — یہ تو بہت برا ہوا — میں دائس چانسلر سے اس کی شکایت کروں گا۔“ وارڈن نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ارے ہاں جولیا — وہ تم نے اماری سے کیا نکالا تھا۔"

کیپٹن شکیل نے چونک کر پوچھا۔ جیسے اسے ابھی یاد آیا ہو۔
"یہ دیکھو۔" جولیا نے کہا اور جب میں ہاتھ ڈال کر انسانی پنجہ باہر نکال لیا۔

"ارے — یہ تو اصلی انسانی پنجہ ہے — مگر یہ ہس شوگی کے پاس کہاں سے آیا۔ وہ میڈیکل کی طالبہ تو نہیں ہیں۔" کیپٹن شکیل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ بہت پرانا لگ رہا ہے۔" شاید کہیں آثار قدیمہ کی کھدائی کے دوران ملا ہوگا۔" صدر نے کہا۔

"ہاں — یہی بات ہوگی۔" اس نے بتایا تو تھا کہ وہ آثار قدیمہ پریسٹرچ کہہ رہی ہے۔" کیپٹن شکیل نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔
"مگر مجھے تو کچھ اور ہی چیک معلوم ہوتا ہے۔" جولیا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"کیسا چکر۔" صدر اور کیپٹن شکیل نے چونک کر پوچھا۔

"میں نے ایک دفعہ عمان کی زبانی سنا تھا کہ مجرموں کی ایک بین الاقوامی تنظیم انسانی پنجہ جس کی دوائیگیاں دی کی شکل میں اٹھی ہوئی ہوں اپنے مخصوص نشان کے طور پر استعمال کرتی ہیں۔" اور یہ پنجہ اس تنظیم کے سربراہوں یا اہم ارکان کے پاس ہوتا ہے۔" جولیا نے جواب دیا۔

"ارے نہیں — وہی ہماری پولیس والی عادت — کہ ہر بات کو شک کی نگاہ سے دیکھنا۔" بین الاقوامی مجرموں کو کھلا کیا قدرت ہے کہ وہ یونیورسٹی میں داخلہ لے کر ہوشوں میں رہیں۔ وہاں رہ کر انہوں نے کیا کرنا ہے۔" کیپٹن

شکیل نے سنتے ہوئے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر بھلا سیکرٹ سروس کو کیا ضرورت ہے کہ وہ یونیورسٹی میں داخلہ لے۔" جولیا نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔

"بھئی — ہم تو تفسیر کے سبب ہیں — اور بس — جیسے ہی کوئی کیس شروع ہوا — تفریح ختم ہو جائے گی۔" کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس میں لڑنے اور بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے — ہم یہ پنجہ ایکٹو کو بھیج دیتے ہیں — اگر کوئی چکر ہوگا تو خود ہی دیکھ لے گا۔" دوسری صورت میں ہم کہیں اپنا دماغ خراب کرتے پھریں۔" صدر نے فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔

"چلو یہ ٹھیک ہے۔" جولیا اور شکیل نے صدر کا فیصلہ تسلیم کرتے ہوئے کہا۔
اور پھر صدر نے جو کارڈز اٹھ کر دیکھا۔ کارڈ کا رخ دانش منزل کی طرف جان بولی ٹرک پر موڑ دیا تاکہ پنجہ ایکٹو کے حوالے کرتے کے بعد ہی جولیا کے فلیٹ پہنچا جائے۔

اس کی یہ عادت تھی کہ جب وہ کوئی فیصلہ کر لیتا تو پھر اس میں ایک لمحے کی تاخیر بھی اسے گوارا نہ ہوتی تھی۔

ہوئے کہا۔

”آپ بے فکرمیں۔ اب میں پاگل نہ ہوں گی۔ دیے پرس
آپ کی ریاست کہاں واقع ہے۔“ مس شوگی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
”ہمالیہ کی ترائی میں ہے۔“ عمران نے بڑی بے نیازی سے جواب
دیتے ہوئے کہا۔

”میسے پرس۔ ایک مشورہ دوں۔“ مس شوگی نے اچانک
موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

”بشرطیکہ مفت ہو۔“ عمران نے جواب دیا۔

”بالکل مفت۔“ آپ سٹوڈنٹس سیاست میں حصہ کیوں نہیں لیتے۔
”یقین کریں آپ اس میں بے حد کامیاب رہیں گے۔“ مس شوگی نے کہا۔
”سٹوڈنٹس سیاست۔“ جھلکیا بن جاؤں گا۔“ عمران نے پوچھا۔
”آپ پورے ملک کی سٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر بن سکتے ہیں۔“

مس شوگی نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر کیا ہوگا۔“ میں ایک پرس ہوں۔ اور ہو سکتا ہے کہ
والد صاحب کسی بھی وقت فوت ہو کر مجھے لنگ بنا جائیں۔ مجھے جھلا سٹوڈنٹس
کا صدر بننے سے کیا ملے گا۔ پھر تقریریں کرو۔ ہنگامے کرو۔ ٹرتالیں
کرو۔ ملک کو آگ لگاؤ۔ تب جا کر کامیاب ہو۔ میں باز آیا
ایسی سیاست سے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”اسی میں تو لطف ہے۔“ تھل ہے۔ ایڈنچر ہے۔“ مس
شوگی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ ہے تو سہی۔ مگر۔۔۔“ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

عمران نے دوسرے روز بڑے پر خلوص انداز میں وارڈن کے ساتھ
مس شوگی سے معافی مانگ لی تھی اور مس شوگی نے نہ صرف اسے معاف
کر دیا بلکہ اپنے کمرے میں بلا کر اس کی اور جوزف کی چھوٹی سی دعوت بچ
کر ڈالی تھی۔

”پرس۔“ مجھے افسوس ہے کہ کل رات میں واقعی پاگل ہو گئی تھی
مس شوگی نے بڑے پر خلوص لہجے میں کہا۔

”ارے باب رے۔“ میں تو سمجھا تھا کہ آپ اداکاری کر رہے
ہیں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ پاگل ہو گئی ہیں تو میں کب کا یونیورسٹی
سے فرار ہو چکا ہوتا۔ مجھے پاگلوں سے بڑا ڈر لگتا ہے اور خاص طور پر
پاگل عورتوں سے۔“ عمران نے خوفزدہ ہونے کی اداکاری کرتے
ہوئے کہا۔ اور مس شوگی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

”میں آپ کی طبیعت سمجھ گئی ہوں پرس۔ اس لئے اب
نہیں مانوں گی۔“ مس شوگی نے کہا۔

”برابے شک آپ مان جائیں۔ بس ایک خیال رکھیں
پاگل نہ ہوں۔“ عمران نے بڑے پر خلوص انداز میں اسے مشورہ دیا۔

”چلیں آپ براہ راست نہ آئیں — فنانس تو کر سکتے ہیں —“ مس ش نے بیترادے ہوئے کہا۔
 ”فنانس — کیا مطلب — میں سمجھا نہیں“ — عمران نے واہ چونکے ہوئے کہا۔
 ”راضی مجھے بتا رہا تھا کہ عنقریب حکومت کے خلاف کوئی ہنگامہ ہو۔ والا ہے — اور اس کے لئے انہیں رقم کی ضرورت ہے“ — شوگی۔
 عمران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”چندہ کر لیں“ — عمران نے بڑی لاپرواہی سے کہا۔
 ”چندے سے بات نہیں بنتی — ملک گیر ہنگامے چندے سے کا نہیں ہو سکتے“ — مس شوگی نے جواب دیا۔
 ”تو نہ کریں ہنگامہ — آخر ہنگامے کی ضرورت ہی کیا ہے“ — عمران نے اسی طرح لاپرواہ سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”واہ — بغیر ہنگاموں کے سٹوڈنٹس سیاست کا کیا لطف — ہنگامہ تو ہوگا — اور ضرور ہوگا“ — مس شوگی نے کہا۔
 ”کتنی رقم کی ضرورت ہوگی اس لطف کے لئے“ — عمران نے پوچھا۔
 ”یہ تو مجھے معلوم نہیں — راضی کو پتہ ہوگا — بہر حال رقم خاصی ہوگی — تبھی کام چلے گا“ — شوگی نے کہا۔
 ”آپ راضی سے اس کی رضا پوچھ لیں — اگر آپ راضی ہیں تو ہ بھی راضی — رقم کی کیا پرواہ ہے — واقعی لطف رہے گا“ — عمران نے کہا۔
 ”بہت خوب — آپ واقعی پرنس ہیں — میں آج ہی راضی“

بات کریں گی“ — مس شوگی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔
 ”اور سنو — اگر اسلحہ و مسلحہ چاہیے تو اس کا انتظام بھی ہو جائے گا — ہماری ریاست میں بڑا اچھا اسلحہ بنتا ہے اور یہ اسلحہ یہاں منگوانا ہمارے لئے کوئی مسئلہ نہیں“ — عمران نے سرگوشیاں بوجے میں کہا۔
 ”بہت خوب — یہ تو اور بھی اچھا ہے — مگر ایک بات ہے پرنس اس بات کا کسی کو پتہ نہ چلے — ورنہ پھر حکومت حرکت میں آجائے گی اور سارا لطف کرا ہو جائے گا“ — مس شوگی نے بڑے لگاؤ سے بھرے انداز میں کہا۔
 ”ارے یہ بات نہیں — پرنس کا سینہ رازوں کا مدفن ہے — ایک بار ہماری ریاست کے کچھ لوگوں نے ہمارے والد کے خلاف بغاوت کر لی تھی ہمیں پہلے سے علم ہو گیا مگر ہم نے کسی کو نہ بتایا — جتنا خیر بغاوت ہوئی اور زور شور سے ہوئی — مگر اسوں ہمارے والد صاحب نے بغاوت کو دبا دیا۔ پتہ نہیں کتنا گہرا دبا دیا کہ وہ پھر باہر نہیں آئی“ — عمران نے جواب دیا۔
 ”کمال ہے — پھر تو آپ پر اعتماد کیا جاسکتا ہے“ — مس شوگی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 ”اعتماد چھوڑ آپ اعتماد الدولہ کر سکتی ہیں — اچھا اب اجازت — یونیورسٹی کا ٹائم ہو گیا ہے“ — عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ جوزف میت باہر نکل گیا۔
 عمران کے جلتے ہی شوگی نے بڑی پھرتی سے دروازہ بند کیا اور پھر تیزی سے الماری کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے الماری میں سے ٹالسٹیر نکالا جو رانسٹر کی شکل کا تھا اور پھر اس نے مادام دی سے رابطہ قائم کیا۔

”ٹھیک ہے — اسے ہینڈل کرو — مگر اسے کسی خفیہ اجلاس میں شریک نہ کرنا — ہم اسے سائیڈ میں رکھیں گے۔ کیونکہ اہم آدمی بعض اوقات نقصان دہ جماعتات ہوتے ہیں — اور“ — وی نے منظوری دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر مادام — وی بھی میں نے اسے فنانس کرنے کے لئے منتخب کیا ہے تاکہ مشن کا مالی بوجھ ہلکا کیا جاسکے — اور“ — شوگی نے کہا۔

”ہاں — ٹھیک ہے — جتنا چنڑا جاسکے — چنڑوڑ — بس شروع میں ہاتھ ہلکا رکھنا — اور اگر ہو سکے تو اس کے ساتھ ایسی تصویریں بنوانا — جن کی بنا پر اسے بلیک میل کیا جاسکے — اور“ — مادام وی نے کہا۔

”بہتر مادام — میں اپنے ساتھ ہی تصویریں بنواؤں گی — مجھے یقین ہے کہ وہ میرے ظلم سے نہیں بچ سکے گا — اور“ — شوگی نے کہا۔

”ٹھیک ہے — مجھے کوئی اعتراض نہیں — خفیہ کیمرے فٹ کر دیئے جائیں گے — اور“ — مادام نے راضی ہوتے ہوئے کہا۔

”تھینک یو — مادام — اور“ — شوگی نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”راضی کے متعلق مزید کوئی رپورٹ — اور“ — مادام وی نے پوچھا۔

”وہ کام کر رہا ہے مادام — عنقریب فائنل رپورٹ دے گا — پھر ابتدائی اجلاس ہوگا — اور“ — شوگی نے کہا۔

”ہاں — جلد از جلد ابتدائی اجلاس ہو جانا چاہیے — باقی سیشنوں میں بھی کام ہو رہا ہے — میں جلد از جلد مشن مکمل کرنا چاہتی ہوں — اور“ — مادام وی نے کہا۔

”ٹھیک ہے مادام — اور“ — شوگی نے جواب دیا۔

”ہیلو — شوگی سپیکنگ — اور“ — رابطہ قائم ہوتے ہی شوگی مودبانہ لہجے میں کہا۔

”لیس — وی سپیکنگ — اور“ — دوسری طرف سے مادام کی آواز اُبھری۔

”مادام — یونیورسٹی میں ریاست ڈسٹریکٹ کے شہزادے نے داخلہ اتفاق سے اس کا کورس ہوٹل میں میسر کرے کے برابر ہے — میں اگلی دن سے چیک کر رہی تھی — وہ بے حدامت اور جذباتی قسم کا نوجوان اور یونیورسٹی اور ہوٹل میں بے دریغ دولت لٹا رہا ہے — اور“ — نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

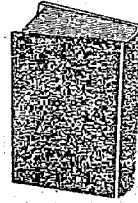
”پھر اسے اپنے مشن کے لئے ٹھوننا تھا — اور“ — مادام وی کی آواز بھری آواز سنائی دی۔

”مادام — میں نے ابھی ابھی اس سے بات کی ہے — وہ نہ مشن میں حصہ لینے کے لئے بے قرار ہے — بلکہ فنانس بھی کرے گا اور کے ساتھ ہی اس نے آفری ہے کہ وہ اپنی ریاست سے مطلوبہ اسلحہ بھی ملگا دے سکتا ہے“ — اور“ — شوگی نے خوشی سے چپکتے ہوئے کہا۔

”کیا تمہیں یقین ہے کہ پرنس دل سے ہمارے ساتھ شامل ہو جائے گا۔ نہ ہو کہ وہ راز کھول دے — اور“ — مادام وی نے کچھ سوچتے ہوئے دیا۔

”نہیں مادام — میں نے اسے اچھی طرح چیک کر لیا ہے۔ وہ بہت اہم شخص ہے — وہ ہمارے مطلب کا ہے — اور“ — شوگی یقین دلاتے ہوئے کہا۔

”ادور اینڈ آل“ — مارلم دی نے کہا اور شوگی نے رابطہ ختم کر دیا۔
پھر اس نے ٹرانسپیر المارسی میں رکھا اور یونیورسٹی جانے کے لئے لباس تبدیل کرنے میں مصروف ہو گئی۔



بلیک زیرو

انسانی پنجرہ ہاتھ میں اٹھائے اسے بڑے غور سے دیکھا۔ جو جو لیا وغیرہ نے اسے ایک رز قبل لا کر دیا تھا۔ میز پر ایک موٹی فائل پڑی ہوئی تھی۔ بلیک زیرو نے پنجرہ واپس میز پر رکھا اور فائل کھول غور سے اسے پڑھنے لگا۔ وہ فائل کے صفحے بار بار پلٹا اور پھر رک جاتا۔ چلے بغور اس صفحے کو دیکھنے کے بعد دوبارہ صفحے پلٹنا شروع کر دیتا۔
اچانک قریب پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی اور بلیک نے پھرتی سے ریسیور اٹھا لیا۔

”ایکھٹو“ — بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”کیا ہو رہا ہے — کالے صفر — کاش تم سفید ہوتے چاہے صاف ہی ہوتے تاکہ تمہاری کچھ قدر قیمت تو ہوتی“ — دوسری طرف سے عماد کی چہک دار آواز سنائی دی۔

”اوہ — عمران صاحب — آپ کے ہوتے ہوئے بھلا میں کس

سفید صفر ہو سکتا ہوں“ — بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”بیوٹ کر گے ہو پیارے — سناؤ کیا ہو رہا ہے — کوئی نئی خبر اور“ — عمران نے پوچھا۔

”عمران صاحب — جو لیا نے آپ کی یونیورسٹی کے ہوسٹل سے ایک انسانی پنجرہ لا کر دیا ہے — انسانی ہاتھ کا پنجرہ جس کا انگوٹھا اور دو انگلیاں کٹی ہوئی ہیں — دو انگلیاں وی کی صورت میں اوپر کواٹھی ہوئی ہیں۔ میں نے کراس فائل چیک کی ہے۔ مگر اس میں تو اس کے متعلق کوئی حوالہ نہیں ہے بلیک زیرو نے کہا۔

”وی کی صورت میں انسانی پنجرہ — ذرا دیکھو کھائی کی جگہ پر ہڈی میں ستاروں کی مانند تین گڑھے ہیں“ — عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔
”ستاروں کی مانند گڑھے“ — بلیک زیرو نے چونکا کر کہا۔

اور پھر میز پر پڑا ہوا پنجرہ اٹھا کر غور سے دیکھنے لگا۔

”ارے ہاں — واقعی تین ستارے نا گڑھے موجود ہیں“ — بلیک زیرو نے پرجوش لہجے میں کہا۔

”اوہ — جو لیا یہ پنجرہ کہاں سے لائی ہے“ — عمران نے پوچھتے ہوئے پوچھا۔
اس کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

”اس نے یہی بتایا تھا کہ وہ آپ کے ہوسٹل گئی تھی — وہاں آپ کے برابر کوئی غیر ملکی لڑکی شوگی رہتی ہے — اس کی المارسی میں یہ پنجرہ موجود تھا“ — بلیک زیرو نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے — میں سمجھ گیا — تم جو لیا کو کہو کہ آج شام یہ پنجرہ وہ واپس اس کمرے میں رکھ آئے — اس کی عدم موجودگی میں وہ ہوشیار ہو

جائے گی۔“ — عمران نے جواب دیا۔
 ”مگر — اس پنجے کا چکر کیا ہے — اور“ — بلیک زبرد۔
 الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”یہ بین الاقوامی مجرموں کی ایک خوفناک تنظیم کا مخصوص نشان ہے۔
 تفصیل کے لئے فائل نمبر بارہ دیکھ لینا۔“ — عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

بلیک زبرد نے رسیور رکھا اور پھر تیزی سے اٹھ کر وہ لائبریری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک ضخیم سی فائل تھی جو کے کونے پر سرخ رنگ سے بارہ کا ہندسہ لکھا ہوا تھا۔

بلیک زبرد نے فائل کھولی اور اس کا انڈکس دیکھنے لگا۔ — چند لمحوں میں اسے اس تنظیم کا نام انڈکس میں لکھا ہوا مل گیا۔ اس نے فائل میں راج تفصیلاً والا صفحہ نکالا اور غور سے پڑھنا شروع کر دیا۔

یہ فائلیں عمران کی محنت شاقہ کا نتیجہ تھیں۔ اور عمران نے پوری دنیا میں کار کرنے والی یا سابقہ مجرموں کی تنظیموں کا جس حد تک ہو سکا تھا۔ مکمل ریکارڈ مرتب کیا تھا۔

فائل کے مطابق یہ تنظیم بین الاقوامی نوعیت کی تھی۔ اسے دی گینگ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس تنظیم کی سربراہ کوئی عورت تھی جسے مادام دی کہا جاتا تھا۔ یہ تنظیم ملکوں میں اعلیٰ پیمانے کی تخریبی کارروائیوں میں پوری دنیا میں مشہور تھی اور کئی مضبوط ترین حکومتیں اس کے ہاتھوں تباہ ہو چکی تھیں۔
 اس تنظیم کا خاصہ یہ تھا کہ یہ انتہائی ہوشیار سی، احتیاط اور خفیہ طور پر کام کرتی تھی۔ اس کے ایجنٹ بظاہر عام افراد جیسی زندگی گزارتے تھے۔ ان کا پولیس یا سیکورٹی کے پاس کوئی ریکارڈ نہ تھا۔ اور نہ ہی اس تنظیم کے افراد براہ راست تخریب، توڑ پھوٹ یا قتل و غارت میں ملوث ہوتے تھے۔ اور نہ ہی یہ اس کے لئے مقامی خفیہ کی خدمات حاصل کرتے تھے۔ بلکہ تنظیم کی اعلیٰ کمیٹی بڑی احتیاط سے ایک منصوبہ تیار کرتی اور پھر اس منصوبے پر بڑے خفیہ پیمانے پر کام شروع کر دیا جاتا۔ محسوس یوں ہوتا جیسے یہ سب کچھ عام لوگ کر رہے ہو۔ مگر آخر میں نتیجہ اس تنظیم کے حسب نشانہ نکلتا۔

صرف ایک بار مغربی جرمنی میں اس تنظیم کا سرخ ملا تھا اور اس کے کچھ ایجنٹ گرفتار ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے دنیا کو پہلی بار اس تنظیم سے آگاہی ہوئی تھی۔ اس تنظیم کا مخصوص نشان انسانی پنجہ تھا۔ جس کی دو انگلیاں دی کی شکل میں جڑی ہوئی ہوتی تھیں اور کلائی پر تین ستارے بنا کر گھمے ہوتے تھے۔

بلیک زبرد نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے فائل بند کر دی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ملک میں دی گینگ سرگرم عمل ہے اور ظاہر ہے ان کا مقصد حکومت کا تختہ الٹنا ہے۔ مگر یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آئی تھی کہ آخر اس تنظیم کے افراد یورپی ممالکوں میں کیوں مقیم ہیں۔

”بہر حال اسے خوشی تھی کہ عمران کو اس تنظیم کی موجودگی کا سراغ مل گیا ہے۔
 اب وہ خود ہی اس سے نیٹ لے گا۔“

اس نے رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔ چند لمحوں میں دوسری طرف سے جویا کی آواز سنائی دی۔

”جویا سپیکنگ“

”ایکسٹو“ — بلیک زبرد نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”یس سر“ — جویا نے موہبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”جویا — دانش منزل سے وہ بچہ حاصل کر کے واپس اسی جگہ رکھ
 آؤ۔ جہاں سے تم اسے لے آئی تھیں — مگر کسی کو پتہ نہ چلے۔“
 بلیک زیرو نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔
 ”بہتر جناب — مگر کیا اس بچے کی کوئی اہمیت ہے۔“ جویا سا
 اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔
 ”ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا — میں دیکھ رہا ہوں کہ کیا اس کی کوئی اہم
 ہے بھی یا نہیں۔ — ہر حال تم فوراً بچہ واپس رکھ آؤ۔“ بلیک زیرو نے
 گولی مول سا جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”اوکے سر — میں شام کو بچہ حاصل کر لوں گی۔“ جویا نے جواب
 دیا۔
 ”اوکے — بچہ تمہیں کافرئس ہال کی الماری میں رکھا ہوا مل جائے
 بلیک زیرو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ریسپور رکھ دیا۔
 ریسپور رکھ کر بلیک زیرو نے فائیکس دوبارہ الماری میں رکھیں اور بچہ اٹھا
 کافرئس روم میں چلا آیا۔ اس نے الماری کھول کر اس میں بچہ رکھا اور پھر المار
 بند کر کے وہ دوبارہ اپنے مخصوص کمرے میں آگیا۔
 جیسے ہی وہ کمرے میں پہنچا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ بلیک زیرو سا
 ریسپور اٹھا لیا۔
 ”ایکسٹو“ — بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔
 ”سر سلطان سپیکنگ“ — دوسری طرف سے سر سلطان کی مخصوص آ
 سنائی دی۔

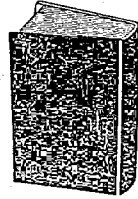
”طاہر لڑل رہا ہوں جناب — فرمائیے“ — بلیک زیرو نے موہبانہ
 لہجے میں کہا۔
 ”طاہر — عمران کہاں ہے۔“ سر سلطان نے پوچھا۔
 ”اس نے آجکل یونیورسٹی میں داخلہ لیا ہوا ہے۔“ اور رہتا بھی ہوٹل
 میں ہے۔“ — بلیک زیرو نے جواب دیا۔
 ”اوہ — ہاں — مجھے یاد آگیا۔“ ایک بار وائس چانسلر نے مجھ
 سے پوچھا تھا — مگر چکر کیا ہے۔“ — سر سلطان نے چونک کر پوچھا۔
 انہیں شاید عمران کے داخلے کے متعلق خیال نہیں رہا تھا۔
 ”فی الحال تو کوئی چکر نہیں جناب — عمران صاحب نے بس تفریحاً
 داخلہ لیا ہے۔“ اور سیکرٹ سروس کے باقی ممبران بھی اس کی دیکھا دیکھی
 اس تفریح میں شامل ہو گئے ہیں۔“ — بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔
 ”کمال ہے۔“ اچھی تفریح ڈھونڈی ہے۔ مگر عمران کی فطرت
 دیکھتے ہوئے یقین نہیں آتا کہ وہ خالی تفریح کے چکر میں وہاں گیا ہوگا۔“
 سر سلطان نے جواب دیا۔
 ”وہ گیا تو تفریح کے لئے ہے۔“ مگر مجھے یقین ہے کہ کوئی نہ کوئی
 چکر وہاں بھی چل ہی جائے گا۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔
 ”ہاں — طاہر ہے جہاں عمران ہو۔“ وہاں چکر کیسے نہ ہو۔“
 سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔
 ”آپ فرمائیے جناب — کیسے یاد کیا۔“ — بلیک زیرو نے پوچھا۔
 ”کوئی خاص بات نہیں۔“ ایک مشورہ کرنا تھا عمران سے —
 اس سے جیسے ہی رابطہ قائم ہو۔ اُسے میرا یہ پیغام دے دینا کہ وہ مجھ سے

مل لے۔“ — سرسلطان نے کہا۔

”بہتر جناب — میں آپ کا پیغام دے دوں گا“ — بلیک زبرد نے جواب دیا۔

”اچھا — خدا حافظ“ — سرسلطان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

بلیک زبرد نے بھی ریسپور رکھ دیا — وہ جانتا تھا کہ سرسلطان اپنے مسائل میں ہمیشہ عمران سے مشورہ کرتے تھے۔ اس لئے اسے اس بات پر کوئی حیرت نہ ہوئی کہ سرسلطان عمران سے خارجہ مسائل میں مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔



دارالحکومت کے شمال میں واقع ایک مضافاتی کالونی کے آفسری سرے پر موجود ایک نئی تعمیر شدہ کوٹھی کے اندر دنی جیسے میں دس بارہ کاریں اور موٹر سائیکل کھڑے نظر آ رہے تھے۔ عمارت کے سامنے کے رخ پر آرائشی بتیوں کی لڑیاں لٹک رہی تھیں۔ اور گیٹ پر آرائشی دروازہ نظر آ رہا تھا۔ کوٹھی کے اندر ایک بال کمرے میں اس وقت تقریباً بیس کے قریب افراد موجود تھے۔ جن میں سے اکثریت نوجوانوں کی تھی۔ وہ سب کرسیوں پر بیٹھے ایک دوسرے سے گپیں مارنے اور کواکولا پینے میں مصروف تھے۔

کوٹھی کے برآمدے میں راضی خوبصورت اور جدید تراش کے سوٹ میں ملبوس کھڑا تھا۔ یہ کوٹھی راضی نے حال ہی میں بنوائی تھی اور وہ یہاں اپنے ملازموں کے ساتھ رہتا تھا۔ آج اس نے اپنی سالگرہ منائی تھی۔ اور اس سلسلے میں اپنے مخصوص دوستوں کی دعوت کی تھی۔ ان میں سے کئی دوست خاص طور پر اس قریب میں شامل ہونے کے لئے دوسرے شہروں سے آئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ایک کار کوٹھی میں داخل ہوئی اور پورنج کے قریب آکر رک گئی۔ کار میں سے مس شوگی برآمد ہوئی۔ اور راضی اسے دیکھتے ہی تیزی سے اس کی طرف لپکا۔

”ہیلو شوگی — بڑا انتظار کر لیا تم نے“ — راضی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ — ہاں — چند منٹ لیٹ ہو گئی ہوں — کیا سب جہان آگئے“ — شوگی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں — بس تمہارا ہی انتظار تھا — تم اندر چلو — میں چوکیدار کو گیٹ بند کرنے کی ہدایت کر آؤں“ — راضی نے جواب دیا اور شوگی مسکراتی ہوئی کوٹھی کے اندر داخل ہو گئی۔ جبکہ راضی تیز تیز قدم اٹھاتا گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”گیٹ بند کر دو — اور سنو — بغیر اجازت کسی کو اندر مت داخل ہونے دینا — سمجھے“ — راضی نے پٹھان چوکیدار سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ٹھیک ہے — سالہ آدمی تو کیا مکھی کا بچہ بھی اندر داخل نہیں ہو گا“ — پٹھان چوکیدار نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور آگے بڑھ کر گیٹ بند کر دیا۔

راضی سر ملاتا ہوا واپس عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

برآمدے کے قریب پہنچ کر اسے خیال سا آیا اور وہ عمارت کے عقب کی طرف مڑ گیا۔ اس نے عقبی دیوار اور پائیں باغ کا بڑے محتاط انداز میں چکر لگایا۔ جیسے وہ یہاں کسی جھپٹے ہوئے آدمی کو تلاش کر رہا ہو۔

جب اسے پوری طرح تسلی ہو گئی کہ پائیں باغ میں کوئی آدمی موجود نہ ہے تو وہ مڑ کر عمارت کے سامنے رخ پر آیا اور پھر راہداری سے گزرتا ہوا ابا میں آ گیا۔

”اؤ راضی — بھئی یہ تمہاری کون سی سالگرہ ہے؟“ — ایک نوجوان نے اسے اندر داخل ہوتے دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”فی الحال تو پہلی ہی سمجھو — کیونکہ زندگی میں پہلی بار سالگرہ منا رہا ہوں۔“

راضی نے ہنستے ہوئے جواب دیا اور بال قبہ ہوں سے گونج اٹھا۔

راضی نے درمیان میں رکھی ہوئی میز پر پڑے ہوئے ایک کوکا ٹا اور اس کے ساتھ ہی سب جہانوں نے تالیاں بجا کر اسے سالگرہ کی مبارکباد دی اس کے بعد کھانے کا دور شروع ہوا۔ اور چونکہ سب نوجوان تھے۔ اس ایک دوسرے پر غلبہ فقرے بھی اچھالے گئے اور کھانے پینے کی جیسز دل چھینا چھٹی بھی ہوئی۔ سب نے راضی کو تحفے دیئے۔

”اچھا دوستو — اب یہ جشن تو اختتام کو پہنچا — اس لئے اب ذرا سنجیدگی سے کچھ باتیں ہو جائیں۔“ — راضی نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”تو کیا — شادی کا اعلان کرنے والے تو — ایک نوجوان۔“

”ارے نہیں — مجھ غریب سے کس نے شادی کرنی ہے؟“ — راضی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”تو اس کے سوا سنجیدہ بات اور کون سی ہو سکتی ہے؟“ — ایک اور نوجوان نے ہنستے ہوئے کہا۔

”دوستو — بات یہ ہے کہ میں نے اپنے دوستوں سمیت اقتدار میں آنے کا ایک منصوبہ بنایا ہے — اگر سب ساتھی بھرپور ساتھ دیں تو اس منصوبے کو کامیاب بنایا جاسکتا ہے۔“ — راضی نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اقتدار میں آنے کا — کون سے اقتدار کی بات کر رہے ہو؟“ — ایک نوجوان نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

”ملکی اقتدار کی بات کر رہا ہوں — دوستو — بات یہ ہے کہ میں کافی عرصے سے سوچ رہا ہوں کہ ہمارے ملک کے سیاستدانوں نے اس ملک کو ترقی پر لے جانے کی بجائے تنزلی کی طرف ہی دھکیلا ہے۔ یہ لوگ بوڑھے ہونے کی وجہ سے مصلحت اندیش بن گئے ہیں۔ اور مصلحتوں کو دیکھ دیکھ کر بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے چلے جاتے ہیں۔ اس لئے میرا یہ یقین ہے کہ اگر ملک کی باگ ڈور نوجوان طبقہ سنبھال لے تو اس ملک کو دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی صف میں لایا جاسکتا ہے۔“ — راضی نے باقاعدہ تقریر کرتے ہوئے کہا۔

”تمہاری بات تو بالکل درست ہے — نوجوان نسل وہ کام کر سکتی ہے جس کا یہ بوڑھے قصور بھی نہیں کر سکتے — مگر... ایک نوجوان نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مگر کا جواب میرے پاس ہے — بشرطیکہ آپ سب در دست

پورے مخلص اور مکمل رازداری کا حلف اٹھا کر میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہوا۔
راضی نے جواب دیا۔

پورے ہال پر گھمبیر بخند کی طاری ہو گئی۔ — بات کی نزاکت کا سب کو اچھی طرح احساس تھا۔

”دوستو — آپ سب لوگ سٹوڈنٹس سیاست کے اہم ستون ہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ اس وقت حکومت کے خلاف اگر کوئی تحریک چلائی جا سکتی ہے تو صرف طلباء ہی ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر آپ سب لوگ مکمل حمایت کا وعدہ کریں تو ہم اس ملک کی باگ ڈور سنبھال سکتے ہیں۔“ راضی نے کہا۔
”راضی — تمہیں احساس ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟“ ایک نوجوان نے اٹھ کر انتہائی بسندگی سے کہا۔

”ہاں۔ بوری طرح سوچ سمجھ کر اور انتہائی ذمہ داری سے یہ بات رہا ہوں۔ اور مانگ رہا ہوں کہ جتنی تو صرف ایک آٹلے کر منایا گیا ہے درجن میں دراصل آپ لوگوں سے اس موضوع پر بات کرنا چاہتا تھا۔“ راضی نے جواب دیا۔

”بھئی۔ راضی کے متعلق ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ بے حد ذمہ دار شخص ہے۔ اس لئے جہاں تک میرا تعلق ہے۔ میں راضی اپنی مکمل حمایت کا یقین دلاتا ہوں۔“ ایک نوجوان نے کھڑے ہونا ہوئے کہا۔

اس کے بات کرتے ہی باری باری دوسروں نے بھی راضی کی حمایت کا اعلان کر دیا۔

”تو دوستو — مجھے خوشی ہے کہ آپ سب نے انتہائی ذمہ دار

مجھ پر بھروسے کام لیا ہے۔ مگر چونکہ یہ انتہائی اہم اور نازک مسئلہ ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ہم سب اپنی مقدس کتاب پر ہاتھ رکھ کر اس بات کا عہد کریں کہ اس سلسلے میں مکمل رازداری اور تعاون کیا جائے گا۔ اور کسی قیمت پر اس مشن سے غداری نہ کی جائے گی۔ میں آپ سب کو یقین دلاتا ہوں کہ جلد ہی ہم سب ملک کے اہم عہدوں پر قابض ہو جائیں گے۔“ راضی نے تجویز پیش کی اور سب نے اس کی تائید کی۔

چنانچہ راضی نے میز کی دراز کھول کر مقدس کتاب نکال کر میز پر رکھی۔ اور سب سے پہلے اس پر ہاتھ رکھ کر بلند آواز سے عہد کیا۔
پھر باری باری سب نے مقدس کتاب پر ہاتھ رکھ کر عہد کو دوہرایا۔ اس شوگی کے لئے ان کی مقدس کتاب ہبیا کی گئی اور اس نے بھی اپنی مقدس کتاب پر ہاتھ رکھ کر عہد کو دوہرایا۔

”تو دوستو — اب میری بات سنو۔ میں نے یہ منصوبہ بنایا ہے کہ ہم حکومت کے خلاف تحریک چلائیں گے۔ توڑ پھوٹ اور تخریبی تحریک۔ یہ تحریک پورے ملک کے طلباء بیک وقت چلائیں گے۔ اور جب حکومت ہماری تحریک کے سامنے بے بس ہو جائے گی تو ہم منصوبے کی مطابق صدر قری محل پر قبضہ کر لیں گے۔ اور تمام سیاسی عہدیداروں کو گرفتار کر کے انہیں گولی مار دی جائے گی۔ اور ہم خود اقتدار پر آجائیں گے۔“ راضی نے کہا۔

”مگر راضی — تمہارے اس منصوبے کو عملی جامہ کس طرح پہنایا جائے گا؟“ فوج ہمارا ساتھ نہیں دے گی۔ اور عوام — انہیں کس طرح قابو کیا جائے گا؟“ ایک نوجوان نے کہا۔

”اور پھر سنا یہ کہاں سے آئے گا“ — ایک اور نوجوان نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

”اور بین بات یہ کہ تحریک آخر کس طرح کامیاب کی جائے گی“ — ایک نے کہا۔

راضی سب کی باتیں خاموشی سے سنتا رہا — جب سب خاموش ہوئے تو اس نے کھڑے ہو کر کہا۔

”دوستو — اس بارے میں سوچ بچار ہو چکا ہے — جہاں تک مرٹے کا تعلق ہے — ہماری یونیورسٹی میں داخل ہونے والا ایک ریاضہ کا شہزادہ اس بارے میں مکمل امداد کرے گا — اس کا مطالبہ صرف اتنا ہے کہ ہم برسرِ اقتدار اگر اس کے باپ کو معزول کر کے اسے بادشاہ نامزد کر دیں کیونکہ اس کا باپ اس کے بڑے بھائی کو اپنی جگہ بادشاہ بنانا چاہتا ہے اور یہ ہمارے لئے اس وقت کوئی مسئلہ نہ ہوگا۔“

”بالکل ٹھیک ہے — یہ مسئلہ تو واقعی حل ہو گیا“ — سب پر زور انداز میں تاکید کرتے ہوئے کہا۔

”اب رہا یہ سوال — کہ فوج کیا کرے گی — تو دوستو — ہاں ملک کی تاریخ گواہ ہے کہ ہماری فوج نے کبھی ملکی معاملات میں دخل انداز نہیں کیا — اس لئے اس بار بھی ان کی دخل اندازی کا کوئی جواز نہیں ہے — بضرِ محال ایسا ہوا بھی تو ہمارے والدین اور رشتہ دار فوج میں اعلیٰ عہدوں پر فائز نہ ہیں — ہم انہیں ادھر لے آئیں گے۔ ظاہر ہے وہ یقیناً ہمارا ساتھ دیں گے“ — راضی نے جواب دیا۔

”بالکل درست ہے — بالکل ٹھیک ہے“ — سب نے

اس کی بات کی تاکید کرتے ہوئے کہا۔

”اور جہاں تک عوام کا تعلق ہے — عوام کو دل خوش کن وعدوں سے تالو کیا جاسکتا ہے — عوام کی نفسیات ہے کہ وہ اس قسم کے وعدوں پر فوراً ہوسہ کر لیتے ہیں“ — راضی نے جواب دیا۔

”بہت خوب — بہت خوب“ — سب نے ایک بار پھر تاکید کی۔

”اور رہا یہ سوال — کہ تحریک کیسے کامیاب ہوگی — تو اس سلسلے میں میں نے ایک منصوبہ بنایا ہے کہ ہم طالب علموں کا ایک بے ضرر ساجلہ کریں گے۔

اور پھر ہمارے آدمی پولیس کی وردیوں میں اس جلسہ گاہ کا انظام کرنے والی پولیس میں شامل ہو جائیں گے — یہ لوگ ہمارا اشارہ ملتے ہی فائرنگ کھول دیں گے۔ اور دو تین عام سے طالب علموں کو ہلاک کر دیں گے۔ ان طالب علموں کی لاشوں کو بنیاد بنا کر ہم تحریک کا اعلان کر دیں گے — اور پھر ہمارے آدمی ہر مقام پر یہی ڈرامہ دوبارہ کریں گے۔ جس کا نتیجہ آپ جانتے ہی ہیں کیا ہوگا۔

اس طرح عوام بھی ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ کیونکہ فوجیوں کی ہلاکت بڑے ملک کا ایک جذباتی مسئلہ بن جائے گا“ — راضی نے شیطانی تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

”ادہ — واقعی بے حد اچھا اور قابلِ عمل منصوبہ ہے — اگر ایسا ہو جائے تو ہماری کامیابی یقینی ہے“ — شوگی نے فوری طور پر کہا۔

اور پھر باقی سب بھی آہستہ آہستہ اس تجویز پر رضامند ہو گئے۔

”راضی — کیا تم میری ایک بات کا پتہ سچ جواب دو گے“ —

اچانک ایک لڑکے نے کھڑے ہو کر انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ہاں — ہاں — کیوں نہیں“ — راضی نے چونکتے ہوئے کہا۔

تو کوئی غیر ملکی طاقت درمیان میں کود پڑے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں۔“ ایک اور نوجوان نے کہا۔

”اگر ہمارے درمیان مکمل رازداری رہی تو ایسا نہیں ہوگا۔ دراصل ہماری تحریک پر کسی کو یہ شبہ نہ ہو سکے گا کہ ہم اس کا انجام کس طور پر کریں گے۔ دنیا کے ہر ملک میں طلباء تحریکیں چلتی رہتی ہیں۔ مگر آج تک ایسا نہیں ہوا کہ طلباء نے تحریک جلا کر اقتدار پر قبضہ کر لیا ہو۔ اس لئے ظاہر ہے کسی کو اس بات کا خیال نہیں آئے گا۔“ اور ہم اچانک اپنے نقطہ نظر کے مطابق تحریک کو موڑ کر اقتدار پر قبضہ کر لیں گے۔ اور ظاہر ہے قبضہ کے بعد کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔“ راضی نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم مطمئن ہیں۔ اب ہمیں بتاؤ کہ اس سلسلے میں عملی اقدام کب کیا جائے گا۔“ بیشتر لڑکوں نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

”دیکھو دوستو۔“ یہ کوئی کھیل تماشا نہیں ہے۔ اگر حکومت کو ہمارے اس مشن کی جھنک بھی مل گئی تو ہم سب ہمیشہ کے لئے جیلوں میں نہرتے دیں گے۔ اس لئے کچھ بھی کیا جائے گا۔ انتہائی سوشل سمجھ کر ایک ہائے گا۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ جب اس تحریک کا آغاز ہو تو پھر یہ درمیان بن کر نہ رہے۔ اس لئے فی الحال آپ لوگوں کا یہ کام ہوگا کہ اپنے اپنے مقول سے ایسے نوجوانوں کو منتخب کریں جو اس مشن میں ہمارا ہاتھ بٹا سکیں۔ مگر انہیں اصل مشن کی ہوا تک نہیں لگنی چاہیے۔ اس دوران میں کچھ ضروری اقدامات کر لوں گا۔ اور پھر ہم ایک آخری میٹنگ بلا کر عملی اقدامات کے بارے میں فیصلہ کر لیں گے۔“ راضی نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

”درست ہے۔ ہم سب اس میٹنگ کا شدت سے انتظار کریں گے۔“

اور باقی سب افراد کی نظریں بھی اس لڑکے پر جم گئیں۔

”تمہارا یہ منصوبہ کسی غیر ملکی طاقت کے اشارے پر کام تو نہیں کر رہا۔“ نے کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

”غیر ملکی طاقت۔“ راضی نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ”کیا مطلب۔“ سمجھا نہیں۔“ اس نے اپنے آپ پر تباہ پاتے ہوئے فقرہ مکمل کیا۔ ”دیکھو راضی۔ میں تمہیں کافی عرصے سے جانتا ہوں۔ آج پہلے تم نے ملکی سیاست میں کبھی ٹانگ نہیں اڑائی۔ بلکہ جہاں تک میرے ہوں۔ تم ملکی سیاست میں ملوث ہونا پسند ہی نہیں کرتے تھے۔ مگر آج لے بیک اتنا خوفناک اور اہم منصوبہ بنایا۔ اس لئے میں جانا چاہتا ہوں تمہاری اس ذہنی کاپی لٹ میں کون سے عناصر کار فرما ہیں۔“ اس لڑکے نے حد بندیہ لیتے ہوئے کہا۔

”تمہاری بات درست ہے ظاہر۔ پچھلے کئی ماہ سے بس مجھے احساس ہونے لگا ہے کہ ہمارا ملک بجائے ترقی کرنے کے اور زیادہ تنزلی کی طرف رہا ہے۔ چنانچہ فطری طور پر میں نے اس کا تجزیہ کرنا شروع کر دیا۔ آج میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اس ملک کی قیادت کو گرم اور نئے خون کی ضرورت راضی نے بس منظر تارتے ہوئے کہا۔

”میں شوگی کی نظریں اس نوجوان پر جمی ہوئی تھیں جس نے یہ بات کی تھی۔ سمجھ گئی کہ اعتراض کرنے والا نوجوان کچھ ضرورت سے زیادہ ذہین ہے اور کی ذہانت شوگی کے نظریے کے مطابق خطرناک بھی ہو سکتی تھی۔ اس لئے دل ہی دل میں اس نوجوان کے متعلق ایک فیصلہ کر لیا۔

”ایسا نہ ہو راضی۔“ کہ جب ہمارا مشن کامیاب ہونے کے قریب

سب نوجوانوں نے بیک زبان ہو کر کہا۔ اور راضی نے میٹنگ درخواست ہونے کا اعلان کر دیا۔

اور پھر سوائے مس شوگی کے سب باری باری راضی سے ہاتھ ملا ملا کر باہر نکل گئے۔

”جب کوٹھی خالی ہو گئی تو شوگی نے راضی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تم نے بہت اچھا کام کیا ہے راضی — مجھے بہت خوشی ہوئی ہے بہر حال تم میں بہت صلاحیتیں ہیں“ — شوگی نے مسکراتے ہوئے کہا

”ابھی آگے آگے دیکھنا مس شوگی۔ — کہ میں کیا کرتا ہوں — ایہ تو مجھے یونیورسٹی سٹوڈنٹس یونین کا صدر اور سٹوڈنٹس فیڈریشن کا جنرل سیکرٹری منتخب نہیں کیا گیا“ — راضی نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

”اور تو سب ٹھیک ہے راضی — البتہ مجھے اس نوجوان طاہر سے خطرہ ہے — وہ خطرناک حد تک ذہین معلوم ہوتا ہے — اگر اس کا نٹا ہمیشہ کے لئے نکال دیا جائے تو میرا خیال ہے زیادہ بہتر ہوگا“ — نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ارے — خدا کے لئے ایسا نہ کرنا — تم ہم نوجوانوں کی تقصیر سے واقف نہیں ہو — اگر طاہر کو اچانک کچھ ہو گیا تو ہم سب کے ذمے میں بہت سے سوال پیدا ہو جائیں گے — اور معاملہ ضرورت سے زیادہ بگڑ جائے گا“ — راضی نے کہا۔

”چلو — وہی حربہ اس پر استعمال کر دیں گے — جو تم پر استعمار کیا تھا“ — شوگی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں — وہ نوجوان ملک سے بہت زیادہ مخلص ہے —

اسے ذرا سا بھی احساس ہو گیا کہ اس مشن کی پشت پر غیر ملکی ہاتھ ہے تو وہ اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کرے گا“ — راضی نے جواب دیا۔

”پھر تم ہی کوئی تجویز بتاؤ — جس سے اس کی طرف سے ہمیں اطمینان ہو جائے“ — شوگی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”تم فکروں کرو — میں اسے سنبھال لوں گا — وہ ہمارے لئے خطرہ نہ بنے گا — بس تم یہ بتاؤ کہ اب ہمارا آئندہ کیا اقدام ہوگا“ — راضی نے پوچھا۔

”آئندہ اقدام کے متعلق جلد ہی فیصلہ ہو جائے گا — پھر تمہیں بتا دیا جائے گا“ — شوگی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”کیا ایسا نہیں ہو سکتا شوگی — کہ آج کی رات تم یہیں رہ جاؤ“ — راضی نے پُرہوس لہجے میں کہا۔

”نہیں — ابھی نہیں — میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ جب مشن مکمل ہو جائے گا — تو تمہاری ہر خواہش پوری ہو جائے گی مگر ابھی نہیں“ — شوگی نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اور پھر وہ تیزی سے چلتی ہوئی ٹال کرے سے باہر نکل گئی۔

”کوئی بات نہیں۔ ہنر ہیبت کے لئے میں ساری عمر تہارا انتظار کر سکتا ہوں۔“ عمران نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”عوزف۔“ تم یہیں گیٹ پر بٹھو۔“ جب تک میں اشارہ نہ کروں کسی کو اندر نہ داخل ہونے دینا۔“ عمران نے عوزف سے مخاطب ہو کر کہا اور عوزف تیزی سے مڑ کر گیٹ پر جم گیا۔

عمران سیدھا مس شوگی کے کمرے کی طرف بڑھا۔ اس نے جیب سے ایک باریک مگر مضبوط سی تار نکالی۔ اور چند لمحوں کی گوششوں کے بعد دروازے کا ہفتی قفل کھلتا چلا گیا۔ عمران دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اور پھر اس نے بڑے ماہرانہ انداز میں کمرے کی تلاشی لینے شروع کر دی۔ اس کے ہاتھ خاصی تیز رفتاری سے چل رہے تھے۔ مگر الماری کے ایک خانے میں پڑے ہوئے اس بچے کے علاوہ اور کوئی چیز موجود نہ تھی۔ عمران نے ٹرانسٹر اٹھا کر اسے غور سے دیکھا مگر وہ واقعی ٹرانسٹر تھا۔ عمران نے اسے پشت کی طرف سے اسے کھول کر دیکھا مگر وہ واقعی ٹرانسٹر تھا۔ عمران نے اسے واپس رکھ دیا۔

پورے کمرے کی تلاشی لینے کے باوجود عمران کو وہاں سے اپنے مطلب کی کوئی چیز نہ ملی تو اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹا سا بین نکالا۔ جس کی پشت پر ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ اس ٹیپ کی مدد سے اس نے وہ بین شوگی کے پنگ کے پچھلے حصے پر چپکا دیا۔ اور پھر کمرے کی ہر چیز کو اسی طرح اسی جگہ رکھ کے وہ باہر آ گیا۔ اس نے اس ماہرانہ انداز میں کمرے کی تلاشی لی تھی کہ اندر داخل ہونے والے کو اس امر کا احساس بھی نہ ہو سکتا تھا۔

دروازے کا قفل لگا کر اس نے عوزف کو ہاتھ ہلا کر اشارہ کیا اور اپنے

عمران سے تیز تیز قدم اٹھاتا ہوٹل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اسے ابھی ابھی معلوم ہوا تھا کہ مس شوگی سٹوڈنٹس یونین کے صدر راضی کی سالگرہ پر گئی ہے۔ اس لئے وہ جلد از جلد اس کے کمرے میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ چونکہ اس وقت یونیورسٹی ٹائم تھا۔ اس لئے ہوٹل میں سولے چوکیدار کے اور کوئی نہ تھا۔ سب کمرے خالی پڑے ہوئے تھے۔ عوزف بھی عمران کے پیچھے تھا۔

”جیسے ہی عمران ہوٹل کے گیٹ میں داخل ہونے لگا۔ چوکیدار نے آگے بڑھ کر حسب عادت بڑے مودبانہ انداز میں جھک کر سلام کیا۔

”سنو۔“ میرا دل ہنٹہ بیت کھانے کو چاہ رہا ہے۔“ عمران نے جیب سے سوڑھے کا فورٹ نکال کر چوکیدار کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔

”جناب۔“ میں ابھی شہر سے جا کر لے آتا ہوں۔“ کتنا ہو۔“

چوکیدار نے پوچھا۔

”بس۔“ دس روپے کالے آؤ۔“ باقی تم رکھ لینا۔“ عمران نے بے نیازانہ لہجے میں کہا۔ اور چوکیدار کی باپھیں پھیل کر کانوں سے جا لگیں۔

”بہتر جناب۔“ بس آپ کو کم از کم ایک گھنٹہ انتظار کرنا پڑے گا۔“

چوکیدار نے کہا۔

کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

جوزف گیت چھوڑ کر کمرے میں آگیا۔

عمران نے کونے میں پڑا ہوا ایک بیک اٹھایا۔ اور پھر اس کے ایک خفیہ خانے میں سے ایک جدید ترین واٹلیس ٹیپ ریکارڈنگ آلہ نکال کر اس کا ٹیپ آن کیا اور ٹیپ ریکارڈنگ اپنے پینک کی سائیڈ میں نے ہوئے فاسے میں رکھا۔
”جوزف — تم یہیں کمرے میں ٹھہرو — میں شام کو آؤں گا۔“

عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور جوزف نے سر ہلا دیا۔
عمران کمرے سے باہر نکلا اور پھر سائیڈ دروازے سے ہوتا ہوا ہوسٹل کا پارکنگ میں پہنچ گیا۔ یہاں اس کی خوبصورت کار موجود تھی جن پر سیاست ڈھب کا جھنڈا اور مخصوص نشان موجود تھا۔

عمران نے کار سٹارٹ کی اور پھر وہ خاصی تیز رفتاری سے اسے دوڑاتا ہوا مین روڈ پر آگیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار دانش منزل کے گیت پر پہنچ گئی۔
عمران نے نیچے اتر کر دانش منزل کا گیت کھولا اور پھر کار کو اندر لے گیا۔
جیسے ہی اس نے کار پوروش میں کھڑی کی۔ بلیک زیرو اپنے مخصوص کمرے — نکل کر برآمدے میں آگیا۔

”ہیلو عمران صاحب — آج کیسے ادھر بھول پڑے؟“ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یار — میں نے سوچا — کہیں تم اکیلے رہتے رہتے اداس نہ ہو گئے ہو۔“ اس لئے تمہارا پتہ کرنے آیا ہوں۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
”بہت بہت شکریہ — واقعی کوئی کیس نہ ہونے کی وجہ سے میں با

ہو گیا ہوں۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”سیکورٹ سروس کے لئے کیسوں کی کمی ہے بلیک زیرو — بس فرق یہ ہے کہ یہاں بورڈنگوا دو — لیڈی ڈاکٹر بلیک زیرو — اور بس کیس ہی کیس آنے شروع ہو جائیں گے۔“ عمران نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

اور بلیک زیرو کا بے اختیار قبضہ نکل گیا۔
”وہ سر سلطان کا فون آیا تھا — کوئی مشورہ کرنا چاہتے ہیں آپ سے؟“ بلیک زیرو نے کہا۔

”اچھا — مگر اب میں نے مفت مشورے دینے بند کر دیے ہیں۔ بڑی ہنگامی سہولت ہے۔“ عمران نے مخصوص انداز میں کہا اور مخصوص کمرے کی طرف بڑھا چلا گیا۔ بلیک زیرو بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

”عمران صاحب — وہ مادام دی کے کیس کا کیا ہوا — جو لیا نے تو خیر واپس کر دیا تھا۔“ بلیک زیرو نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔
”ہاں — میں نے دیکھا ہے — فی الحال میں نے رسی ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے — آگے دیکھو کیا ہوتا ہے۔“ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”مگر عمران صاحب — آخر مادام دی کا ہمارے ملک میں مشن کیا ہوگا۔“ بلیک زیرو نے بھی ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

”وہی — حکومت کا تختہ الٹنا اور پھر سیدھا کر کے خود بیٹھ جانا۔“ عمران نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔
”مگر یوں سٹوڈنٹس ہوٹل میں پتہ رکھ کر تو حکومت کا تختہ نہیں الٹا جاسکتا۔“ بلیک زیرو نے جرح کرتے ہوئے کہا۔

”ہو سکتا ہے وہ تعلیمی تختہ الٹنا چاہتے ہوں“ — عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے ٹیلیفون اپنی طرف کھسکا یا اور رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”ہیلو — عمران بول رہا ہوں“ — عمران نے قد سے سنجیدہ لہجے میں کہا ”ٹھیکس بول رہا ہوں جناب — آپ نے تو مجھے بھلا ہی دیا ہے۔“

دوسری طرف سے ٹائیگر کی شکر بھری آواز سنائی دی۔

”ایسی کوئی بات نہیں ٹائیگر — بس تمہاری ضرورت ہی نہیں پڑی“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ٹائیگر سے وہ ہمیشہ سنجیدہ لہجے میں بات کرتا تھا۔

”سر — اگر کوئی نہ کوئی ضرورت نکال لیا کریں — خالی بیٹھے بیٹھے تو مجھے زنگ لگتا جا رہا ہے — ٹائیگر نے جواب دیا۔

”ارے واقعی — میں تو سمجھا تھا تم ٹین لیس کے ہوتے ہو نہیں رنگ نہیں لگتا — مگر شاید دیسی ساخت کا سٹین لیس ہو“ — عمران کا ذہن ڈیڑھ سے اترا نہ شروع ہو گیا — اور دوسری طرف سے ٹائیگر کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

”ٹائیگر — تمہارے ذمہ ایک کام لگتا ہوں — مگر کام انتہائی ہوشیاری سے کرنا ہوگا“ — اچانک عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”آپ فرمائیے جناب — آپ کبھی ٹائیگر کو غافل نہیں پائیں گے“ — ٹائیگر بھی جواب میں سنجیدہ ہو گیا۔

”یونیورسٹی کے سٹوڈنٹس یونین کا ایک اڑکار راضی ہے — تم نے اس کی نگرانی کرنی ہے۔ خاص — پر یونیورسٹی کے بعد کی مصروفیات چیک کرنی ہیں۔ مگر کام ۲۱ طرح ہونا چاہیئے کہ اسے قطعی احساس نہ ہو“ — عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے جناب — میں ابھی کام شروع کر دیتا ہوں“ — ٹائیگر نے جواب دیا۔

”اس نے نیوٹاؤن میں نمی کو کٹھی بنوائی ہے۔ وہ آجکل وہیں رہ رہا ہے۔ کوٹھی کا نمبر گیارہ ہے۔ آج شاید وہاں وہ اپنی سالگرہ کا جشن منا رہا ہے۔ مجھے اس نمکشن کی بھی مکمل رپورٹ چاہیئے۔ بی۔ ٹائیگر ٹرانسمیٹر پر تم رپورٹ دے سکتے ہو“ — عمران نے کہا۔

”بہتر جناب“ — ٹائیگر نے جواب دیا۔

”ارے“ — عمران نے کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا۔

”تو کیا واقعی — تعلیمی تختہ الٹا ہو رہا ہے“ — بلیک زیرو نے عمران کے رسیور رکھتے ہی پوچھا۔

”نہیں بلیک زیرو — مادام دی گینگ چھوٹے چھوٹے کاموں میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ اس لئے ان کا مشن تو واقعی خطرناک ہوگا مگر طریقہ کار کیا ہوگا میں اسی کا پتہ چلانا چاہتا ہوں“ — عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”عمران صاحب — جب اس کے ایک ایجنٹ کا پتہ چل گیا ہے تو کیوں نہ اسے اغوا کر کے دانش منزل لے آیا جائے اور اسی سے تمام تفصیلات حاصل کر لی جائیں“ — بلیک زیرو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”تمہارا دماغ بھی تھانیداروں کی طرح کام کرتا ہے کہ تشدد کردہ اور مسئلہ حل۔ بلیک زیرو — مادام دی گینگ چھوٹی موٹی تنظیم نہیں — مس شوگی جیسے جہانے کتنے ایجنٹ ہمارے ملک میں کام کر رہے ہیں — مس شوگی کی گرفتاری سے صرف اتنا ہوگا کہ وہ چوکنے ہو جائیں گے اور مس شوگی سے رابطہ ختم کر دیں گے اور ہم مکمل اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارے رہ جائیں گے“ — عمران نے

در بیک زیر دیے اختیار ہنس پڑا۔

”میرا مقصد تھا کہ اگر کوئی لائن آف ایکشن مل جاتی تو میں سیکرٹ سروس کو اس کام پر لگا دیتا۔“ بیک زیر نے کہا۔

”لائن آف ایکشن ڈھونڈ کر میں دوں اور سیکرٹ سروس پس لگا کر اس کیس کا سہرا اپنے سر باندھ لے۔“ یہ نہیں ہو سکتا۔ لائن آف ایکشن میں ڈھونڈوں گا تو سہرا بھی میں ہی باندھوں گا۔ کم سے کم والد صاحب کی حسرت تو پوری ہو جائے گی۔“ عمران نے کہا۔

”چلیں آپ ہی سہرا باندھ لیں۔“ سیکرٹ سروس بیچاری کنواری رہ جائیگی تو کوئی بات نہیں۔“ بیک زیر نے سکراتے ہوئے کہا۔

”واہ۔۔۔ تمہارے ہوتے کیسے کنواری رہ جائے گی۔“ عمران نے کہا۔

”میں تو دیے بھی زیر دیوں اور وہ بھی بلیک۔“ بیک زیر بھی مذاق پر اتر آیا۔

”کوئی بات نہیں۔ میں نے ایک عمدہ الحکما قسم کا آدمی ڈھونڈ لیا ہے بس اس سے یارہ قائم نہیں ہوا۔ جس دن قائم ہو گیا بس سمجھ لو تم بھی قائم ہو جاؤ گے۔“ عمران نے سکراتے ہوئے کہا۔

”اور یارہ قیامت تک قائم نہیں ہوگا۔“ بیک زیر نے کہا۔

”یارہ نہ قائم ہوا تو قیامت تو قائم ہو جائے گی۔ کچھ نہ کچھ تو قائم ہو گا ہی۔“ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور بیک زیر دہنس کر خاموش ہو گیا۔

”میں سر سلطان کے پاس جا رہا ہوں۔“ شاید اس بار وہ مشورہ کی منیس دے ہی ڈالیں۔ نگر نہ کر دیں مل گئی تو تمہارا کمیشن کھرا۔“ عمران نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا باہر چلا گیا۔

طنز پر لہجے میں کہا۔

”ہو سکتا ہے مس شوگی مادام دی کے متعلق جانتی ہو۔“ بیک زیر نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔۔۔ مادام دی کا طریقہ کار ایسا ہے کہ وہ کبھی سامنے نہیں آتی۔ ہر کہیں بیٹھی اپنے مہر کو چلاتی رہتی ہے۔ دیے یہ بات یقینی ہے کہ مادام دی اس وقت تمہارے ملک میں موجود ہے۔“ عمران نے کہا۔

”یہ اندازہ آپ نے کیسے لگا لیا۔“ بیک زیر نے یوں پوچھا جیسے بچہ اپنے استاد سے سوال کرتا ہے۔

”اس لئے کہ شوگی کا رابطہ یقیناً اس سے ٹرانسپیر پر ہوگا اور اگر ملک سے کی کال ہوتی تو اب تک ہمارا ٹرانسپیریشن اسے کیچ کر چکا ہوتا۔“ عمران نے جواب دیا۔

”اودہ۔۔۔ ٹھیک ہے۔ سمجھ گیا۔ اب میں بھی اندازہ لگا سکتا ہوں کہ مادام دی یقیناً دارالحکومت میں موجود ہوگی۔“ بیک زیر نے پرجوش لہجے میں کہا۔

”ہاں۔۔۔ اب تمہاری جس اندازہ کام کرنے لگی ہے۔ بس میں اسی مادام پر ہاتھ ڈالنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد اس کے ایجنٹوں کی گرفتاری کوئی مسئلہ نہ ہوگا۔“ عمران نے سر ملتاتے ہوئے کہا۔

”اور مادام دی کا کیسے پتہ چلے گا۔“ بیک زیر نے پوچھا۔

”یار تم نے تو اتنے ہی میرا انٹرویو لینا شروع کر دیا۔ اگر انٹرویو میں پاس ہو جاتا تو یہی جاسوسی رہ گئی تھی کرنے کے لئے۔ کہیں مناسب تصدیق بن کر بیٹھے ہوئے راج کرتے۔“ عمران نے برا سامنے بنا تے ہوئے کہا۔

اور نوجوان نے آگے بڑھ کر ایک مشین کا بٹن آن کر دیا۔ سکین پر عمران کی کار کی تصویر ابھرائی۔ عمران ہوشل کے دروازے سے نکل کر کار میں بیٹھ رہا تھا۔ پھر کار ہوشل کے کپاؤنڈ سے نکل کر مین روڈ پر دوڑتی ہوئی نظر آنے لگی۔ کمرے میں کار کی آواز کے ساتھ ساتھ ٹریفک کا شور بھی سنائی دے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کار ایک پھاٹک کے سامنے رکتی نظر آئی۔ عمران نیچے اترا اور پھر اس نے ایک مخصوص بٹن دبا کر پھاٹک کھولا اور پھر کار پھاٹک کے اندر داخل ہو گئی۔ جیسے ہی کار عمارت کے پورچ میں پہنچی — ایک اور نوجوان برآمدے میں ظاہر ہوا۔

”ہیلو۔ عمران صاحب — آج کیسے اِدھر بھول پڑے؟“ — عمارت کے اندر سے آنے والے نوجوان نے کہا۔

”یار میں نے سوچا کہیں تم کیلے رہتے رہتے اداس نہ ہو گئے ہو۔ اس لئے تہاوا پڑنے آیا ہوں۔“ — عمران نے کار کا دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔

”بہت بہت شکریہ — واقعی میں کوئی کیس نہ ہونے کی وجہ سے بور ہو گیا ہوں۔“ — دوسرے نوجوان نے جواب دیا۔

”سکریٹ مرس کیلے کیوں کی کمی ہے بلیک زیرو؟ — بس فرق یہ ہے کہ یہاں بورڈ لگاوا دو — لیڈی ڈاکٹر بلیک زیرو — اور بس کیس ہی کیس آنے شروع ہو جائیں گے۔“ — عمران نے کار سے اتر کر نوجوان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے نوجوان کا بے اختیار تبتہ نکل گیا۔

”وہ — سر سلطان کا فون آیا تھا — وہ کوئی مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔“ — دوسرے نوجوان نے کہا۔

”اچھا — مگر اب میں نے مفت مشورے دینے بند کر دیئے ہیں بڑی ہنگامی

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کی دیواروں پر چھوٹی بڑی کئی سکینیں لگی ہوئی تھیں اور سکریٹوں کے نیچے جدید قسم کی کمپیوٹر نما مشینیں تھیں۔ مشینوں کے سامنے کرسی پر ایک نوجوان سبز رنگ کا چمٹ لباس پہنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نظریں سکین پر جمی ہوئی تھیں اور چہرے پر ہچان کا عالم تھا۔ جیسے اس نے کوئی خاص چیز دیکھ لی ہو۔

چند لمحوں بعد اس نے مشین کا ایک بٹن آن کیا اور پھر اٹھ کر اس نے شمالی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی ایک قدآور مشین کا بٹن آن کیا۔ چند لمحوں بعد اس مشین کے سپیکر سے آواز ابھری۔

”کیس — دی سپیکنگ —“

”نمبر ٹو سپیکنگ — مادام — آپ کے حکم کے مطابق پرنس آف ڈمپ کی کار میں انڈیکسٹر لگا دیا گیا تھا۔ اس کی رپورٹ بھی آگئی ہے اور مس شوگی کے کمرے میں موجود خفیہ دائر لیس کیمرہ کی رپورٹ بھی موصول ہوئی ہے۔ جو انتہائی خاص ہے اس لئے میں نے سوچا کہ آپ کو فوری طور پر مطلع کروں۔“ — نوجوان نے پرجوش لہجے میں کہا۔

”اوہ — کلکٹ کرو۔“ — مادام دی کی آواز سنائی دی۔

ہو گئی ہے۔“ عمران نے جواب دیا اور پھر وہ تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ وہاں
نوجوان بھی اس کے پیچھے تھا۔ دوسرے لمحے سکریں پر سے وہ دونوں اوجھل ہو گئے
نمبر ٹو نے آگے بڑھ کر مشین کا بیٹن آن کر دیا۔
”ریری بیڈ نمبر ٹو۔“ اس کا مطلب ہے پرنس آف ڈھب کا اصل
عمران ہے اور اس کا تعلق یہاں کی سیکرٹ سروس سے ہے۔“ مادام
کی تشویش سے چڑا آواز سنائی دی۔

”جی ہاں۔“ اسی لئے تو میں نے آپ کو دکھانا ضروری سمجھا تھا۔ اس
ساتھ ہی مس شوگی کے کمرے کا منظر بھی دیکھ لیجئے۔“ نمبر ٹو نے کہا اور پھر
نے آگے بڑھ کر اسی مشین کا ڈائل تھوڑا سا گھمایا۔ اور پھر اس کا بیٹن آن کر دیا
دوسرے لمحے سکریں پر منظر بدل گیا۔

سکریں پر مس شوگی کے کمرے کا اندھنی منظر دکھائی دے رہا تھا۔ دروازہ
کھلا اور عمران اندر داخل ہوتا دکھائی دیا۔ اس نے بڑی پھرتی سے مڑ کر دروازہ
کریا۔ پھر سکریں پر عمران بڑے ماہرانہ انداز میں کمرے کی تلاشی لیتا نظر آیا۔ وہ
لمحے نظر انسر کو اٹھا کر دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اسے کھول کر پشت کی طرف سے
اور دوبارہ الماری میں رکھ دیا۔ تلاشی لینے کے بعد عمران نے جیب سے ایک
چھوٹا سا بیٹن نکالا اور بیٹن کی پشت پر لگی ہوئی ٹیپ کی مدد سے اس نے وہ نمبر
مس شوگی کے پلنگ کے نیچے چپکا دیا۔ اور پھر دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ دروازہ
دوبارہ بند ہو گیا۔

اور اس کے ساتھ ہی نمبر ٹو نے آگے بڑھ کر مشین کا بیٹن آن کر دیا۔

”نمبر ٹو۔“ یہ تو انتہائی خطرناک بات ہے۔ مس شوگی سیکرٹ سروس
کی نظروں میں آ چکی ہے۔ اور سب سے بڑا ستم یہ ہوا کہ اس نے عمران کو

بھی سمجھتے ہوئے مشن کے لئے خائن کرنے کو بھی کہہ دیا ہے۔“ مادام وی کی
تولیش زندہ آواز سنائی دی۔
”ہیں مادام۔“ سیکرٹ سروس ہماری راہ پر لگ چکی ہے۔ اور جہاں تک مجھے
علم ہے اس ملک کی سیکرٹ سروس انتہائی خطرناک ہے۔ اس لئے اس کا فوری حل ہونا
چاہیئے۔“ نمبر ٹو نے دوبارہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
”اس کا ایک ہی حل ہے کہ مس شوگی کے ساتھ عمران کو بھی ختم کر دیا جائے۔“ مادام
وی نے سرجھے میں کہا۔

”جہاں تک میرا خیال ہے مادام۔“ مس شوگی نے پرنس کو راضی کے
معلق بھی بتا دیا ہو گا۔ اور سیکرٹ سروس مس شوگی کے بعد راضی کے ذریعے ہم
تک پہنچ جائے گی اور اگر وہ پہنچ نہ سکے تو صورت راضی کی نگرانی کر کے وہ عین
وقت پر ہمارے مشن کو ختم کر سکتے ہیں۔“ نمبر ٹو نے کہا۔

”ہاں۔“ ایسا ہو سکتا ہے۔ مگر اس سٹیج پر ہم نے اپنے مشن کا
تمام تردد اور مدار راضی پر رکھا ہے۔ اگر راضی کو ختم کر دیا جائے تو پھر مشن
کے لئے نئے سرے سے کام کرنا پڑے گا اور ہمارے پاس اتنا وقت نہیں
ہے۔“ مادام وی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”پھر اس کا ایک اور حل ہو سکتا ہے کہ مس شوگی کی بجائے عمران کو ختم
کیا جائے اور سیکرٹ سروس کی عمارت پر دھاوا بول کر اسے تباہ کر دیے۔“
جہاں تک میرا خیال ہے یہی عمارت سیکرٹ سروس کا ہیڈ کوارٹر
ہے۔ اور اگر ہم اس دوسرے نوجوان کو زندہ پکڑ سکیں تو اس پر تشدد
کر کے اس سے سیکرٹ سروس کے باقی ممبران کا پتہ چلایا جاسکتا ہے اور پھر
انہیں جین جین کر ختم کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح مشن کے راستے میں پیدا ہونے

دالی رکارڈ ختم ہو جائے گی اور ہم اطمینان سے مشن کی تکمیل کر سکیں گے۔
نمبر ٹو نے تجویز پیش کی۔

”تمہاری تجویز تو اپنی جگہ درست ہے۔ مگر یہ ہماری اب تک کی راکے خلاف ہے۔ ہم قتل و غارت میں ملوث نہیں ہوتے۔“
دی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”مادام۔ یہاں ہمیں روایت سے ہٹ کر ہر کام کرنا پڑے گا۔
ہو سکتا ہے مشن کے ساتھ ساتھ ہماری تنظیم بھی خطرے میں پڑ جائے۔“
نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ ٹھیک ہے۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں
ٹھیک ہے۔ تم خود یہ کام کرو۔ میں کسی مقامی غنڈے کو در
میں نہیں لانا چاہتی اور کام انتہائی جلدی ہونا چاہیے۔ کیونکہ اب مشن مکمل
دالا ہے۔“۔ مادام دی نے کہا۔

”آپ بے فکر ہیں مادام۔ میں سب انتظام کر لوں گا۔
کل تک تفصیلی رپورٹ مل جائے گی۔“۔ نمبر ٹو نے پراعتقاد لہجے میں
”کام انتہائی احتیاط سے ہونا چاہیے۔ میں اس سلسلے میں کوئی
چھوڑ لا پر دہی برداشت نہیں کروں گی۔“۔ مادام نے سخت لہجے میں
”ٹھیک ہے مادام۔ مجھے اس بات کا بخوبی احساس ہے۔“
نے جواب دیا۔

”اوکے۔“۔ دوسری طرف سے مادام دی کی آواز سنائی دی اور
نے آگے بڑھ کر مشین کا بٹن آف کر دیا۔ اور تیزی سے ایک الماری کی طرف
بڑھا۔

الماری کے پچھلے تہہ خانے میں ایک عجیب سا ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ اس نے
الٹریکا بٹن آن کیا اور تیزی سے ایک پیکر غاموٹھ کھاکر فریڈکسنی سیٹ کرنے
ہیں مصروف ہو گیا۔ فریڈکسنی سیٹ ہوتے ہی ٹرانسمیٹر کے سامنے کے حصے پر
ایک چھوٹا سا چوکور خانہ روشن ہو گیا۔ اس خانے میں سکریں نصب تھیں۔
برٹو نے سکریں روشن ہوتے ہی ایک اور بٹن دبا دیا اور دوسرے لمحے
لوہین پر ایک منظر ابھر آیا۔

یہ ایک برآمدہ تھا اور اس میں سے مس شوگی تیز تیز قدم اٹھاتی باہر
لان کی طرف چلی جا رہی تھی۔

نمبر ٹو چند لمحے غور سے مس شوگی کو دیکھتا رہا۔ جب مس شوگی پوچھ
ہیں موجود کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی تو نمبر ٹو نے ہاتھ بڑھا کر ایک سرخ
رنگ کا بٹن دبا دیا۔ ٹرانسمیٹر سے زوں زوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ اس کے
ساتھ ہی مس شوگی سکریں پر چونک پڑی۔ اس نے بڑی تیزی سے
کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کا دند بٹن دبا دیا۔

”ہیلو۔ مس شوگی۔ نمبر ٹو پیکنگ۔“۔ نمبر ٹو نے کہا۔
”بس۔ میں اٹھ کر رہی ہوں۔“۔ مس شوگی نے کار سٹارٹ
کرتے ہوئے جواب دیا۔

”مس شوگی۔ تم نے اپنے پیچھے مقامی سیکرٹ سروس کو نکال لیا ہے۔“
برٹو نے سخت لہجے میں کہا۔

”کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ سیکرٹ سروس اور میرے پیچھے۔“۔ شوگی بول
اچھل جیسے اس کے سر پر بھم بھٹ پڑا ہو۔
”ہاں مس شوگی۔ پرنس آف ڈھوپ دراصل یہاں کی سیکرٹ سروس کا

آرمی ہے۔ اس نے تمہارے کمرے کی تلاشی لی ہے اور یہ بھی کہ دیا
ایک ٹرانسمیٹر بھی فٹ کر دیا ہے تاکہ تمہاری بات چیت ٹیپ ہو سکے۔
نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ادہ۔ یہ تو بہت برا ہوتا۔ میں نے تو مادام کے کہنے پر اس
مشن کے بارے میں بھی بات چیت کر لی تھی۔“ شوگی نے انتہائی الجھے
ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اس وقت اس کی کار راضی کی کوٹھی سے نکل کر مین روڈ پر پہنچ چکی تھی
”ہاں۔ اسی لئے فیصلہ ہوا ہے کہ پرنس کو ختم کر دیا جائے اور دیا
کی سیکرٹ سروس کا بھی خاتمہ کر دیا جائے۔“ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

”ہاں۔ اب یہ ضروری ہو چکا ہے۔“ نگر پرنس یونیورسٹی میں سمجھوتہ
رکھتا ہے۔ اس کی اچانک موت مشکوک کا باعث بنے گی۔ اور ہو سکتا ہے پولیس
بھی متوجہ ہو جائے۔“ شوگی نے کار ایک طرف خالی جگہ پر روکتے ہوئے
”نہیں۔ میرا خیال ہے اس کی موت کو کسی طرح حادثے کا روپ دے
اس طرح کسی کو کوئی شک نہیں ہوگا۔“ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

”ایک کام ہو سکتا ہے۔ کل یونیورسٹی میں سالانہ کھیلیں ہو رہی ہیں
میں شمشیر زنی کا مقابلہ بھی ہوگا۔ اور پرنس نے لڑکوں کے اصرار پر شمشیر زنی
مقابلہ میں حصہ لینے کا اعلان کیا ہے۔ اگر کسی طرح اس مقابلے کے دور
اس کا خاتمہ ہو سکے تو یہ ایک ایسا حادثہ بن جائے گا جو واقعی اچانک ہوگا
میں شوگی نے کہا۔

”تو ٹھیک ہے۔ شمشیر زنی کے مقابلے میں حصہ لینے والے کسی بھی
کو جو میری ذمہ داری کا ہو بہلا کر میرے پاس لے آؤ۔ میں اس کا میکا

کر کے اس مقابلے میں حصہ لوں گا۔ اور اپنی تلوار کی نوک پر ایسا زہر
لگا دوں گا جو چپک نہ ہو سکے اور ڈرٹ اٹیک کا رزلٹ دے۔“ نمبر ٹو نے
فوش ہوتے ہوئے جواب دیا۔

”یہ ٹھیک ہے۔ ایک لڑکا محسن بائیکل آپ کے قدم قامت کا ہے
وہ ہوسٹل میں رہتا ہے۔ میں اسے ابھی دہائی سے لے کر آپ کے
پاس پہنچا دیتی ہوں۔“ مس شوگی نے چپکتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ اور سنو۔“ ہوسٹل میں جا کر کوئی ایسی بات نہ کرنا جو
مشکوک ہو اور نہ ہی وہ ٹرانسمیٹر بٹانے کی کوشش کرنا ورنہ پرنس مشکوک ہو
جائے گا اور کھیل بچھڑ سکتا ہے۔“ نمبر ٹو نے اسے ہدایات دیتے ہوئے
کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں خیال رکھوں گی۔“ شوگی نے جواب دیا۔

اور نمبر ٹو نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے
آثار تھے۔ شمشیر زنی میں وہ جہارت کا درجہ رکھتا تھا۔ اور اس کے لئے مقابلے
کے دوران عمران کو ضرب پہنچانا انتہائی آسان تھا۔ اس کے پاس ایک ایسا
زہر موجود تھا جسے آج تک طب چپک نہ کر سکی تھی۔ اس لئے اسے یقین تھا کہ
کل پرنس اپنے انجام کو پہنچ جائے گا اور اس کے بعد سیکرٹ سروس سے نیٹ
لیا جائے گا۔

دیوار کے قریب پہنچ کر اس نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور
مراپناک اس کا جسم بچوں کے بل ادبر اٹھتا چلا گیا۔ کھڑے کھڑے اتنی اونچی
ٹانگ لگانا ٹائیگر کا ہی کام تھا۔ دوسرے لمحے اس کے ہاتھ دیوار پر جم گئے اور
مرا اس کا جسم بازوؤں کے زور پر ادبر اٹھتا چلا گیا۔ چند ہی لمحوں بعد وہ دیوار
کے اوپر لیٹا ہوا تھا۔ وہ چند لمحے دیوار پر لیٹا کوٹھی کے عقبی اندرونی حصہ کا جائزہ لیتا
ہا۔ پھر اس نے ایک بار پھر دیوار کا سرادہ نوں ہاتھوں سے پکڑا اور دیوار کی
اندرونی طرف ٹپک گیا۔ پھر اس نے ہاتھ جھوڑ دیئے۔ ایک ہلکا سا دھماکا ہوا۔
اور ٹائیگر زمین پر آگرا۔ زمین پر گرے ہی وہ تیزی سے دیوار کے ساتھ دبک گیا۔ مگر
جب اس دھماکے کے رد عمل میں کوئی آدمی سامنے نہ آیا تو ٹائیگر اٹھا اور دیے
نڈوں چلتا ہوا عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمارت کی پشت پر گزرنے والی پانی کی نکاسی کے لئے ایک پائپ چھت تک چلا
گیا تھا۔ ٹائیگر بڑے اطمینان سے پائپ پر چڑھتا ہوا چھت پر پہنچ گیا اور پھر
پڑھوں سے اتر کر درمیانی راہداری میں آگیا۔ یہاں اسے نیچے ڈال کرے میں ابھرنے
والے شور و غوغا کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔
ٹائیگر بڑی تیزی سے ایک روشندان کی طرف بڑھا اور پھر اس نے روشندان
کا کنارہ دبا کر نیچے جھانکا۔ اب سالگرہ کا پورا منظر واضح تھا اور بال کے درمیان میں
رکھی ہوئی ایک بڑی میز پر موجود کیک کا ٹاٹا جا رہا تھا۔

"ہونہہ — آنا بیکار ہی ثابت ہوا — یہاں تو واقعی سالگرہ منائی جا
رہی ہے" — ٹائیگر نے دل ہی دل میں سوچا۔ مگر اب چونکہ وہ یہاں تک
پہنچ چکا تھا۔ اس لئے اس نے پوری کارروائی دیکھنے کا فیصلہ کر لیا۔
اور پھر سالگرہ کے اختتام پر جب اچانک لامنی نے اصل موضوع سے مٹ

ٹائیگر عمران کا فون ملتے ہی فوری طور پر حرکت میں آگیا۔ اور
لمحوں بعد اس کا موٹر سائیکل انتہائی تیز رفتاری سے شہر کی مصنائاتی کالو
نیوٹاؤن کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ اس کے جسم پر سیاہ رنگ کا انتہ
چست لباس تھا۔

فھوڑی دیر بعد اس کی موٹر سائیکل نیوٹاؤن کالونی میں داخل ہو گئی
مگر گیارہ الیف کالونی کے انتہائی آفری سرے پر واقع تھی۔

ٹائیگر کوٹھی کے سامنے سے گزرتا چلا گیا۔ واقعی کوٹھی میں کسی فنکشن
آغاز نمایاں تھے۔ کیونکہ گیٹ کے باہر بڑے کا دروازہ نصب کیا گیا تھا۔ کوٹھ
گیٹ بند تھا — اس لئے ٹائیگر کوٹھی کے اندر نہ جھانک سکا۔

کوٹھی کراس کرنے کے بعد اس نے اپنی موٹر سائیکل کو ٹرن ہیا
پھر بائی روڈ سے ہوتا ہوا وہ کوٹھی کی عقبی سمت کی طرف نکل آیا۔

عمران نے چونکہ فنکشن کی رپورٹ حاصل کرنے کی ہدایت کی تھی۔ اس
ٹائیگر کا کوٹھی کے اندر جانا ناگزیر تھا۔ ٹائیگر نے موٹر سائیکل کو ایک طرف
درخت کی اوٹ میں کھڑا کیا اور پھر اسے لاک کر کے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کوٹھ
عقبی سمت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کہ تقریر شروع کی تو ٹائیگر بری طرح چونک پڑا۔ پہلے تو وہ کچھ دیر باتیں مذا
بھراں باتوں کی اہمیت کے پیش نظر اس نے اس کا ردوائی کو ریکارڈ کرتے ہوئے
کر لیا۔ اس نے تیزی سے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک جلد
مگر چھوٹا سا دائرے میں ٹیپ ریکارڈر نکالا اور اس کا بٹن آن کر دیا۔ اب ہال میں
والی تمام گفتگو ٹیپ میں محفوظ ہونی شروع ہو گئی۔

ہر ایک ایسا خوفناک منصوبہ تھا کہ ٹائیگر کو پھر یہاں اتنی شروع ہو گئیں۔ وہ
رہا تھا کہ اگر منصوبہ کامیاب ہو گیا تو اسے سنبھالنا حکومت کے لئے ناممکن ہو گا
جب یہ مینٹک درخواست ہو گئی تو ہال میں صرف راضی اور وہ غیر ملکی لڑکی
شوگی باقی رہ گئی۔ ٹائیگر نے ان کے درمیان میں ہونے والی تمام گفتگو بھی ر
اور جب مس شوگی ہال سے باہر نکل گئی تو ٹائیگر نے ٹیپ ریکارڈر آف کر کے
جیب میں ڈالا۔ اسے چونکہ راضی کی نگرانی کرنے کا حکم ملا تھا۔ اس لئے اس
سوچا کہ مینٹک کے بعد راضی جو کچھ کرتا ہے اسے بھی چیک کر لیا جائے۔ چنانچہ
روشندان سے آنکھ لگائے بیٹھا رہا۔

مس شوگی کے باہر جانے کے بعد راضی چند لمبے خاموشی پر بیٹھا رہا۔ پ
ہی دل میں کوئی فیصلہ کر رہا ہے۔ پھر وہ اٹھ کر کمرے میں موجود ایک الماری کی
بڑھ گیا۔

ابھی اس نے الماری کھولی ہی تھی کہ ٹائیگر کی ناک میں سرسراہٹ ہوئی
نے اپنے آپ کو سنبھالنا چاہا مگر اچانک آنے والی چھینک نہ رک سکی۔ چھینک ک
سے راہداری گونج اٹھی۔

اسی لمحے راضی نے چونک کر اوپر روشندان کی طرف دیکھا۔ ٹائیگر پھرتی
ہیچ بٹ گیا۔ مگر شاید راضی نے اس کی جھلک دیکھ لی تھی۔ کیونکہ راضی انتہر

تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا ہال سے باہر نکل آیا۔

ٹائیگر سمجھ گیا کہ اس کا راز فاش ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس نے فوری طور پر
کوٹھی سے نکل جانے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ راضی بیڑھیوں کے ذریعے اوپر
آئے گا۔ اس لئے وہ تیزی سے بھاگتا ہوا واپس چھت پر پہنچا۔ اس نے چھت کے
کنارے سے نیچے جھانک کر دیکھا۔ کوٹھی کی عقبی سمت خالی تھی۔ ٹائیگر اسی پائپ کے
سبا سے نیچے اترنے لگا۔

مگر اس سے پہلے کہ اس کے قدم زمین پر لگتے۔ اچانک راضی عمارت کے
کنارے سے دوڑتا ہوا آیا اور اس نے ٹائیگر پر چھلانگ لگا دی۔ ٹائیگر نے اپنے
جسم کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا۔ اور راضی اچھل کر درجہ گرا۔ ٹائیگر نے الجھنے کی
 بجائے فرار ہونے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ وہ ہر قیمت پر وہ ٹیپ عمران تک پہنچنا چاہتا
تھا۔ چنانچہ راضی کو ایک طرف اچھالتے ہی وہ تیزی سے اٹھا اور پھر اس نے پوری قوت
سے عقبی دیوار کی طرف دوڑ لگا دی۔

”مگر اس سے پہلے کہ وہ دیوار تک پہنچا۔ ایک بڑا پتھر گولی کی رفتار سے اڑتا
ہوا اس کی گتہ پر پڑا۔ اور ٹائیگر منہ کے بل زمین پر جا گرا۔

پھر پتھر راضی نے پھینکا تھا۔ اور اب یہ ٹائیگر کی بدقسمتی ہی تھی کہ پتھر ٹھیک نشانے
پر پڑا۔ بلکہ کچھ اتنی قوت سے لگا کہ ٹائیگر کے داغ پر اندھیرے کی چادر پھیلنے لگی۔
ٹائیگر نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی مگر بے سود۔ چند لمحوں بعد وہ
زمین پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

راضی اس کے گرتے ہی دوڑتا ہوا اس کے قریب آیا۔ اس کے ہاتھ میں
ایک اور پتھر تھا۔ مگر جب اس نے ٹائیگر کو بے حس و حرکت دیکھا تو وہ رک گیا۔ اس
نے بڑی تیزی سے ٹائیگر کو سیدھا کر کے اس کے دل کی دھڑکن چیک کی اور دوسرے

لئے اس کے منہ سے ایک طویل سانس نکل گئی۔ ٹائیگر مرا نہیں تھا بلکہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

راضی نے طویل سانس لیتے ہوئے ٹائیگر کو اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور اسے لیکر واپس عمارت میں آگیا۔ ایک کرسی پر ٹائیگر کو بٹھا کر اس نے اس کے پورے جسم کو اچھی طرح مضبوط رسیوں سے باندھ دیا۔ اب ٹائیگر ہوش میں آنے کے باوجود حرکت کرنے سے معذور تھا۔ پھر راضی نے اس کی پیروں کی تلاشی لی۔ اور اس کا ٹیپ ریکارڈر ریو اور اور دوسرا سامان نکال کر فرش پر ڈال دیا۔ اس کے چہرے پر شدید پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی کہ آخر یہ شخص اس کو کھٹی میں کیسے پہنچ گیا۔

اسے اچھی طرح احساس تھا کہ جس منصوبے پر وہ کام کر رہا ہے۔ اگر اس کی ہسٹک بھی حکومت کے کانوں میں پڑ گئی تو وہ ساری عمر کے لئے جیلوں میں سزاوارہ بن جائے گا۔ اور اس آدمی کی موجودگی سے صاف ظاہر تھا کہ ان کے منصوبے کی ہسٹک حکومت تک پہنچ چکی ہے۔

وہ چند لمحے خاموش بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر اچانک ہی اس نے ایک فیصلہ کر لیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو حکومت کے حوالے کر دے گا۔ اس طرح شاید سرکاری گواہ بن جانے کی وجہ سے اسے معاف کر دیا جائے۔ اب اسے صرت اس گروہ سے غلط تھا جس کی ایجنٹ مس شوگی تھی کہ انہیں جب راضی کی غداری کا علم ہوگا تو وہ اس کی جان کے لاگو ہو جائیں گے۔ مگر اس نے یہی سوچا کہ اگر اس کی وجہ سے اس گروہ کو گرفتار کر لیا گیا تو پھر اس کی جان بچ سکتی ہے۔

چنانچہ یہ فیصلہ کر کے وہ اٹھا۔ اس نے کونے میں پڑا ہوا پانی کا جگ اٹھایا اور لا کر ٹائیگر کے سر پر انڈیل دیا۔ چند لمحوں بعد ہی ٹائیگر نے آنکھیں کھول لیں۔ راضی اسے

غور سے دیکھ رہا تھا۔

ٹائیگر ہوش میں آتے ہی کسمپایا۔

”بیکار ہے دوست — تم میری اجازت کے بغیر حرکت بھی نہیں کر سکتے۔“

راضی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے — میرے ساتھی باہر موجود ہیں۔ اگر مجھے دیر ہو گئی تو وہ تمہاری کوکھی پر دھاوا بول دیں گے۔“ ٹائیگر نے سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”وہ جو ہوگا دیکھا جائے گا — تم نے ہماری تمام گنتگو یقیناً سن لی ہے مگر شاید ٹیپ بھی کر لی ہے۔ اس لئے اب کم از کم تمہاری موت ہمارے لئے ضروری ہو گئی ہے۔“ راضی نے اس بار انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”میری موت یا زندگی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا — راضی! تمہارا منصوبہ حکومت کی نظروں میں ہے اور تم اب کسی صورت نہیں بچ سکتے۔“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”تم حکومت کے کس شعبے سے تعلق رکھتے ہو؟“ راضی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”کسی بھی شعبے سے سمجھ لو — اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟“ ٹائیگر نے گول مول جواب دیتے ہوئے کہا۔

”نہیں دوست — دراصل میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ میں بھائے خیرموں کے ہاتھوں میں کھیلنے کے اپنی خدمات حکومت کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔“ راضی نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”کیا تم واقعی سنجیدہ ہو؟“ ٹائیگر نے چونک کر پوچھا۔

”ہاں۔۔۔ میں واقعی بخیر ہوں۔۔۔ مگر میری ایک شرط ہوگی کہ مجھے مجرمل سے تحفظ دیا جائے۔۔۔ راضی نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ میں تمہاری شرط قبول ہے۔۔۔“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”نہیں۔۔۔ مجھے تمہارے کسی بڑے افسر کی طرف سے ذمہ داری چاہیے۔“

راضی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ ایسا کرو میرے ہاتھ آزاد کر دو اور ٹیپ ریکارڈر مجھے دے دو۔۔۔ میں ابھی تمہاری بات کر دیتا ہوں۔“ ٹائیگر نے تجویز پیش کی۔

”تم مجھے دھوکہ تو نہ دو گے۔۔۔ راضی نے چیک پاتے ہوئے کہا۔

”دھوکہ کبہسا۔۔۔ جب تم ہمارے ساتھ شامل ہو رہے ہو تو یہ بات ہمارے فائدے میں جائے گی۔۔۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ تمہیں دھوکہ دیں۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”اور۔۔۔“ راضی نے کہا اور پھر اس نے ٹائیگر کے ہاتھوں کی بندشیں کھول دیں اور ٹیپ ریکارڈر اٹھا کر اس کے حوالے کر دیا مگر خود اس کا ریلو لوراٹھ لے کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

ٹائیگر نے ٹیپ ریکارڈر کے کونے میں لگا ہوا ایک خفیہ بٹن دبایا تو ٹیپ کا سے زوں زوں کی آواز سنائی دینے لگی۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی عمران کی آواز سنائی دی۔

”یس۔۔۔ عمران سپیکنگ۔۔۔ اور۔۔۔“

”ٹائیگر بول رہا ہوں جناب۔۔۔ اور۔۔۔“ ٹائیگر نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔۔۔ کیا رپورٹ ہے۔۔۔ اور۔۔۔“ دوسری طرف سے عمران

آواز سنائی دی۔

”میں اس وقت راضی کی کوٹھی میں موجود ہوں۔۔۔ مسٹر راضی نے مجرم

کے خلاف اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ اس کے بدلے میں وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ انہیں تحفظ دیا جائے۔۔۔ اور۔۔۔“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ مگر کیوں۔۔۔ اور۔۔۔“ عمران کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

”آپ براہ راست ان سے بات کر لیں۔۔۔ اور۔۔۔“ ٹائیگر نے کہا اور ٹیپ ریکارڈر راضی کی طرف بٹھا دیا۔

”یس۔۔۔ راضی سپیکنگ اور۔۔۔“ راضی نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”مسٹر راضی۔۔۔ آپ نے اچانک فیصلہ کیوں بدلا۔۔۔ اور۔۔۔“ دوسری طرف سے عمران نے پوچھا۔

”جناب آپ کا آدمی میری کوٹھی میں آیا تو میں نے اسے پکڑ لیا۔۔۔ اس وقت وہ میرے سامنے کرسی پر بندھا ہوا ہے۔۔۔ آپ کے آدمی کو پکڑنے کے بعد میں نے سمجھ لیا کہ اگر میں مجرموں کے ساتھ شامل رہا تو حکومت کے ہاتھوں بیچ سکول گا۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ کیوں نہ میں مجرموں کا ساتھ دینے کی بجائے حکومت کا ساتھ دوں۔۔۔ اور۔۔۔“ راضی نے بڑے سادہ سے لہجے میں جواب دیا۔

”مگر تم اس منصوبے میں شامل کیسے ہوئے۔۔۔ اور۔۔۔“ عمران نے پوچھا۔

اور راضی نے بلیک میل ہونے کے متعلق سب کچھ تفصیل سے بتا دیا۔

”ہوں۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ تم صرف مس شوگی کے بارے میں جانتے ہو۔۔۔ اس سے زیادہ مجرموں کے بارے میں تمہیں کوئی علم نہیں۔۔۔ اور۔۔۔“ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں جناب۔۔۔ مگر میں جانتا ہوں کہ میرے بغیر مجرموں کا منصوبہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔۔۔ اور۔۔۔“ راضی نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ میں سمجھتا ہوں۔۔۔ مگر منصوبہ کیا ہے۔۔۔ اور۔۔۔“ عمران

نے پوچھا۔

”میرے خیال میں آپ کے آدمی نے ہمارے منصوبے کی تمام تفصیلات ٹیپ کر لی ہیں۔ آپ وہ ٹیپ سن لیں۔“ راضی نے کہا اور اس کے ساتھ وہ ٹیپ ریکارڈ دوبارہ ٹائپنگ کے ہاتھ میں دے دیا۔

”میں نے اس بھیاںک منصوبے کو ٹیپ کر لیا ہے جناب۔ آپ اسے سن لیں۔ اور۔“ ٹائپنگ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹیپ ریکارڈ کا بٹن آن کر دیا۔

کمرے میں خفیہ اجلاس کی کارروائی گونجنے لگی۔ جب تک ٹیپ چلتا رہا۔ وہ خاموش رہے۔ جب ٹیپ ختم ہو گئی تو ٹائپنگ نے بٹن آف کر دیا۔

”ٹھیک ہے۔“ مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ کچھ اسی قسم کا منصوبہ ہو گا۔ بڑا واقعی مجرموں کا یہ منصوبہ راضی کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اگر راضی ہمارے ساتھ شامل ہوں تو ہم نہ صرف انہیں مکمل تحفظ دیں گے بلکہ ان کا اب تک کا قصور معاف بھی کیا جاسکتا ہے۔ اور۔“ عمران نے جواب دیا۔

”شکیر جناب۔ آپ مجھے جیسے حکم دیں گے میں ویسے ہی کر دوں گا۔“ راضی نے کہا۔

”مسٹر راضی۔ جس تنظیم نے آپ کو آلہ کار بنایا ہے۔ یہ خوفناک مجرم بین الاقوامی تنظیم ہے جو کسی غیر ملکی طاقت کے اشارے پر حکومت کا تختہ الٹنا چاہتا اور ظاہر ہے آپ کو صرف استعمال کیا جا رہا ہے۔ جیسے ہی اس تنظیم کی نظروں کی اہمیت ختم ہوئی۔ آپ کو ختم کر دیا جائے گا۔ اور۔“ عمران نے کہا۔

”میں سمجھتا ہوں جناب۔ اسی لئے تو میں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ اور۔“ راضی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ یہ ٹرانسمیٹر تم اپنے پاس رکھ لو۔“ ٹائپنگ نے کہا۔ اس کے استعمال کا طریقہ سمجھا دے گا۔ تم فی الحال ان کے ساتھی بنے رہو۔ بس تمہارا کام یہ ہو گا کہ مجھے اس ٹرانسمیٹر پر رپورٹ دیتے رہنا۔ باقی ہم خود سنبھال لیں گے اور۔“ عمران نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے جناب۔ میں تیار ہوں۔ اور۔“ راضی نے جواب دیا۔

”ٹائپنگ۔“ باتم ٹیپ نکال کر ٹرانسمیٹر راضی کے حوالے کر دو اور اسے اس کا استعمال سمجھا دو۔ اب اس کی نگرانی کی ضرورت نہیں۔ اور۔“ عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے جناب۔ اور۔“ ٹائپنگ نے جواب دیا۔

”اور اینڈ ٹوکل۔“ دوسری طرف سے عمران نے کہا اور ٹائپنگ نے بٹن آف کر دیا۔ راضی نے آگے بڑھ کر تمام کرسیاں کھول ڈالیں۔ ٹائپنگ نے کیسٹ ٹیپ نکال کر جب میں ڈالا اور پھر راضی کو اس کے استعمال کا طریقہ سمجھانے لگا۔ جب راضی ابھی طرح سمجھ گیا تو ٹائپنگ نے اپنا سامان اٹھا کر دایس جیبوں میں ڈال لیا۔

”اچھا۔“ مجھے اجازت۔“ ٹائپنگ نے باقاعدہ مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

”آئیے۔“ میں آپ کو چھانک تک چھوڑ آؤں۔“ راضی نے کہا۔

”ارے نہیں۔“ میں عقیقی سمت سے جاؤں گا۔“ ہو سکتا ہے تمہارا جو کیدار مجرموں کا ساتھی ہو یا پھر تمہاری کوٹھی کی نگرانی ہو رہی ہو۔“ ٹائپنگ نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اوہ۔“ ٹھیک ہے۔ اس طرف تو میرا ذہن ہی نہ گیا تھا۔“ راضی نے چونکے ہوئے کہا۔

اور ٹائپنگ گرتیزی سے کمرے سے نکلا اور پھر بیڑھیاں چڑھ کر چھت پر آیا اور دوبارہ اسی پائپ کے ذریعے وہ کوٹھی کی عقیقی سمت میں پہنچ گیا۔ عقیقی دیوار پار کر کے

وہ کوٹھی سے باہر پہنچ گیا اور چنڈ لمحوں بعد اس کی موٹر سائیکل خاصی تیز رفتاری سے دانش منزل کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ وہ ٹیپ عمران تک پہنچانا چاہتا تھا۔

سالانہ کھیلوں کی وجہ سے آج یونیورسٹی کی راتنی عروج پر تھی۔ سب سے زیادہ رش شمیر زنی کے مقابلے والی جگہ پر تھا۔ کیونکہ پرنس آف ڈھبپ اس مقابلے میں حصہ لے رہا تھا۔ اور پرنس نے اپنی شمیر زنی کے قہصے کچھ اس طرح ٹوٹے بڑے کر ساتھیوں کو سنا کئے تھے کہ وہ سب اس کی شمیر زنی کا انداز دیکھنا چاہتے تھے۔

شمیر زنی کے مقابلے میں کئی لڑکے حصہ لے رہے تھے۔ اور ان میں سے ایک لڑکا عباس تو شمیر زنی میں اتنی جہارت رکھتا تھا کہ بین الاقوامی مقابلوں میں حصہ لے کر انعام جیت چکا تھا۔ اور لڑکے عباس اور پرنس کا مقابلہ دیکھنے کے خواہشمند تھے۔ مقابلے کے رنگ کے چاروں طرف لڑکے اور لڑکیاں کثیر تعداد میں موجود تھیں۔ اور کئی لڑکے جن میں عباس بھی شامل تھا۔ مقابلے کی پریکٹس میں مصروف تھے جبکہ پرنس ابھی تک وہاں نہ پہنچا تھا۔

رنگ کے بائیکل قریب ہی مس شوگی موجود تھی۔ اور اس کی نظریں ایک لڑکے

پر بھی ہوئی تھیں۔ اس لڑکے کا نام حسن تھا اور وہ مقابلے کا لباس پہنے ہاتھ اٹھانے رنگ کے ایک کونے میں خاموش کھڑا تھا۔ مس شوگی جانتی تھی کہ کے ایک اسپرٹس ممبر ٹو مو جو ہے۔ حسن کو وہ رات کو ہی کار میں سوار کر کے تھی اور اس نے اسے فیر ٹوکے حوالے کر دیا تھا۔

ابھی مقابلہ شروع ہونے میں تھوڑی دیر باقی تھی کہ پرنس کی آمد کا اور سب لڑکے اور لڑکیاں سراٹھا کر ادھر دیکھنے لگے۔ جدھر سے پرنس آئے عمران اپنی مخصوص سبج میں بڑے اطمینان سے چلتا ہوا رنگ کی بڑھا چلا آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے جو زف تھا جس نے ہاتھ میں تلوار پکڑی ہوئی عمران نے رنگ کے قریب آکر جو زف کے ہاتھ سے تلوار لی اور پھر چڑھ کر رنگ میں داخل ہوا۔ تمام لڑکے اور لڑکیوں نے پرنس کے حق میں نغمہ لگانے شروع کر دیئے۔

”ساتھو! بہتر ہے کہ میں ان مقابلوں میں حصہ نہ لوں۔“
سے مقابلہ کرنے والے ہمیشہ کے لئے مقابلوں سے معذور ہو جائیں گے۔
نے تلوار سر سے بلند کرتے ہوئے کہا۔

”ارے بہت دیکھتے ہیں تم جیسے پرنس۔ تم لوگ بس ڈینگیں مارا ہو۔“
رنگ کے دوسرے کونے میں کھڑے ہوئے جمپین عباس۔
بڑے ناگوار لہجے میں کہا۔

”بھئی تم تو خواہ مخواہ ناراض ہو رہے ہو۔“ ڈینگ ہی ماری ہے
تو نہیں ماری۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
اور اسی لمحے شمشیر زنی کے پہلے مقابلے کا اعلان ہو گیا۔ اور دو شمشیر زنی
لہراتے گئے۔

”ٹھہر۔“ یہ مقابلہ نہیں ہو سکتا۔“ اچانک عمران نے چیخ کر
کہا اور دونوں شمشیر زنیوں کو تلواریں لہرا کر پینتیر بننے ہی والے تھے اچانک ٹھٹھک
کر گئے۔

”میسرے پاس اتنا وقت نہیں کہ میں ان پدی شمشیر زنیوں کا مقابلہ دیکھنے میں
مناغہ کروں۔“ میں مقابلے میں حصہ لینے والے تمام شمشیر زنیوں کو چیلنج کرتا
ہوں کہ وہ اکٹھے ہو کر مجھ سے مقابلہ کریں۔“ عمران نے رنگ کے درمیان میں
اگر اعلان کرتے ہوئے کہا۔

”رنگ کے ارد گرد موجود لڑکے اور لڑکیوں نے۔“ ٹھٹھک ہے۔ ٹھٹھک
ہے۔ کے نعرے مارنے شروع کر دیئے۔ مقابلے کے منتظم پروفیسر صاحب نے پہلے
اس طرح مقابلہ کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ مگر سب طالب علموں کے پر زور
زار پر آخر کار شکست تسلیم کرنی ہی پڑی۔

اور رنگ کے باہر بیٹھی ہوئی مس شوگی کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اب
برٹو کا کام اور زیادہ آسان ہو گیا تھا۔ پانچ تلواروں سے مقابلہ کرتے ہوئے عمران
کی بھی صورت اپنے آپ کو ہلکا سا زخم لگنے سے نہ بچا سکتا تھا اور پھر یہ بھی محسوس
ہو سکتا تھا۔ کہ یہ زخم کس تلوار سے آیا ہے۔

اور پھر منتظمین کے اعلان پر پانچ شمشیر زنیوں کو تلواریں لہراتے ہوئے میدان میں کود
پڑے جبکہ ان کے مقابلے میں عمران اکیلا تھا۔

کھیل شروع ہونے کا نعرہ ہوتے ہی پانچوں شمشیر زنی بڑی پھرتی سے عمران
پر پل پڑے مگر عمران تو بجلی بنا ہوا تھا۔ ظاہر ہے جب رلیو اور کی گویاں عمران کو نہ
ہو سکتی ہوں تو بے چاری تلواروں کی تو بساط ہی کیا تھی۔ عمران ابھی تک صرف دفاع
کر رہا تھا اور پورا میدان تالیوں سے گونج رہا تھا۔

جیت لیا۔

میدان فسادوں سے گونج اٹھا اور عمران بڑے فخریہ انداز میں تلوار ہلاتا ہوا رنگ میں چکر لگانے لگا۔
لاؤڈ سپیکر پر عمران کی جیت کا اعلان کیا گیا اور پھر جہان خصوصی نے رنگ میں اگر عمران کو طلائی تمغہ پہنایا۔
نمبر ٹو اس دوران رنگ سے اتر کر باہر جا رہا تھا اور مس شوگی بھی وہاں سے لپک گئی تھی۔

ابھی عمران جہان خصوصی سے باتیں کر ہی رہا تھا کہ اس کا رنگ زرد پڑنے لگا بل عروس ہوا جیسے اس کا دل ڈوبتا ہی جا رہا ہو۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی مگر بے سود۔ اس کے جسم سے جیسے جان نکل گئی ہو اور دوسرے لمحے وہ لٹکھڑا کر رنگ میں ہی گر پڑا۔
جہان خصوصی اور دوسرے لوگ حیرت سے بت بے کھڑے اسے گمراہ دیکھتے رہے۔ مگر اسی لمحے اچانک جوزف رنگ میں داخل ہوا۔ اس نے بڑی چھرتی سے عمران کو کندھے پر لاوا اور انتہائی تیز رفتاری سے بھاگتا ہوا پارکنگ کی طرف بڑھتا چلا گیا جہاں عمران کی کار موجود تھی۔

اور چند لمحوں بعد جوزف عمران کو کار میں ڈالے انتہائی تیز رفتاری سے کارڈانشس منزل کی طرف اڑائے چلا جا رہا تھا۔ عمران کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا اور اس کا سانس رک رک کر آ رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے عمران بس اب چند لمحوں کا تھان ہو۔ نمبر ٹو کی تلوار پر لگا ہوا زہر اپنا کام دکھا رہا تھا۔ اور عمران تیزی سے موت کے اندھیرے غار میں اترتا چلا جا رہا تھا۔

مس شوگی کی آنکھوں میں حیرت کے بے پناہ تاثرات تھے۔ اسے عمران کی چھرتی اور تیزی پر رشک آ رہا تھا۔ پانچوں مشیر زن اپنی بے پناہ کوششوں کا وجود اب تک عمران کو تلوار کی نوک تک نہ لگا سکے تھے۔ اور پھر آہستہ آہستہ وہ پانچوں ٹکسے لگے جبکہ عمران میں پہلے سے زیادہ تیزی آتی جا رہی تھی اور چلنے کا عمران نے پینتہ بدل کر وار کر دیا اور سابق جیسے پین عباس کی تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر موائیں پر وار کرتی ہوئی رنگ سے باہر جا گری۔ اور پورا میدان بے پناہ تالیوں سے گونج اٹھا۔

کھیل کے اصول کے مطابق عباس کو شکست تسلیم کرتے ہوئے میدان سے باہر آنا پڑا۔ اور دوسرے لمحے ایک اور مشیر زن کی تلوار ایک ہلکے سے کھٹکے سے دو ٹکڑے ہو گئی۔ اب مقابلہ میں تین رہ گئے۔ عمران اب جارحانہ موڈ میں آ گیا تھا اور اس کے بے پناہ وار مشیر زنیوں کو بھانا مشکل ہو رہے تھے پھر عمران نے اچانک ایک ایسے مخصوص انداز میں تلوار کھائی کہ بیک وقت دو تلواریں ہوائیں اڑتی چلی گئیں۔ اب مقابلہ میں صرف نمبر ٹو رہ گیا تھا۔ نمبر ٹو چونکہ ایک منجھا ہوا اور ماہر کھلاڑی تھا۔ اس لئے عمران اور اس کے درمیان مقابلہ زور کھڑا چلا گیا۔ یوں لگتا تھا جیسے دونوں کا پلڑا برابر ہو۔

مس شوگی سانس روکے ہوئے بیٹھی تھی کہ اچانک عمران کا پاؤں چپ گیا اور نمبر ٹو کو اس پر وار کرنے کا موقع مل گیا۔ مگر نیچے گرتے گرتے بھی عمران نے نمبر ٹو کی تلوار کا بھرپور وار اپنی تلوار پر روک لیا۔ مگر نمبر ٹو نے کچھ اس قدر طاقت سے وار کیا تھا کہ وار کرنے کے باوجود اس کی تلوار کی نوک عمران کی کلا پر خراش ڈال گئی۔ اور اسی لمحے عمران نے اتنی چھرتی سے ہوائی وار کیا کہ نمبر ٹو کی تلوار بھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اس طرح عمران نے یہ زوردار مفا

”بہر حال وہ پرنس بنا تھا تو اس کے لئے رنگین موت ہی سونی چاہیے تھی؟
لئے مسکراتے ہوئے کہا اور غیر ٹو کے حلق سے تہقہہ نکل گیا۔
”ایک بات ہے — یہ پرنس زبردست شمشیر زن تھا۔ اگر مجھے اس کیل
مناص تہارت حاصل نہ ہوتی تو شاید میں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو پاتا۔“
نہرٹنے لگا۔

”میرا خیال ہے — بس اس کی موت ابھی گئی تھی کہ اس کا پیرا چانک پھسل گیا
نہرٹنے لگا۔۔۔۔۔ شوگی نے جواب دیا۔

”ہاں یقیناً — بس اسی موقع سے میں نے فائدہ اٹھایا اور اس کی کلائی
غراش لگانے میں کامیاب ہوا اور یہ واقعی اتفاق ہی تھا۔“ — نہرٹنے
لگا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مشین کا ٹین آف کر دیا۔

دوسرے لمحے مشین کے اوپر نصب ایک چھوٹی سی سکرین روشن ہو گئی۔ اور
ٹین سے زوں زوں کی آواز نکلنے لگی۔

”یہ — مادام وی سپیکنگ —“ اچانک آواز کمرے میں گونجی اور
اس کے ساتھ ہی سکرین پر ایک عورت کا سیاہ رنگ کا خاکہ اُبھر آیا۔ بس وہ خاکہ ہی
فنا خد خیال نظر نہ آتے تھے۔

”نمبر ٹو سپیکنگ مادام —“ نہرٹنے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”بس شوگی بھی تمہارے پاس موجود ہے —“ مادام وی نے پوچھا۔

”یہ مادام — ہم ابھی ابھی پرنس کا خاتمہ کر کے آئے ہیں —“ نہرٹنے
جواب دیا۔

”کیا پرنس ختم ہو گیا —“ مادام وی کے لہجے میں اشتیاق تھا۔

”یہ مادام وی — میں نے اسے رنگین موت مار دیا ہے —“ نہرٹنے

کیا — یہ پرنس واقعی ختم ہو جائے گا —“ شوگی نے کمرے
میں موجود کرسی سنبھالتے ہوئے نہرٹنے سے پوچھا۔

”ہاں — اب اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔ میں نے تلوار کا
نوک پر مشرقی افریقہ کی جڑی بوٹیوں کی کاس سے نکلنے والا زہر لگا دیا تھا۔ اس زہر کا
خصوصیت یہ ہے کہ دل کی رفتار — آہستہ ہوتی چلی جاتی ہے اور زیادہ
سے زیادہ پانچ گھنٹوں کے اندر انسان ختم ہو جاتا ہے۔ مگر پورٹ مارٹن رپورٹ
صرف ہارٹ فیور کی ہی ہوگی —“ نہرٹنے ایک مشین کی طرف بڑھتے ہوئے
کہا۔ اس نے شمشیر زنی والا لباس اتار دیا تھا۔

”کیا اس کا کوئی علاج نہیں ہے —“ شوگی نے پوچھا۔
یوں لگتا تھا جیسے اسے عمران کی موت پر دلی صدمہ ہوا ہو۔ وہ شاید اسے
پسند کرنے لگی تھی۔

”نہیں — ابھی تک ہماری طب اس کا علاج نہیں ڈھونڈ سکی۔ افریقہ میں
اس زہر کو رنگین موت کہتے ہیں۔ کیونکہ اس زہر سے مرنے کے بعد جسم کے مختلف حصوں
کا رنگ مختلف ہو جاتا ہے۔ کوئی صدمہ سرخ ہو گا تو کوئی زرد — کوئی سفید ہو جائے
گا تو کوئی سبز —“ نہرٹنے مشین کا ہینڈل گھماتے ہوئے جواب دیا۔

نفرین لہجے میں جواب دیا۔

"اورہ — تو یوں کاربہر لگایا ہے اسے — دیوی گڈ — پھر تو واقعی! —
کما خاتمہ ہو گیا ہوگا — اب باقی سیکرٹ سروس کے بارے میں کیا پروگرام ہے
مادام دی نے پوچھا۔

"اس سلسلے میں آپ کو کال کیا تھا — ہم نے انٹرٹیلی لنک پریکٹسز
کے ہیڈ کوارٹر میں جس فوجان کو دیکھا تھا — وہ شاید سیکرٹ سروس کا سربراہ
ہے۔ اگر اسے اغوا کر لیا جائے تو اس پر تشدد کر کے سیکرٹ سروس کے
ممبران کا پتہ چلا یا جاسکتا ہے" — نفر ٹوٹنے لگا۔

"درست خیال ہے — اگر سیکرٹ سروس کا ایک بھی عہدہ دار آجائے
تو پھر باقی لوگوں کا پتہ لگ سکتا ہے" — مادام دی نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے مادام — میں آج رات ہی سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوار
ٹر سے اسے اغوا کر لاؤں گا — مجھے یقین ہے کہ ایک بار اگر وہ میرے ہتھ
چڑھ گیا تو پھر باقی ممبران کا میسر ہوتا تھا ہے پچنا محال ہے" — نفر ٹوٹنے لگا
نفرین لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مگر نفر ٹو — اسے معمولی بات مت سمجھو — سیکرٹ سروس
ہیڈ کوارٹر کی حفاظت کے لئے خصوصی انتظام کیا گیا ہوگا — ایسا نہ ہوگا
تم خود پھنس جاؤ" — مادام دی نے کہا۔

"میں صورت حال کو سمجھتا ہوں مادام — آپ بے فکر رہیں —
شوکی میرے ہمراہ جائیں گی — اگر کوئی رکاوٹ پیدا ہوئی تو مس شوکی میری
کریں گی" — نفر ٹو نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اور کے — کس وقت آپریشن کرو گے" — مادام دی نے پوچھا

"آج رات دس بجے کا خیال ہے" — نفر ٹو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے — میں خود اس آپریشن کی نگرانی کروں گی" — مادام
دی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے مادام — دیسے مجھے یقین ہے میں کامیاب واپس لوٹوں
گا" — نفر ٹو نے کہا۔

"گڈ لک" — مادام دی نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی سکینر
صاف ہو گئی۔ نفر ٹو نے مشین آف کر دی۔

"مس شوکی — میں وہ مشین چلاتا ہوں جس میں سیکرٹ سروس
کے ہیڈ کوارٹر کی نشاندہی کی گئی ہے — تم اسے غور سے دیکھو پھر بیٹھ کر
پروگرام مرتب کریں گے" — نفر ٹو نے ایک اور مشین کی طرف بڑھتے
ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے — مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا۔"
مس شوکی نے کہا۔

اور نفر ٹو نے ایک مشین کے خانے سے فلم کا ڈب نکال کر دیوار کے ساتھ
لیڈ پرنٹ پر پروجیکٹر پر چڑھا دی۔ اس کے بعد اس نے کمرے کی تمام بتیاں بجھا
دیں اور اس کے بعد پروجیکٹر کا بٹن آن کر دیا۔ سامنے دیوار پر سکینر روشن ہو گئی
اور پھر سکینر پر کار چلنے کا منظر ابھر آیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر عمران تھا۔

مس شوکی بڑے غور سے فلم دیکھتی رہی۔ عمران کی کار وانش منزل
میں پہنچی اور عمران اور بلیک زبرد کے درمیان ہونے والے مکالمے بھی اس نے
غور سے سنے۔ جب وہ دونوں عمارت کے اندر داخل ہو گئے تو سکینر صاف
ہو گئی۔

اس کے ساتھ ہی جیٹ کی آواز اُبھری اور نمبر ٹو نے بتیاں روشن کر دیں۔
 ”یہ یہاں کی سیکرٹ سروس کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اور یہ دوسرا آٹھ
 ہی شاید اس کا سربراہ ہے۔ ہم نے اسے اغوا کرنا ہے۔“ نمبر ٹو
 نے پروڈیکٹر آف کرتے ہوئے کہا۔

”اس کی دلیواریں بہت اونچی ہیں۔“ شوگی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
 ”یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ میں نے پروگرام بنایا ہے۔ جہاں
 تک میرا خیال ہے عمارت میں یہ آدمی اکیلا رہتا ہے۔ اس لئے تم
 عمارت کے اندر جاؤ گی۔ تمہارے پاس الیکٹرو کوڈ ٹرانسمیٹر ہوگا۔ اگر تمہیں
 چیک کر لیا گیا تو مجھے چیکنگ پروسیجر کا پتہ چل جائے گا۔ پھر میں اس پر دستگیر
 کو نوڈ کر اندر آ جاؤں گا۔ وہ آدمی ظاہر ہے تمہاری طرف متوجہ ہوگا۔
 اس طرح میں آسانی سے اس پر قابو پا لوں گا۔“ نمبر ٹو نے شوگی کو پروگرام
 بتاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ جیسے آپ کہیں۔“ شوگی نے اثبات میں سر ہلاتے
 ہوئے کہا۔ اور نمبر ٹو اٹھ کر مشن کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

بلیک زئیرو بڑی بے چینی کے عالم میں اپنے مخصوص کمرے کے اندر ٹہل رہا تھا۔
 ماکے چہرے پر پریشانی اور اداسی کے شدید تاثرات نمایاں تھے۔
 عمران کو جواز انتہائی خطرناک حالت میں یونیورسٹی سے اٹھا کر لایا تھا اور
 بلیک زئیرو نے عمران کو پینٹل سرسبز ہسپتال پہنچا دیا تھا۔ جہاں ملک کے
 ورڈاکٹر اسے بچانے کی سرٹوڈ گوششوں میں مصروف تھے۔ مگر عمران کی حالت لمحہ بہ
 گزرتی جا رہی تھی۔

افسوس کہ صورت حال یہ تھی کہ عمران کی بیماری کی تشخیص ہمک نہ ہو سکی تھی۔
 مگر عمران کو کوئی بیماری نہ تھی۔ صرف کھائی پر ایک خواش سی تھی۔ مگر عمران کے
 ماکے دھڑکنے کی رفت ر لمحہ بہ لمحہ آہستہ ہوتی چلی جا رہی تھی۔

سر سلطان بھی سرسبز ہسپتال میں پہنچ گئے تھے۔ اور ان کی وہاں موجودگی
 راجہ سے تمام ڈاکٹر الرٹ تھے۔ مگر ڈاکٹروں کے لٹکے ہوئے چہرے اور
 اہول سے برستی ہوئی مایوسی بتا رہی تھی کہ عمران کا بچنا محال ہے۔

سر سلطان نے بلیک زئیرو کو واپس بھیج دیا تھا۔ اور اب بلیک زئیرو
 نائی پریشانی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ اس کا اپنا دل ڈوبتا چلا جا رہا تھا۔ اس
 نظر میں بار بار میز پر پڑے ٹیل فون پر پڑتیں۔ مگر پھر وہ دانتوں سے ہنرٹ

کاٹتا ہوا لگا ہیں ہٹا لیتا۔

عمران شمشیر زنی کے مقابلے میں حصہ لیتے ہوئے اچانک بے ہوش ہو کر گر پڑا تھا۔ شمشیر زنی کا یہ مقابلہ شام کو چھ بجے منعقد ہوا تھا اور رات کے دس بجنے والے تھے۔ ان چار گھنٹوں میں عمران کی حالت سنبھلنے کی بجائے اور زیادہ بگڑ گئی تھی۔

اس نے ٹیلیفون پر سر سلطان سے بات کی تھی۔ مگر دوسری طرف سوائے مایوسی کے اور کچھ نہ تھا۔

بلیک زیر دستوح رہا تھا کہ اگر عمران ختم ہو گیا تو کیا ہو گا۔ یہ سوچ کر ہی اس کا دل ڈوبنے لگتا۔ ایک لمحے کے لئے اس کا دل کہتا کہ علم ناقابل تسخیر ہے وہ نہیں مر سکتا۔ مگر دوسرے لمحے اسے خیال آ جاتا کہ عمران بھی آخر انسان ہے۔ وہ مر بھی سکتا ہے۔

اسی ادھیڑ بن میں وقت گزر چلا جا رہا تھا کہ اچانک کمرے میں سیٹی کی آواز گونجی اور بلیک زیر دیو یوں چونکا جیسے کمرے میں بم پھوٹا ہو۔ اس نے چونک کر دروازے کے اوپر لگا ہوا باب دیکھا۔ باب تیز سے جل بجھ رہا تھا۔

بلیک زیر دیو بڑی تیزی سے آگے بڑھا اور پھر اس نے میز کے کنارے لگا ہوا مٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے دیوار پر ایک سکریں روش ہو گئی۔ سکریں پر دانش منزل کی شمالی سمت کا منظر نظر آ رہا تھا۔ بلیک نے دیکھا کہ ایک لوجوان لڑکی سیاہ رنگ کے چپت لباس میں ملبوس اسی کی سیٹھی کے ذریعے نیچے اتر رہی تھی۔

بلیک زیر دچند لمحے خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ لڑکی نیچے اتر

تیزی سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کسی کو نہ پا کر وہ دبے قدموں اصل عمارت کی طرف بڑھنے لگی۔ بلیک زیر دستوح رہا تھا کہ یہ لڑکی کون ہے اور دانش منزل میں کیوں داخل ہوئی ہے۔

لڑکی آہستہ آہستہ عمارت کی طرف بڑھی چلی آرہی تھی۔ جب وہ صحن کے درمیان میں پہنچی تو بلیک زیر دستوح نے تیزی سے ایک اور مٹن دبا دیا۔ اس مٹن کے دبے ہی عمارت کے اوپر والے حصے میں ایک گن کا دمانہ نمودار ہو گیا۔ ظاہر ہے اندھیرے کی دھب سے لڑکی اس دمانہ کو نہ دیکھ سکتی تھی۔ وہ اسی طرح آگے بڑھی چلی آرہی تھی۔

بلیک زیر دستوح نے ایک اور مٹن پر انگلی رکھی اور پھر جب لڑکی ایک مخصوص جگہ پر پہنچی تو بلیک زیر دستوح نے تیزی سے مٹن دبا دیا۔ گن کے دمانے سے بے رنگ گیس کی ایک دھار سی نکلی اور دوسرے لمحے بلیک زیر دستوح کو لڑکھڑاتے دیکھا۔ لڑکی نے ایک لمحے کے لئے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی مگر دوسرے لمحے وہ دھارام سے فرشتے پر گر پڑی۔ بیہوش کر دینے والی زود اثر گیس اپنا کام دکھا چکی تھی۔

بلیک زیر دستوح نے مٹن آف کئے اور پھر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔ راہداری سے گزر کر وہ صحن میں آیا۔ لڑکی ابھی تک فرش پر بیہوش پڑی تھی۔ بلیک زیر دستوح نے تیزی سے چلتا ہوا لڑکی کے قریب پہنچا۔ اس نے جھک کر لڑکی کی نبض چیک کرنے کے لئے اس کا بازو پکڑا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ سیدھا ہوتا اچانک دیوار پر ایک اور سیاہ پوش کا ہیولا اُبھرا اس کے ہاتھ میں ایک لمبی نال والا عجیب ساخت کا پستول تھا۔ بلیک زیر دستوح کی تمام تر توجہ لڑکی کی طرف تھی۔ اس لئے وہ اس ہیولے کی موجودگی کو

پچیک نہ کر سکا تھا۔

سیاہ بیولے نے پستول کی نال کا رخ بلیک زیرہ کی طرف کیا اور ڈا
دبا دیا۔ ٹریگر دبے ہی پستول کی نال سے ایک باریک سی سوئی نکلی اور
کی سی تیزی سے اڑتی ہوئی سیدھی بلیک زیرہ کے کندھے میں گھسٹی چلی گئی
بلیک زیرہ ایک لمحے کے لئے جھٹکا کھا کر سیدھا ہوا۔ مگر دوسرے
وہ بھی ماتھ پر چلتا ہوا دھڑام سے فرش پر گر گیا۔ سوئی کی نوک پر گئے ہو
مخصوص زہر نے پلک جھپکنے میں اسے دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دیا تھا۔
سیاہ بیولا چند لمحے دیوار پر بیٹھا غور سے اندر کا جائزہ لیتا رہا پھر
لٹکی ہوئی سیڑھی کے ذریعے وہ تیزی سے نیچے اترا اور دوڑتا ہوا اس
لوٹکی اور بلیک زیرہ کی طرف بڑھتا چلا آیا۔ ایک لمحے کے لئے
ادھر ادھر دیکھنے کے بعد اس نے جھک کر بے ہوش پڑے ہوئے
بلیک زیرہ کو اٹھا کر کندھے پر لادا اور دوبارہ تیزی سے اسی رسی
طرف بڑھتا چلا گیا۔ سیڑھی کے ذریعے وہ چند ہی لمحوں میں دیوار پر پہنچ
گیا۔ دیوار کی دوسری طرف بھی سیڑھی لٹکی ہوئی تھی اور دیوار کے بالکل
اس کی کار موجود تھی۔

دانش منزل کے اس حصے کی طرف سڑک موجود تھی مگر رات کو اس
سڑک پر آمد و رفت نہ ہونے کے برابر ہوتی تھی۔ اس لئے سیاہ بیولا
تیزی سے نیچے اترا اور اس نے کار کا پچھلا دروازہ کھول کر بلیک زیرہ
دونوں سیٹوں کے درمیان لٹا دیا۔ بلیک زیرہ کو لٹانے کے بعد وہ ایک
بار پھر سیڑھی کے ذریعے چڑھ کر دانش منزل میں داخل ہوا۔ اور اس
بار جب وہ واپس آیا تو وہ لوٹکی جو مس شوگی تھی اس کے کندھے پر موجود

تھی۔ نیچے اتر کر اس نے مس شوگی کو بھی پچھلی نشست پر لٹا دیا اور پھر
دروازے کو اچھی طرح بند کر کے اس نے دیوار پر لٹکی ہوئی سیڑھی کو ایک
مخصوص انداز میں کھینچا اور پھر سیڑھی کو گچھے کے انداز میں پھیلے کہ اس نے
اگلی سیٹ کے نیچے پچھیک دیا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چند
لمحوں بعد کار انتہائی تیز رفتاری سے سڑک پر اڑی چلی جا رہی تھی
منیر ٹو حیرت انگیز طور پر اپنے مشن میں کامیاب رہا تھا۔ اس کے تہرے
مسکراہٹ تھی۔

لڑکی کو گیس گن کے ذریعے بیہوش کر دیا تھا اور جب وہ اسے جھک کر دیکھ رہا تھا تو اچانک اس کے کندھے میں سوئی سی گھستی چلی گئی تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا اس کے متعلق اس کا ذہن صاف تھا۔

بہر حال اتنا تو وہ سمجھ گیا تھا کہ مجرموں نے اسے پھانسی کے لئے خوبصورت اور انتہائی سادہ چال چلی تھی۔ انہوں نے لڑکی کو چارہ بنا کر اندر بھیجا تھا اور بلیک زیرو ان کے جال میں آگیا تھا۔

اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک سڈول جسم کا نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ایک خوبصورت سی غیر ملکی لڑکی تھی۔ نوجوان بھی غیر ملکی تھا اور اس کی آنکھوں میں ذہانت کی جھلک تھی۔

”تمہیں ہوش آگیا“ — نوجوان نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”ہاں — مگر تم کون ہو“ — بلیک زیرو نے ٹھہرے ہوئے پسے میں کہا۔

”میرا نام ملک الموت ہے دوست — دیکھو میں نے کتنی آسانی سے تمہیں اغوا کر لیا ہے — حالانکہ تم نے اپنی حفاظت کے لئے کتنی زبردست سائنسی نظام قائم کیا ہوا تھا“ — نوجوان نے اس کے قریب آکر رکتے ہوئے کہا۔

”مجھے حیرت ہے نمبر ٹوک یہاں کی سیکرٹ سروس کتنی پھسڑی ہے کہ اس کا پیچھے اتنی آسانی سے اغوا کر لیا گیا“ — لڑکی نے آہستہ سے منکراتے ہوئے کہا۔

”یہ بات نہیں ہے مس شوگی — بس اسے خوش مستی کہا جاسکتا ہے کہ ہم لوگ کامیاب رہے — اچھا دوست — اب تم نے ہمیں

بلیک زیرو کی جب آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو ایک کافی بڑے کمرے میں بندھا ہوا پایا۔ چڑے کی مضبوط ہلیٹوں سے اسے انداز سے کرسی سے بانڈھا گیا تھا کہ سوائے سر کے باقی جسم کو حرکت دینا ناممکن ہو گیا تھا۔ کمرے میں دیواروں کے ساتھ عجیب و غریب قسم کی مشینیں نصب تھیں۔ کمرے میں کوئی انسان نہ تھا اور کمرے کا اگلا دروازہ بند تھا۔

بلیک زیرو حیرت سے ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ ہوش میں آنے کے چند لمحے ا لاشوری طور پر گزر گئے۔ مگر شور مچا گئے ہی اسے اپنے یہاں آنے کا پس منظر یاد آگیا۔ اسے بس اتنا یاد تھا کہ اس نے دانش منزل میں داخل ہونے وا

بلیک زیر و سمجھ گیا کہ اس گفتگو میں سیکرٹ سروس کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اسی وجہ سے یہ مجرم وہاں تک پہنچے ہیں۔

”کیا عمران پر بھی تمہاری طرف سے حملہ کیا گیا تھا“ — بلیک زیر و نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ہاں — جیسے ہی ہمیں پتہ چلا کہ پرنس دراصل سیکرٹ سروس کا آدمی ہے — ہم نے اس کا کاشا درمیان سے نکال دیا۔“ — نمبر ٹو نے ناشائستہ لہجے میں کہا۔

”مگر کیسے“ — بلیک زیر و نے پوچھا۔

”معمولی سی بات تھی — وہ شمشیر زنی کے مقابلے میں حصہ لے رہا تھا چنانچہ ایک لڑکے کو اغوا کر کے میں اس کے زپ میں اس مقابلہ میں پہنچ گیا۔ میری تلوار کی نوک پر ایک مخصوص زہر لگا ہوا تھا۔ میں نے اس کی نگاہی پر غراسش ڈال دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معاملہ ختم“ — نمبر ٹو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”تمہارا تعلق وی گینگ سے ہے“ — بلیک زیر و نے پوچھا۔

”اوہ — تو تمہیں یہاں تک معلوم ہو گیا — دیری بیڈ — ہم تو سمجھے تھے کہ تم نے مس شوگی کے کمرے میں ابھی ٹرانسمیٹر نصب کیا ہے۔“

نمبر ٹو نے یکدم سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔
 ”ہمیں بہت کچھ معلوم ہے اور جہاں تک تمہارا خیال ہے کہ میں سیکرٹ سروس کا چیف ہوں — یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ میں تو سیکرٹ سروس کے اس معمولی سے اڈے کا رکھوالا ہوں اور بس — البتہ یہ بات بتا دوں کہ سیکرٹ سروس تمہاری راہ پر لگ چکی ہے اور شاید اب تک

صرف اتنا بتانا ہے کہ سیکرٹ سروس کے کتنے ممبر ہیں — ان کے اور پتے کیا ہیں“ — نمبر ٹو نے بلیک زیر و سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا۔

”تمہارا دماغ خراب ہے — بھلا میرا سیکرٹ سروس سے کیا تم میں تو ایک معمولی سا تاجر ہوں۔“ — بلیک زیر و نے بڑے مضبوط لہجے جواب دیا۔ وہ مس شوگی کا نام سنتے ہی سمجھ گیا تھا کہ وہ مادام دی کے گراؤ کے بختے چڑھ گیا ہے۔

”اوہ — کیا بچوں جیسی باتیں کر رہے ہو مسٹر — کیا ہمیں بڑا سمجھ رکھا ہے کہ ہم معمولی تاجروں کو اسنا کرتے پھر رہے ہیں — میرا بے تم یہ فلم دیکھ لو۔ اس کے بعد تمہیں خود ہی سمجھ آ جائے گی کہ ہم کس حد تک جاننے ہیں۔“ — نمبر ٹو نے کہا۔

اور اس نے شوگی کو اشارہ کیا۔ شوگی نے آگے بڑھ کر پروجیکٹر کو آن کر دیا اور کمرے کی بتیاں بجھا دیں۔

بلیک زیر و کے سامنے دیوار پر ایک سکرین روشن ہو گئی اور پھر اس پر وہ منظر ابھرا جہاں میں عمران پرنس آف ڈھمپ کے رول میں کار چلا رہا تھا۔ کار دانش منزل میں پہنچی اور پھر بلیک زیر و عمران کے استقبال کے لئے برآمدے میں آگیا اور پھر وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے مخصوص کمرے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

اور اس کے ساتھ ہی سکرین صاف ہو گئی۔ مس شوگی نے بتیاں جلا دیں۔
 ”اب سمجھ میں بات آئی“ — نمبر ٹو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور

تمہارا پورا لینگ گرفتار بھی ہو چکا ہو۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”پھر سچوں والی باتیں کر رہے ہو۔ وی گینگ آنا کمزور نہیں کہ تم جیسے لہس ماندہ ملک سے اقلق رکھنے والے اسے گرفتار کر سکیں۔ بہر حال باتیں بہت ہو چکیں۔ تم مجھے سیکرٹ سروس کے نام اور پتے بتا دو ورنہ دوسری صورت میں عبرت ناک اذیت کے لئے تیار ہو جاؤ۔“ نمبر ٹو نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”تم جو چاہو کرو۔ جو بات سچی تھی وہ میں نے بتا دی۔ مجھے سیکرٹ سروس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔“ بلیک زیرو نے انتہائی کٹھوس لہجے میں کہا۔

”اچھا۔۔۔ یہ بات ہے۔۔۔ تو پھر ٹھیک ہے۔۔۔ میں نے سوچا تھا کہ تم اپنے آپ کو خواہ مخواہ اذیت سے بچا لو گے۔ بہر حال تمہاری مرضی۔“ نمبر ٹو نے کہا۔

اور پھر وہ مڑ کر دیوار کے ساتھ نصب ایک بڑی سی مشین کے پاس پہنچ گیا۔ مشین کی سائیڈ میں ایک بک پر ایک بڑا سا کنٹروپ لگا ہوا تھا جس کے ساتھ ایک تار منسلک تھی جو مشین کے اندر جا رہی تھی۔ نمبر ٹو نے وہ کنٹروپ اٹھایا اور لا کر بلیک زیرو کے سر پر چڑھا دیا۔ اس کنٹروپ نے بلیک زیرو کے سر کے ساتھ ساتھ آنکھیں بھی ڈھک دیں۔ نمبر ٹو نے کنٹروپ کے ساتھ لٹکے ہوئے چڑے کے تسمے بلیک زیرو کی گردن میں کس دیئے۔ اور پھر وہ مشین کی طرف بڑھ گیا۔

مس شوگی ایک طرف خاموش کھڑی یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ نمبر ٹو نے ایک مشین کا بیٹن آن کیا اور مشین میں جیسے بجلی کی لہریں

دوڑنے لگیں۔

نمبر ٹو نے ایک موٹھ کو گھما کر مشین پر موجود ایک ڈائل کو چیک کیا۔ موٹھ کے گھومتے ہی ڈائل پر موجود سرخ رنگ کی سوئی تیزی سے حرکت میں آئی اور جب وہ ایک مخصوص نمبر پر پہنچی تو نمبر ٹو نے موٹھ پر سے ہاتھ ہٹا لیا۔ اس نے مڑ کر ایک لمحے کے لئے بلیک زیرو کی طرف دیکھا جو خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اور پھر انگلی سے اس نے ایک سرخ رنگ کا بیٹن دبا دیا۔

دوسرے لمحے بلیک زیرو کا جسم یوں کانپنے لگا جیسے بے انتہا سردی میں کسی نے اسے ٹھنڈے پانی کے ٹب میں ڈبکی دے دی ہو۔ بلیک زیرو کا چہرہ بدھ گیا۔ اور چند لمحوں بعد ہی اس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔

اور پھر اپنے آپ کو سنبھالنے کے باوجود اس کے حلق سے بے اختیار چیخیں نکلتی چلی گئیں۔ اس کے جسم کی کپکپاہٹ لمحہ بہ لمحہ بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ اور بلیک زیرو کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی رگ رگ میں کسی نے آگ لگا دی ہو۔ اس کا دل ڈوبنے لگا تھا۔

نمبر ٹو نے اٹھ کر موٹھ کو ذرا سا اور گھمایا تو بلیک زیرو کا جسم پہلے سے زیادہ بُری طرح سے کانپنے لگا۔ اور پھر اس کے جسم کو زردار جھٹکے لگے لگے اور بلیک زیرو کے حلق سے نکلنے والی چیخیں اور بلند ہوتی چلی گئیں۔ ایک لمحے بعد نمبر ٹو نے بیٹن آن کر دیا اور بلیک زیرو کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا جسم یکدم سرد پڑ گیا ہو۔ رگوں میں کھولتا ہوا لاوا یکدم سرد پڑ گیا تھا مگر جسم پر چھائی ہوئی کپکپاہٹ ابھی تک ویسے ہی تھی البتہ اس کے حلق سے چیخیں نکلتی بند ہو گئی تھیں۔

اسی لمحے نمبر ٹو نے ایک اور مٹن مہا دیا اور بلیک زیرو کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ذہن میں کوئی لکھنچورا ریگٹنے لگا ہو۔

”تمہارا نام کیا ہے“ — نمبر ٹو نے مشین سے منسلک ایک مائیک اٹھا کر اس میں بولتے ہوئے کہا۔

”طاہر“ — بلیک زیرو کے حلق سے بے اختیار نکل گیا۔

”تم سیکرٹ سروس کے سربراہ ہو“ — نمبر ٹو نے دوسرا سوال کیا۔

”ہاں“ — بلیک زیرو لا شعوری طور پر جواب دیتا گیا۔ شاید نمبر ٹو نے اس مشین کے ذریعے اس کے اعصابی نظام کو اس حد تک کمزور کر دیا تھا کہ اب وہ ذہنی طور پر مدافعت کرنے کے قابل ہی نہ رہا تھا۔

”سیکرٹ سروس کے کتنے نمبر ہیں“ — نمبر ٹو نے پوچھا۔

”سات ہیں“ — بلیک زیرو نے جواب دیا۔

”ان کے نام بتاؤ“ — نمبر ٹو نے پوچھا۔

”صنذر، جولیا، جوآن، صدیقی، تنویر، نعمانی اور کیپٹن شکیل“ —

بلیک زیرو نے جواب دیا۔

”ان کے پتے اور ٹیلیفون نمبر بتاؤ“ — نمبر ٹو نے سخت لہجے میں پوچھا۔

اور بلیک زیرو نے سب کے پتے اور ٹیلیفون نمبر بتانے شروع کر دیے۔

”سیکرٹ سروس کا کوڈ کیا ہے“ — نمبر ٹو نے پوچھا۔

”ایکسٹو“ — بلیک زیرو نے جواب دیا۔

اور پھر نمبر ٹو نے مشین کا مٹن آف کر دیا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے

بلیک زیرو کے سر سے کنٹریپ اتار لیا۔

بلیک زیرو کا جسم ابھی تک ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

”کیسی رچی مسٹر طاہر“ — تم نے شاید یہ سمجھا تھا کہ میں کوئی جہانی

زیت دول گا — یہ بات نہیں — ہم ترقی یافتہ ملک سے تعلق

رکھتے ہیں۔ ہمارے پاس ایسی مشینیں ہیں کہ پتھر بھی بول پڑیں۔

نمبر ٹو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے کمرے میں مادام وی کی آواز گونج اٹھی۔

”نمبر ٹو — تمہاری کارکردگی قابلِ تعریف ہے“

”اوہ — مادام آپ کی تعریف کا شکریہ“ — نمبر ٹو نے مسکراتے

ہوئے جواب دیا۔

”میرا خیال ہے کہ بجائے ان نمبروں کے گھروں پر چھاپے ماریں۔ کیوں

نہم انہیں اس عمارت میں اکٹھا کر لیں — تم طاہر کی آواز میں انہیں

کال کرو — اور انہیں اس عمارت میں آنے کا حکم دو — یہاں ان

پر آسانی سے قابو پایا جاسکتا ہے“ — مادام وی نے کہا۔

”آپ کی تجویز بہتر ہے مادام — ہمیں کوڈ کا بھی علم ہو گیا ہے اور

میں آسانی سے طاہر کی آواز کی نقل کر سکتا ہوں“ — نمبر ٹو نے جواب دیا۔

”تو ٹھیک ہے — انہیں کال کرنے سے پہلے ان کی گرفتاری

کا انتظام کر لو — بہر حال وہ سیکرٹ سروس کے نمبر ہیں — عام آدمی

نہیں“ — مادام وی نے کہا۔

”بہتر مادام“ — نمبر ٹو نے جواب دیا۔

”گڈ لک“ — مادام وی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کی

آواز آئی بند ہو گئی۔
”مس شوگی — تم یہیں ٹھہرو اور اس کا خیال رکھنا“ — فبرٹ نے

مس شوگی سے مخاطب ہو کر کہا۔
”ٹھیک ہے — آپ بے فکر رہیں“ — مس شوگی نے سر ہلانے

ہوئے کہا۔ اور فبرٹ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔
”کیا پرنس مر گیا ہے مشرطائر“ — فبرٹ کے باہر جاتے ہی مس شوگی

نے دبے لہجے میں بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر پوچھا۔
”اس کی حالت سخت خطرناک تھی“ — بلیک زیرو نے سپاٹ پلو

میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
”کاش — وہ اتنی جلدی نہ کرتا — میری تمام امیدیں خاک میں

مل گئیں“ — مس شوگی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔
”تم جانتی ہو کہ مادام دی کون ہے“ — بلیک زیرو نے اچانک پوچھ

”اوہ — مادام دی — اس کے متعلق ہم میں سے کوئی نہیں

جانتا — بس اتنا معلوم ہے کہ وہ کوئی نوجوان عورت ہے اور بس“ —
مس شوگی نے جواب دیا۔

”اگر تم جانتی ہو تو بتا دو — میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری جان بچاؤ

کر دی جائے گی“ — بلیک زیرو نے کہا۔
”کیا کہہ رہے — تم اپنی جان کی خیر مناد — تم اپنی سیکرٹ

سروس سمیت تھوڑی دیر بعد دفن ہو جاؤ گے“ — مس شوگی نے
حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
”یہ تم لوگوں کی بھول ہے — ہمارے ملک کی سیکرٹ سروس

نئی تر والہ نہیں جتنا تم نے سمجھ رکھا ہے — یہاں آگہ بڑے بڑے
ہم جو کڑی بھول جاتے ہیں تم تو خیر کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتے“ —
بلیک زیرو نے بڑے پراعتماد لہجے میں کہا۔

”شاید تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے — تمہاری سیکرٹ سروس
کے ممبران تمہاری آواز میں کال ملتے ہی یہاں پہنچ جائیں گے اور پھر ان
سب کا اکٹھا ہی خاتمہ کر دیا جائے گا — اب باقی رہ گیا کیا ہے“ —
مس شوگی نے تلخ لہجے میں کہا۔

جواب میں بلیک زیرو کے چہرے پر پراسرار سی طنز یہ مسکراہٹ
رینگنے لگی۔ جیسے کوئی بڑا آدمی کسی بچے کی نادانی پر مسکراتا ہے۔ اور شوگی
حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

احالت بتا رہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ اور زندگی اپنی کشمکش
ی رکھ سکے گی۔“ ایک بوڑھے ڈاکٹر نے مغموم لہجے میں جواب
تے ہوئے کہا۔

”آخر عمران کو بیماری کیا ہے۔ آپ کی طب اتنی ایڈوانس
ہی ہے۔ کیا آپ بیماری کی تشخیص بھی نہیں کر سکتے۔“
سلطان نے انتہائی تلخ لہجے میں کہا۔

”ہمیں افسوس ہے جناب۔۔۔ سر توڑ کوشش کے باوجود
ان کو ہونے والی بیماری کا پتہ نہیں چل سکا۔ کلانی پیر لگنے والی خراش
صرف ہی آئیڈیا ذہن میں آتا ہے کہ ہو سکتا ہے انہیں کوئی زہر دیا
ہو۔۔۔ مگر ہر قسم کے زہر کا علاج بے سود رہا ہے۔“ اسی
لڑنے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ کیا آپ نے اس سلسلے میں ڈاکٹر موسیٰ سے بات کی ہے
انے سنا ہے کہ وہ زہروں کے متعلق بین الاقوامی شہرت رکھتا ہے۔“
سلطان نے تیز لہجے میں کہا۔

”ڈاکٹر موسیٰ واقعی دنیا میں زہروں کے بارے میں اتھارٹی سمجھے
تے ہیں۔۔۔ مگر وہ سیاح قسم کے آدمی ہیں۔۔۔ نہ جانے اس
ت کہاں ہوں گے۔“ ڈاکٹر نے جواب دیا۔

”ارے۔۔۔ آپ کو علم نہیں کہ ڈاکٹر موسیٰ آجکل دارالحکومت آئے
تے ہیں۔۔۔ کل ہی میری ان سے ملاقات ہوئی ہے۔“ سر سلطان
تیز لہجے میں کہا۔

”یہاں دارالحکومت میں آئے ہوئے ہیں۔۔۔ ہمیں تو ان کی آمد

عمرانے سردسز اسپتال کے آپریشن تھیٹر میں موت اور زندگی
کی کشمکش میں مبتلا پڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے کا رنگ
ہلکی کی طرح زرد پڑ چکا تھا۔ اس کے پورے جسم کے ساتھ مختلف مشینوں
سے نکلنے والی تاریں چبکی ہوئی تھیں۔ میز کے گرد دارالحکومت کے ماہر تریا
ڈاکٹر سر جھکائے ہوئے کھڑے تھے۔ ان سب کے چہروں پر مایوسی جیسے
ثبت ہو کر رہ گئی تھی۔ مشینوں کے ڈائل بتا رہے تھے کہ عمران موت کے
اندھیرے غار میں آہستہ آہستہ اترتا چلا جا رہا ہے اب تک ڈاکٹروں کو
بے پناہ کادشس کے باوجود امید کی ہلکی سی کرن بھی پیدا نہیں ہوئی تھی
میز کے ایک طرف سر سلطان بڑی بے چینی کے عالم میں کھڑے دانتوں
سے ہونٹ کاٹ رہے تھے۔

”ڈاکٹر۔۔۔ پلیز کچھ کیجئے۔۔۔ عمران ہمارے ملک کا ایسا سرمایہ ہے
جس کا نعم البدل جیسا نہیں ہو سکتا۔۔۔ خدا کے لئے کچھ کیجئے۔“
سر سلطان نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

”ہم نے تو پوری کوشش کر ڈالی ہے مگر تقدیر کے آگے بے بس
ہیں جناب۔۔۔ اب تو دوا کی نہیں دعا کی ضرورت ہے۔“ عمران

کی کوئی اطلاع نہیں ہے۔ اگر ایسا ہے تو ان سے ضرور رابطہ قائم ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر نے چونک کر کہا۔

مگر سر سلطان ڈاکٹر کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی دوڑا ہوئے آپریشن تھیٹر سے باہر نکل گئے تھے۔ وہ سیدھے گلیڈی میں ایک ہوئے ٹیلی فون کی طرف بڑھے۔ اور انہوں نے بڑی پھرتی سے ریسپور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔ ان کے چہرے پر ہیجان اور جوش پھیلا ہوا تھا۔

”سیون سٹار ہوٹل“ دوسری طرف سے ایک آواز آئی

”ڈاکٹر موسیٰ سے بات کر لیے۔ جلدی میں سیکرٹری وزارت خارجہ بول رہا ہوں۔“ سر سلطان نے تیز لہجے میں کہا۔

”ایک منٹ ہو لٹ کیجئے جناب“ دوسری طرف سے ایک آواز آئی۔ اور پھر سر سلطان کے کانوں میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ پھر ریسپور اٹھایا گیا۔

”یس۔ ڈاکٹر موسیٰ سپیکنگ“ دوسری طرف سے ایک آواز آئی۔

”ڈاکٹر“ میں سلطان بول رہا ہوں۔ سیکرٹری وزارت

خارجہ۔ ڈاکٹر صاحب۔ آپ فوراً سروسز ہسپتال آجائیں ہمارے ملک کا ایک انتہائی قیمتی انسان اس وقت موت اور زندگی کا کش مکش میں مبتلا ہے اور عام طور پر خیال کیا جا رہا ہے کہ اسے

ایسا زبردیا گیا ہے جسے ڈاکٹر تشخیص نہیں کر پا رہے۔“ سر سلطان نے تکلف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنا مدعا کہہ دیا۔

”زہر۔ جسے ڈاکٹر تشخیص نہیں کر سکے۔ اچھا پھر تو میں ضرور اُن کا“ ڈاکٹر موسیٰ کے لہجے میں اشتیاق کے آثار نمایاں تھے۔

”پلیس ڈاکٹر۔ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ خدا کے لئے جس قدر جلد ہو سکے پہنچئے۔ شاید اللہ تعالیٰ رحمت فرما دے۔“ سر سلطان واقعی بوکھلائے ہوئے تھے۔

”میں آ رہا ہوں جناب۔ آپ حوصلہ کیجئے۔“ ڈاکٹر موسیٰ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ریسپور رکھ دیا گیا۔ سر سلطان نے بھی ریسپور رکھ دیا۔

”ڈاکٹر موسیٰ آ رہے ہیں۔“ سر سلطان نے چیخ کر قریب کھڑے ڈاکٹر سے کہا اور پھر خود ہی بھاگتے ہوئے مین گیٹ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ڈاکٹر اس مدد اور انتہائی سنجیدہ شخصیت کو اس طرح

بوکھلایا ہوا دیکھ کر حیران تھے۔ مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ سر سلطان کی نظریں عمران کی کیا وقعت ہے اور انہیں اس نوجوان سے کتنی محبت ہے۔

عمران کی اس حالت نے ان کی تمام سنجیدگی کو بوکھلاہٹ میں تبدیل کر دیا تھا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر موسیٰ کی کار مین گیٹ کے سامنے آکر اُن کی تو سر سلطان عقاب کی طرح کار کی طرف جھپٹے۔

”آئیے آئیے۔ ڈاکٹر صاحب۔ جلدی کیجئے۔“ سر سلطان نے خود ہی دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

”حوصلہ کیجئے جناب۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا۔“ ڈاکٹر

موسیٰ نے ان کی بوکھلاہٹ دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”پلیز ڈاکٹر — ایک ایک لمحہ قیمتی ہے“ — سر سلطان

سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔
 اور پھر جیسے ہی ڈاکٹر موسیٰ باہر نکلے سر سلطان نے لپک کر ان کے
 مخصوص بیگ اٹھا لیا۔

”ارے — ارے — اسے مجھے دیجئے“ — ڈاکٹر موسیٰ
 نے بوکھلا کر کہا۔

”چھوڑیئے ڈاکٹر — جلدی کیجئے“ — سر سلطان نے بیگ
 سمیت تقریباً بھاگنا شروع کر دیا۔ اور ڈاکٹر موسیٰ کو بھی ان کے ساتھ
 بھاگنا پڑا۔ آپریشن تھیٹر کے سامنے بڑے ڈاکٹر ان کے استقبال
 کے موجود تھے۔ لیکن سر سلطان ڈاکٹر موسیٰ کا بازو پکڑے انہیں

آپریشن تھیٹر میں گھسیٹ کر لیتے چلے گئے۔
 ”یہ عمران سے ڈاکٹر صاحب — خدا کے لئے کچھ کیجئے“ —
 سر سلطان نے بوکھلائے ہوئے ہلچے میں کہا۔

اور ڈاکٹر موسیٰ عمران پر جھبک گئے — انہوں نے اس
 تفصیلی معائنہ شروع کر دیا۔ پھر دائیں آنکھ کا پوٹا کھولتے ہوئے وہ
 طرح جو نکل پڑے۔

”رنجین موت — ڈاکٹر موسیٰ نے ہڑبڑاتے ہوئے کہا۔
 ”کیا کہہ رہے ہیں آپ“ — سر سلطان نے حیرت بھرے

میں کہا۔
 ”اوہ — انہیں دنیا کا شب سے خوفناک زہر ”یو کا“ دیا گیا۔ کم از کم ایک گھنٹہ اسے مسلسل تھیٹر مارنے چاہئیں۔“

”رنجین موت کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے“ — ڈاکٹر موسیٰ
 یہ سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔

”اور اس کا علاج“ — سر سلطان نے تیز لہجے میں پوچھا۔
 ”طب میں تو اس کا کوئی علاج نہیں — البتہ افریقہ کے وحشی
 لاپنے انداز میں اس کا علاج کرتے ہیں“ — ڈاکٹر موسیٰ نے
 مسوچتے ہوئے کہا۔

”جلدی کیجئے — کوئی سا علاج کیجئے — بس اس کی زندگی
 لیجئے“ — سر سلطان نے کہا۔

”حوصلہ رکھیے جناب — اس کے جسم کے ساتھ نصب تمام
 نینیں ہٹا لیجئے اور دو تین ذرا ہٹے کٹے قسم کے نوجوان بلوایئے جلدی
 اکٹر موسیٰ نے کہا

”جلدی کیجئے ڈاکٹر یونس — جیسے ڈاکٹر موسیٰ کہہ رہے ہیں ویسے
 ہیے — وقت ضائع نہ کیجئے“ — سر سلطان نے چیخ کر کہا اور

اکٹر یونس نے دوسرے ڈاکٹروں کو اشارہ کیا اور عمران کے جسم سے
 ملک تمام تاریں تیزی سے ہٹائی جانے لگیں۔ اور ڈاکٹر یونس خود تیزی
 سے آپریشن تھیٹر سے باہر نکل گئے۔ چند لمحوں بعد جب وہ واپس آئے
 ان کے پیچھے چار ہٹے کٹے میل ٹرس اندر آ گئے۔

”سنو نوجوان — اس مریض کے قریب کھڑے ہو جاؤ اور پوری
 ان سے اس کے گال پر تھیٹر مارنے شروع کر دو — بیشک آہستہ

اور نگر مار مسلسل — جب تھک جاؤ تو پیچھے ہٹ جاؤ۔ دوسرا آدمی
 آگے بڑھ آئے۔ کم از کم ایک گھنٹہ اسے مسلسل تھیٹر مارنے چاہئیں۔“

نے کہا۔

”خدا یا تیرا شکر ہے — تو واقعی رحیم و کریم ہے“ — سر سلطان
بے اختیار کہا۔

اور پھر ڈاکٹر موسیٰ نے نوجوانوں کو ایک بار پھر تھپڑ مارنے کا عمل
دہرانے کے لئے کہا۔ اور نوجوان آگے بڑھ کر عمران کو تھپڑ مارنے
معموف ہو گئے۔

تقریباً آدھا گھنٹہ مزید عمران کے چہرے پر تھپڑوں کی یہ بارش ہوتی
ہی۔ ڈاکٹر موسیٰ اس دوران غور سے عمران کے چہرے کی طرف دیکھتے
ہے۔ پھر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روک دیا اور عمران کی آنکھ کا پوٹنا
تاکر دیکھا۔

”اب یہ خطرے سے باہر ہو چکا ہے“ — ڈاکٹر موسیٰ نے اعلان
کر دیا۔

اور پھر ڈاکٹر لوئس نے بھی عمران کی نبض چیک کر کے اسی نتیجے کا اعلان
باتو سر سلطان کے چہرے پر مسرت اور خوشی کا آئینہ بننے لگا۔
”ڈاکٹر — آپ واقعی فرشتہ رحمت ثابت ہوئے ہیں۔“

سلطان نے ڈاکٹر موسیٰ کا ہاتھ پکڑ کر گرمجوشی سے دباتے ہوئے کہا۔
”یہ سب کچھ اللہ کی رحمت ہے — ویسے مجھے اس نوجوان کی
بے برداشت پر حیرت ہے۔ اگر اس کی جگہ کوئی اور شخص ہوتا تو اسے

لگنے پہلے ہی ختم ہو جانا چاہیے تھا“ — ڈاکٹر موسیٰ نے کہا۔
ڈاکٹر لوئس اور دوسرے ڈاکٹر عمران کو ہوش میں لانے اور طاقت
کے انکشاف دینے میں مصروف ہو گئے۔ جبکہ ڈاکٹر موسیٰ سر سلطان کے

ڈاکٹر موسیٰ نے میل زمسوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور سر سلطان کے ساتھ ساتھ باقی ڈاکٹر بھی ڈاکٹر موسیٰ کا تجویز
علاج سن کر حیران رہ گئے۔

”آگے بڑھو — جلدی کرو — ایک طرف ایک اور دوسری
دوسرا اور شروع ہو جاؤ۔“ — ڈاکٹر موسیٰ نے چیخ کر کہا اور دوسری
تیزی سے آگے بڑھے اور پھر عمران کے دونوں گالوں پر تھپڑوں
بارش شروع ہو گئی۔

عمران جس نے زندگی میں کسی سے تھپڑ نہ کھایا تھا۔ اب آپریشن
کی میز پر مسلسل تھپڑوں کی زد میں آیا ہوا تھا۔ تقریباً دس منٹ تک
تھپڑ مارنے کے بعد وہ دونوں ہاتھ جھٹکے ہوئے پیچھے ہٹ گئے
دوسرے دونوں نوجوان آگے بڑھے۔

سر سلطان اور دیگر ڈاکٹر غاموش کھڑے یہ عجیب و غریب اعلان
دیکھ رہے تھے۔ جب عمران کو تھپڑ کھاتے آدھا گھنٹہ گزر گیا تو ڈاکٹر
نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روک دیا۔ اور آگے بڑھ کر عمران کی نبض چیک
شروع کر دی

”دیکھیے ڈاکٹر لوئس“ — ڈاکٹر موسیٰ نے مسرت بھرے
میں بوڑھے ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور ڈاکٹر لوئس نے آگے بڑھ کر عمران کی کھائی تھام لی۔ دوسرے
لحے اس کے چہرے پر مسرت اور حیرت کے آثار نمایاں ہو گئے۔
”حیرت انگیز — انتہائی حیرت انگیز — مریض تیزی
زندگی کی طرف لوٹ رہا ہے“ — ڈاکٹر لوئس نے بے اختیار

”اچھا پھر مجھے اجازت — اور ہاں ڈاکٹر یونس — عمران کی حفاظت آپ کے ذمہ ہوگی اور ان کے ہوش میں آ جانے کو بھی خفیہ رکھا جائے — ایسا نہ ہو کہ مجرم دوبارہ وار کریں“ — سر سلطان نے کہا۔

”مجرم — ڈاکٹر موسیٰ نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔
 ”ہاں ڈاکٹر — عمران کو اس حال میں مجرموں نے ہی پہنچایا ہے
 عمران سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے“ — سر سلطان نے کہا۔
 ”اوہ — میں سمجھ گیا — اسی لئے آپ پریشان تھے“ — ڈاکٹر موسیٰ نے کہا۔

”آپ چلیں گے ڈاکٹر“ — سر سلطان نے ڈاکٹر موسیٰ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔
 ”آپ جاییے — میں ذرا ڈاکٹر یونس سے گفتگو کر دوں گا۔ کانی صبح بعد ملاقات ہوتی ہے“ — ڈاکٹر موسیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ — اچھا“ — سر سلطان نے کہا اور پھر وہ ڈاکٹر موسیٰ اور ڈاکٹر یونس سے مصافحہ کر کے اور عمران کی حفاظت کے بارے میں ایک بار پھر کہہ کر تیز تیز قدم اٹھاتے مین گیٹ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ اس بار ان کے چہرے پر اطمینان اور مسرت کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

ہمراہ آپریشن تھپڑ سے باہر آ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر یونس بھی کے ساتھ آئے اور وہ سب ڈاکٹر یونس کے کمرے میں بیٹھ گئے۔
 ”یہ حیرت انگیز علاج ہے ڈاکٹر“ — ڈاکٹر یونس نے ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں — میں نے افریقہ کے وحشی قبائل کو یہ علاج کرتے ہوا ہے — یہ زہر دراصل شمالی افریقہ کی ایک مخصوص بوٹی ”یوکا“ حاصل کیا جاتا ہے۔ اور اسے رنگین موت اسی لئے کہتے ہیں کہ جو مریض مر جاتا ہے تو اس کے جسم کے مختلف حصوں کا رنگ مختلف جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں لاش ٹیکنی کلر بن جاتی ہے“ — موسیٰ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

اور پھر ڈاکٹر یونس اور ڈاکٹر موسیٰ کے درمیان اس علاج کے فائدے پر گفتگو شروع ہو گئی۔ مگر سر سلطان کی نظریں دروازے پر ہی جمی تھیں۔ انہیں شاید عمران کے ہوش میں آنے کا انتظار تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد ایک ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا۔
 ”مریض کو ہوش آ گیا ہے جناب — اب وہ مکمل طور پر خطرے سے باہر ہیں“ — ڈاکٹر نے کہا۔

”خدا یا تیرا شکر ہے — کیا میں عمران سے بات کر سکتا ہوں؟“ — سر سلطان نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔
 ”ابھی نہیں جناب — وہ سخت کمزوری محسوس کر رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ دماغ پر زور دینے سے حالت پھر بگڑ جائے۔ انہیں کچھ تک مکمل آرام کرنا ہوگا“ — ڈاکٹر نے کہا۔

سے کوئی جواب نہیں ملا تو اس نے مجھے کال کیا۔ تب مجھے اس کے بارے میں علم ہوا۔ میں نے بھی ایسٹو کو فون کیا مگر کوئی جواب نہ ملا تو میں تمہارے پاس آ گیا۔“ صدر نے جواب دیا۔

”اودہ۔ ایسٹو کا فون پر نہ ملنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ عمران کی حالت کچھ زیادہ ہی خراب ہے۔ مگر ہوا کیا۔“ جولیانے پوچھا۔

”جوزف نے بس اتنا بتایا ہے کہ عمران نے پانچ شمشیر زلوں کا ایکلے ہی مقابلہ کیا اور سب کو شکست دے دی۔ مہمان خصوصی نے اسے لائی تحفہ پہنایا۔ اور اسی وقت عمران لڑکھڑاکر نیچے فرش پر گر گیا۔ جوزف نے عمران کے چہرے پر اچانک پھینکی ہوئی زردی دیکھی تو وہ کود کر رنگ میں آیا اور اسے اٹھا کر دانش منزل لے آیا۔ جہاں ایسٹو نے اسے اپس بھیج دیا۔“ صدر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”حیرت ہے۔“ عمران کی صحبت کو دیکھتے یہ کہا بھی نہیں جاسکتا کہ اسے کوئی دورہ پڑا ہوگا۔“ جولیانے تشویش بھرے لہجے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ صدر کوئی جواب دیتا۔ اچانک میز پر پڑے دس ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔

جولیانے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

”کوڈ ایسٹو۔“ میں طاہر لول رہا ہوں۔ تم فوراً تھری ٹور اردن مینشن پہنچو۔ وہاں بھی کوڈ ٹری ہوگا۔ فوراً میری ہدایت عمل کرو۔“ دوسری طرف سے ایک اجنبی آواز میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا گیا۔

”یہ کیا جکر ہے۔“ یہ ظاہر کون ہے۔“ جولیانے حیرت زدہ

جولیل اپنے فیٹ میں آرام کر سی پر نیم درازی کی حالت میں ہوئی ایک جاسوسی ناول کے مطالعے میں مصروف تھی کہ اچانک کال بے کی آواز سنائی دی۔

جولیانے چونک کر کتاب میز پر رکھی اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ دروازے پر صدر موجود تھا۔ جس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔

”آؤ۔ آؤ۔“ جولیانے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

”عمران کی حالت بہت خراب ہے۔“ مجھے ابھی ابھی معلوم ہو ہے۔“ صدر نے کہا۔

”کیوں۔“ کیا ہوا عمران کو۔“ جولیانے چونک کر پوچھا۔

”آج یونیورسٹی میں شمشیر زنی کا مقابلہ تھا جس میں عمران نے بھی حصہ لیا تھا۔ ہم لوگ تو گئے نہیں۔ وہاں مقابلے کے بعد اچانک عمران لڑکھڑاکر گر گیا اور جوزف اسے اٹھا کر لے آیا اور اسے دانش منزل پہنچا دیا۔ اس کی حالت سخت خراب تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے جوزف نے عمران کا پتہ کرنے کے لئے ایسٹو کو فون کیا مگر وہاں

لجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے کافی دیر سے غائب ہے۔ یہ آخر کیا چکر ہے۔“ جولیہ نے کہا۔
 ”مگر یہ ظاہر کون ہے۔ اور اس کا حوالہ دینے کی کیا ضرورت تھی۔“
 لیڈن ٹیکسٹیل نے کہا۔

”یہی تو سمجھ میں نہیں آ رہا۔ ہم تو کسی ظاہر کو نہیں جانتے۔ میرا خیال ہے سب ممبروں کو یہی پیغام دیا گیا ہوگا۔ آپ تیار ہو کر میرے فلیٹ پر آ جائیں۔ پھر پروگرام بنائیں گے۔“ جولیہ نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں۔“ کیپٹن ٹیکسٹیل نے جواب دیا۔
 ”اور جولیہ نے کریڈل دبا کر دوسرے ممبروں سے رابطہ ملانا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد اسے معلوم ہو گیا کہ کسی اجنبی بچے میں یہی پیغام سب ممبروں کو دیا گیا ہے۔ جولیہ نے سب کو اپنے فلیٹ پر آنے کی دعوت دی۔
 ”یہ کوئی خاص چکر ہی معلوم ہوتا ہے۔“ جولیہ نے ریسپورر رکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ میرا خیال ہے۔ کوئی مجرم گردہ میدان میں اتر آیا ہے۔“
 جولیہ نے جواب دیا۔

”مگر اس طرح ہمیں بلانے کا کیا مقصد ہوگا۔“ جولیہ نے بحث کرتے ہوئے کہا۔

”یہ تو وہاں پہنچنے پر ہی معلوم ہوگا۔“ جولیہ نے جواب دیا۔
 اور پھر تھوڑی دیر بعد کیپٹن ٹیکسٹیل۔ نغانی۔ چوہان، تنویر اور صدیقی بھی یکے بعد دیگرے جولیہ کے فلیٹ پر پہنچ گئے۔ اور ایک بار پھر اس عجیب و غریب پیغام پر بحث چھڑ گئی۔
 ”دوستو۔ بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ پیغام کے دیئے

”ظاہر۔“ صفدر نے بھی حیران ہوتے ہوئے کہا۔

اور جولیہ نے تمام گنگو دہرا دی۔

”حیرت انگیز۔“ صفدر نے بھی بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے۔ ایکسٹو کو فون کیا جائے۔ مجھے کوئی گڑبڑ محسوس ہو رہی ہے۔“

جولیہ نے کہا اور پھر اس نے کریڈل دبا کر تیزی سے فبرڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ مگر دوسری طرف سے مخصوص مشین آواز ابھری کہ پیغام ریکارڈ کر دیا جائے اور جولیہ نے ریسپورر رکھ دیا۔

”ایکسٹو غائب ہے۔“ جولیہ نے ریسپورر کریڈل پر رکھتے ہوئے کہا۔
 ”تھوڑی فورٹا درن مینشن۔“ صفدر نے کہا۔ ”یہ عمارت شہر کے مشرقی حصے میں ہے۔“

”ہاں۔ میں نے دیکھی ہے۔“ خاصی بڑی عمارت ہے۔“ جولیہ نے جواب دیا۔

”کیپٹن ٹیکسٹیل کو فون کر دو۔ شاید اسے کچھ معلومات ہوں۔“ صفدر نے کہا اور جولیہ نے ریسپورر اٹھا کر کیپٹن ٹیکسٹیل کے فبرڈائل کرنے شروع کر دیئے۔
 ”جولیہ سپیکنگ۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی جولیہ نے کہا۔

”مس جولیہ۔ ابھی ایک لمحہ پہلے مجھے عجیب سا پیغام ملا ہے۔ کوئی ظاہر مل رہا تھا۔ اس نے کوڈ ایکسٹو کہا ہے اور تھوڑی فورٹا درن مینشن پہنچنے کے لئے کہا ہے۔“ کیپٹن ٹیکسٹیل نے فوراً کہا۔

”اوہ۔ مجھے بھی ابھی ابھی فون ملا ہے۔“ صفدر میسج پر اس میٹھا ہے

ہوئے پتہ پر چلتے ہیں۔ دہاں جا کر معلوم ہو جائے گا۔“ صفدر نے بحث ختم کرتے ہوئے کہا۔

”مگر ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ کسی مجرم گروہ کو ہمارے متعلق علم ہو گیا ہو وہ ہمیں اس طرح تجسس میں رکھ کر ایک جگہ اکٹھا کر کے ختم کرنا چاہتا ہو۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”ہاں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ مگر ہمیں ہر قسم کی صورت حال کے لئے تیار ہو کر جانا چاہیے۔ میرا خیال ہے۔ ہم میں آدھے پہلے دہاں پہنچیں اور آدھے رک جائیں۔“ بی فائیو ٹرائسمیٹر ساتھ لے کر جائیں اور پھر وہیں بھی صورت حال ہو اس کے مطابق باقی لوگ کام کریں۔“ صفدر نے کہا۔

اور اس تجویز پر سب متفق ہو گئے۔ پنا پتہ جو لیا۔ کیپٹن شکیل اور نعمانی نے پہلے جانے کا فیصلہ کیا۔ جبکہ صفدر، تنویر، چوہان اور صدیقی نے لہد میں جانا تھا۔ جو لیا نے الماری میں سے بی فائیو ٹرائسمیٹر نکال کر سب کے حوالے کئے۔

اور پھر وہ فلیٹ سے باہر آ گئے۔ وہ سب اپنی اپنی موٹر مایکلا پر سوار تھے جبکہ جو لیا کے پاس کار تھی۔ اور اس طرح یہ قافلہ تیزی سے ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے شہر کے شمالی حصے کی طرف بڑھنے لگے۔

سب سے آگے جو لیا کی کار تھی جبکہ اس سے تھوڑے فاصلے پر کیپٹن شکیل کی موٹر سائیکل تھی اور اس سے تھوڑے فاصلے پر نعمانی کی موٹر سائیکل تھی۔ جبکہ باقی چار افراد خاصا فاصلہ دے کر چل رہے تھے تھوڑی دیر بعد وہ سب تھرٹی فور ناردرن مینشن کے قریب پہنچ گئے۔

میں جانے والے چاروں اتنے فاصلے پر رک گئے۔ جہاں تک بی فائیو ٹرائسمیٹر پر مارتا تھا۔

جبکہ جو لیا، کیپٹن شکیل اور نعمانی سیدھے ناردرن مینشن کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

سب سے پہلے جو لیا ناردرن مینشن میں داخل ہوئی۔ جیسے ہی اس نے دروازے میں روکی۔ ایک سڈول جسم والا نوجوان تیزی سے آگے بڑھا۔

”مس جو لیا۔“ نوجوان نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔“ جو لیا نے باہر آتے ہوئے جواب دیا۔

”کوڈ۔“ نوجوان نے پوچھا۔

”ایکسٹو۔“ جو لیا نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔“ اندر چلی جائیے۔ مسٹر طاہر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔“ نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا اور جو لیا سر جھٹکتی ہوئی عمارت کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

”پروگرام کیا ہونا ہے — تم اس کے قریب رہو اور خیال
لٹا کر یہ آزاد ہونے کی کوشش نہ کرے۔ جب میں اس کے تمام
زل کو قابو کر لوں گا تو پھر اسے بھی اس کے ممبروں کے پاس پہنچا دیا
جائے گا اور پھر موت کے بھیا ناک اندھیرے ان کے مقدر ہوں
گے۔“ مارکس نے کہا اور دوسرے لمحے وہ سر ہلاتا ہوا تیزی سے
اسے سے باہر نکل گیا۔

”آخری بار کہہ رہا ہوں کہ اگر تم نے اپنی زندگی بچانی ہے تو ہمارے
اتھل جاؤ۔“ بلیک زیرو نے مارکس کے جاتے ہی مس شوگی
سے مخاطب ہو کر کہا۔

”آخر تمہیں اتنا اطمینان کیوں ہے کہ تم بچ جاؤ گے — تم مارکس
نہیں جانتے — تنظیم میں مادام وی کے بعد اس کا دوسرا نمبر ہے اور
دام وی تو پس منظر میں رہتی ہے جبکہ مارکس ہی تمام کام سرانجام
پاتا ہے۔ اسے دھوکا دینا ناممکن ہے۔ اور یہ سمجھ لو کہ اب تمہارے
انگٹے جا چکے ہیں۔“ مس شوگی نے شوخ لہجے میں جواب دیتے
ہوئے کہا۔

”تمہاری مرضی۔“ بلیک زیرو نے جواب دیا اور پھر وہ خاموش ہو
گیا۔ اسے معلوم تھا کہ مارکس نے جیسے ہی اس کے لہجے میں عمیدوں کو کال
کیا ہوگا وہ مشکوک ہو گئے ہوں گے۔ کیونکہ بحیثیت طاہر اس نے انہیں
کئی کال نہ کیا تھا اور نہ ہی وہ کسی طاہر یا اس کے لہجے سے واقف تھے
اور یہی بات مارکس کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔ مگر ممبروں کے آنے سے پہلے
اس کا آزاد ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ نمبر اسے اس حلیے میں پہچانتے تک نہ

بلیک زیرو بدستور کرسی پر بندھا ہوا تھا۔ اور مس شوگی اس
باتوں میں مصروف تھی کہ نمبر ٹو تیزی سے اندر داخل ہوا۔

”آپ کے سب ممبروں کو کال کر لیا گیا ہے مگر طاہر — اور
نے یہاں پہنچتے ہی ان کی گرفتاری کا انتظام بھی کر لیا ہے۔“ نمبر ٹو
بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تم نے سیکرٹ سروس کو شاید بچوں کا کھیل سمجھ رکھا ہے مگر
بلیک زیرو نے بڑے گھمبیر لہجے میں کہا۔

”میرا نام مارکس ہے — اور واقعی میرے سامنے تمہارا
سیکرٹ سروس بچوں کا کھیل ہے — تمہیں شاید معلوم نہیں کہ ہمارا
تنظیم نے دنیا کی منظم۔ جدید ترین اور انتہائی تربیت یافتہ سیکرٹ سروس
سے مقابلہ کیا ہوا ہے — اور آج تک کوئی بھی ہماری گردنوں کو نہیں
پہنچ سکا۔ تم لوگ تو ہمارے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتے۔“
مارکس نے بڑے فخریہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اب کیا پروگرام ہے نمبر ٹو۔“ شوگی نے اس کے خاموش ہونے
ہی پوچھا۔

تھے اور اگر وہ ان کے سامنے ایک سٹوک لے لے میں بات کرتا تو ایک سٹوک شخصیت بے نقاب ہو جاتی۔ چنانچہ اس نے خاموش رہ کر آزاد ہونے کی ترکیبیں سوچنی شروع کر دیں۔

مارکس نے اسے کچھ اس طرح بازداشت کیا کہ وہ حرکت بھی نہ کر سکتا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ پہلوؤں پر لٹکے ہوئے تھے۔

”کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم مجھے پانی کا ایک گلاس پلوادو“۔ اچانک بلیک زیرو نے شوگی سے مخاطب ہو کر کہا جو ایک طرف کرسی پر بڑے اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھی۔

”کیوں نہیں پلوادو“۔ شوگی نے مسکراتے ہوئے کہا اور اگر ایک طرف رکھی ہوئی الماری کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے امارہ کھول کر جبک اور گلاس نکالا۔ جبک میں پانی موجود تھا۔ شوگی نے بڑے اطمینان سے گلاس میں پانی بھرا۔ اور پھر گلاس اٹھائے وہ بلیک زیرو کی بڑھائی۔

اس نے بلیک زیرو سے بائیں طرف ہو کر گلاس بلیک زیرو کے منہ لگا دیا۔ پانی پلوانے کے لئے چونکہ شوگی کو بلیک زیرو کے بائیں طرف بڑھنا تھا۔ اور وہی بلیک زیرو چاہتا تھا۔ اس لئے جیسے ہی شوگی نے گلاس بلیک زیرو کے منہ سے لگایا۔ بلیک زیرو نے اچانک اپنے جسم کو شوگی کی طرف جھٹکا دیا۔ یہ جھٹکا اتنا شدید تھا کہ کرسی الٹ گئی اور شوگی کو کچھ اس کا تصور تک نہ تھا۔ اس لئے وہ اپنے آپ کو نہ بچا سکی اور دوسرے وہ فرش پر گر کر کے بل گر پڑی جبکہ بلیک زیرو کرسی سمیت اس کے اوپر شوگی نے نیچے گرتے ہی اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی مگر بلیک زیرو

لا قوت سے اس کی ناک پر ٹکھار دی اور مس شوگی کے حلق سے بے اختیار نکل گئی۔ بلیک زیرو کا سر کسی مشین کی طرح چل رہا تھا اور اس کے سر کی یہ مسلسل شوگی کی ناک پر پڑ رہی تھیں۔ شوگی تیسری ٹکڑ کے بعد ہی جسے تھک ہو گئی۔ اس کی ناک پچک گئی تھی اور مزہ اور ناک سے خون تیزی سے نکلتا تھا۔ بلیک زیرو نے شوگی کی چیخوں کی قطعاً پرواہ نہ کی کیونکہ اسے معلوم لگ رہا تھا کہ وہ ساؤنڈ پر دفت ہے۔

شوگی کے ہاتھ سے گلاس فرش پر گر کر ٹوٹ چکا تھا۔ بلیک زیرو نے ناک کے بلے ہوش ہوتے ہی اپنی کرسی گھسیٹی اور پھر گلاس کا ٹوٹا ہوا ایک ٹکڑا اس کے ہاتھ میں اٹکیا۔ ٹوٹنے کی وجہ سے اس کا ایک حصہ تیز دھار لے کی مانند موج چکا تھا۔ بلیک زیرو نے نکلے ہوئے ہاتھ کی مدد سے اپنی ناک پر بندھی ہوئی پھرے کی بلیٹ کاٹنی شروع کر دی اور چند لمحوں کی کش کے بعد وہ اس بلیٹ کو کاٹنے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر اس نے نہ دونوں پیر جو کرسی کے پیروں کے ساتھ بندھے ہوئے تھے، اوپر کی ناک گھسیٹے۔

رانوں کے آزاد ہو جانے کی وجہ سے ایسا کرنے میں آسانی ہو گئی تھی۔ پھر چند لمحوں بعد دوسری بلیٹ بھی کٹ گئی۔ اب اس کے دونوں پیر آزاد اس نے ایک پیر کو موڑ کر ہاتھ کے قریب کیا اور ایک ہاتھ کی مدد سے اس نے پاؤں میں پہنا ہوا بوٹ اور جراب اتار پھینکی۔ دوسرے لمحے پشت کے بل زمین پر گر گیا۔ اس نے شیشے کا وہ ٹکڑا پیر کی دونوں انگلیوں پر پھنسا دیا۔

اور پھر جتنا شک کے ماہر کی طرح ٹانگ موڑ کر وہ پیر پر بندھی ہوئی

بلیٹ کے قریب لے آیا۔ اور پھر بریکی مد سے اس نے شیشے کے ٹکڑے کو بلیٹ پر رگڑنا شروع کر دیا۔ شروع شروع میں تو اسے ایسا کرتے ہوئے کافی تکلیف ہوئی مگر اس نے ہمت نہ ہاری۔

آخر چند لمحوں بعد بلیٹ کا کچھ حصہ کاٹنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی بلیک زیر و نے اپنے جسم کو ایک زوردار جھٹکا دیا۔ اور باقی حصہ ٹوٹ گیا۔

اور بلیک زیر و اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ آزاد ہو چکا تھا۔ آزاد ہو۔ ہی اس نے پھرتی سے بوٹ پہنا اور پھر کسی اسلحے کے لئے ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا۔

ایک الماری کے نچلے خانے میں اسے نہ صرف ایک شین گن مل بلکہ ایک سرخ رنگ کا کپڑا بھی مل گیا۔ اس نے کپڑے کو کسی نقاب کا منہ پر باندھ لیا۔ اور آنکھوں اور منہ کی جگہ اس میں حسب ضرورت بنائے۔ اب وہ صبح معنوں میں ایٹھ کے روپ میں آچکا تھا۔ پھر وہ پر نقاب باندھے اور ہاتھوں میں شین گن اٹھائے دروازے کی طرف چلا گیا۔

جولیا جیسے ہی غارت کا اصل دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اچانک اس کی ناک سے کسی گیس کا ایک بھپکا سا ٹکرایا اور دوسرے لمحے جولیا کے بڑے درخت کی طرح فرش پر گر گئی چلی گئی۔ فرش پر لکڑی کا ایک تختہ سا بچا ہوا تھا۔ جولیا اس پر گری تھی۔ جولیا کے گرتے ہی وہ تختہ کسی ریلنگ کی طرح تیزی سے سمتنا شروع ہو گیا۔ اس کا آخری سرا دیوار میں غائب ہو با تھا۔ جولیا کا جسم جیسے ہی دیوار کے قریب پہنچا۔ دیوار کی کثافت درمیان سے بٹ گئی۔ جولیا کا جسم تختے کے ساتھ دوسری طرف غائب ہو گیا۔ اور دیوار ایک بار پھر برابر ہو گئی۔ تختہ بھی اس کے ساتھ ہی ساکت ہو گیا۔ اب کہہ ایک بار بنالی ہو گیا۔

باہر برآمدے میں مارکس بڑے اطمینان بھرے انداز میں کھڑا تھا۔ اسے سلام تھا کہ جولیا اپنے ٹھکانے پر پہنچ چکی ہوگی۔ اس نے انتظام ہی ایسا کیا تھا کہ جیسے ہی دروازہ کھلتا۔ دروازے کے اوپر لٹکے ہوئے ایک پائپ سے بے ہوش کر دینے والی زود اثر گیس دروازہ کھولنے والے کی ناک سے ٹکراتی اور دروازہ کھولنے والا بے ہوش ہو کر لکڑی کے تختے پر گر جاتا اور تختہ کسی ریلنگ کی طرح چلنا شروع ہو جاتا۔

اس طرح بے ہوش ہو جانے والا شخص خود بخود دوسرے کمرے میں پہنچ جاتا۔

جو لیا کے چند لمحے بعد ہی کیپٹن شکیل موٹر سائیکل پر عمارت کے اندر پہنچا۔ اس نے موٹر سائیکل پورچ میں ہی روک دی۔
”آپ کا نام۔۔۔ کوڈ ایگٹھ۔۔۔ مارکس نے آگے بڑھ کر بڑا مہذب لہجے میں پوچھا۔

”شکیل۔۔۔ کیپٹن شکیل نے تیز نظروں سے عمارت کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

”ادہ۔۔۔ مسٹر طاہر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔۔۔ سیدھے چل جائیے۔۔۔ مارکس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

کیپٹن شکیل ایک لمحے کے لئے تذبذب کے عالم میں کھڑا رہا۔ کدھے جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔ ایک لمحے کے لئے اسے خیال آیا کہ اگر نوجوان کو پستول کی زد میں لے کر اصل حقیقت اگلوالے۔ مگر پھر اس نے اپنے آپ کو روک لیا۔ کیونکہ طے یہی ہوا تھا کہ وہ تینوں اندر جا کر حقیقت حال معلوم کریں گے۔ اور پھر فی فائوٹرائسٹیر پر باقی ساتھیوں کو آگاہ کر گئے۔ اس لئے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا عمارت کے مین گیٹ کی طرف بڑھتا گیا۔ اور پھر جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا اس کا حشر بھی جو بیا جیسا ہوا۔ چند لمحوں بعد اس کا جسم دیوار سے گزر کر غائب ہو گیا۔

کیپٹن شکیل کے بعد نہانی کا بھی یہی حشر ہوا۔

اور جب دور کے ہوئے صفدر، تنویر، چوہان اور صدیقی کو ٹرانز پر کوئی اشارہ نہ ملا تو ان سب نے اگلے اندر جانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ

ڈر سائیکل بیک وقت عمارت میں داخل ہوئے۔

”معاف کیجئے۔۔۔ آپ ایک ایک کر کے اندر جائیں گے۔ مسٹر طاہر ابھی حکم ہے۔۔۔ مارکس نے انہیں روکتے ہوئے کہا۔

”مگر۔۔۔ یہ طاہر کون ہے۔۔۔ صفدر بول پڑا۔
”چیف آف سیکرٹ سروس کی بات کر رہا ہوں اور کون ہے۔۔۔ مارکس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ادہ۔۔۔ تو یہ بات ہے۔۔۔ صفدر کے منہ سے نکلا اور جوابات خدا کے ذہن میں آئی وہی بات باقی تینوں نے بھی سوچی کہ ایگٹھ کا اصل ام طاہر ہے۔۔۔ مگر میں نے کسی طرح ایگٹھ پر قابو پایا ہے اور اب وہ ممبروں دہلی اکٹھا کر کے گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔
”مسٹر طاہر اندر گیا کر رہے ہیں۔۔۔ صفدر نے جرح کرتے ہوئے پوچھا۔

”مجھے نہیں معلوم جناب۔۔۔ مجھے تو یہی حکم ملا ہے کہ میں آپ کو ایک بار کر کے بھیجتا جاؤں۔۔۔ شاید کوئی خفیہ میٹنگ ہوگی۔۔۔ مارکس نے لہجے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں جانتا ہوں۔۔۔ ذرا اس کی شکل تو دیکھ لوں۔۔۔ بڑا چھپایا ہے اپنے آپ کو۔۔۔ تنویر نے اچانک کہا اور پھر وہ نیزی سے تقریباً ڈرنا ہوا مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ دروازہ اس کے اندر جاتے ہی بند ہو گیا۔

صفدر اور اس کے ساتھی تنویر کی طرف سے کسی رد عمل کے منتظر تھے۔ کچھ لمحوں تک جب کچھ نہ ہوا تو ان کے ذہن میں بھی تجسس پیدا ہوا کہ آخر

اندرا کیا ہو رہا ہے۔ اندر جانے والے ساتھی بڑی خاموشی سے اندر چلے
پہیں اور بس۔

’پنچانچہ صفدر نے خود اندر جا کر دیکھنے کا فیصلہ کیا اور بڑے محتاط اند
عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ جیکو چوہان اور صدیقی مارکس کے پاس کھ
ہے۔ پھر صفدر بھی دروازے میں غائب ہو گیا۔

”اب آپ جانیے“۔ چند لمحوں بعد مارکس نے چوہان سے مخاطب
کر کہا۔ اور چوہان کندھے جھٹک کر آگے بڑھا اور پھر وہ بھی دروازے
داخل ہو گیا۔

چند لمحوں بعد مارکس نے صدیقی سے اندر جانے کے لئے کہا۔
”کیوں نہ ہم اکٹھے چلیں“۔ صدیقی نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔
”نہیں۔“ مجھے باہر رکنے کا حکم دیا گیا ہے۔“ مارکس نے بڑ
پر اعتماد لہجے میں کہا۔ اور صدیقی چند لمحوں تک سوچنے کے بعد اندر کی طرف
بڑھا۔

مارکس بڑی مطمئن نظروں سے اسے اندر جاتا دیکھ رہا تھا۔ اسے اپ
انتظام پر مکمل اعتماد تھا۔ اس لئے وہ قطعی مطمئن تھا۔ پھر صدیقی بھی درواز
کھول کر اندر چلا گیا۔ اور مارکس نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔
اس کا مٹن کامیاب ہو چکا تھا۔ پوری سیکرٹ سروس اس کی گڑا
میں اچکی تھی۔

پنچانچہ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور پھر دروازے کے قریب رکنے
اس نے جیب سے ایک کٹر نکال کر دروازے کی دہلیز کے قریب سے
ہوئی ایک باریک سی تار کاٹ دی۔ اور پھر اطمینان سے دروازہ کھول کر ا

اگلا تار کٹنے کی وجہ سے سسٹم ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے اس بار کچھ بھی نہ ہوا۔
دروازہ بند کر کے اس نے اندر دیوار کے ایک ابھرے ہوئے حصے کو دیا تو
مٹنے والی دیوار خود بخود کھلتی چلی گئی۔ یہ راہداری میں جلنے کا دروازہ تھا اور
راہداری میں آپریشن روم تھا۔ جس میں اس نے بلیک زیرو کو باندھ کر
لگا ہوا تھا۔

وہ اسے وہاں سے اٹھا کر میزوں کے پاس لے آنا چاہتا تھا جو پچھلے
ہفتانے میں بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ اس نے ان کے مکمل شناختی
اپرڈ گرام بنا رکھا تھا۔ ایک تہہ خانے میں اس نے انتہائی تیز قسم کا
زاب کا تالاب بنایا ہوا تھا۔ اس کا پروگرام تھا کہ وہ ان سب میزوں کو اٹھا
تالاب میں پھینک دے گا اور چند لمحوں میں ہی ان کے جسم گل مٹر کر
زاب میں مل جائیں گے۔

پنچانچہ وہ اطمینان سے چلتا ہوا آپریشن روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

لیٹیجھے بند ہو گیا۔

”اپنے ہاتھ اور براٹھا مار کس“ — اچانک بلیک زیرو نے اس کی
نہ سے طین گن کی مال لگائے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

مگر مار کس بجلی کی سی تیزی سے مڑا اور اس نے طین گن کی مال کو ایک
ان جھٹکا دیتے ہوئے اپنی لات بلیک زیرو کی رانوں کے درمیان ماری۔ یہ حملہ
نا اچانک اور کارامی تھا کہ طین گن بلیک زیرو کے ہاتھ سے نکلتی چلی گئی اور
ہمکھٹ کی شدت سے دوسرا ہوتا چلا گیا۔ مار کس نے اس کے جھٹکے ہی پوری
رات سے دوپٹہ بلیک زیرو کی گردن پر دے مارے اور بلیک زیرو منہ کے بل
ریش پر گزرتا چلا گیا۔ مگر اس دوران بلیک زیرو فوری ضرب کے رد عمل پر
اوپر اچکا تھا۔ چنانچہ فرش پر گرتے ہی وہ تیزی سے اچھلا اور اس نے سر
ناکھ پوری قوت سے مار کس کے پیٹ میں ماری۔ مار کس اچھل کر دو قدم پیچھے
ہاگرا مگر اس کے جسم میں بھی شاید پرنگ لگے ہوئے تھے۔ نیچے گرتے ہی وہ انتہائی
برت انگیز طور پر نہ صرف کھڑا ہو گیا بلکہ اس نے بلیک زیرو پر جھلانگ بھی لگا دی۔
بلیک زیرو تیزی سے طین گن کی طرف بڑھا رہا تھا کہ مار کس اس سے آ
ٹپا اور دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر فرش پر جا گرے۔ نیچے گرتے ہی
بلیک زیرو نے انتہائی پھرتی سے دونوں بازو مار کس کی گردن پر پیکا دیے اور
درا قوت سے اس کی گردن دبائے لگا۔ مار کس نے دونوں ہاتھ بلیک زیرو کے
پٹے پر مارے اور اس کے ساتھ ہی بلیک زیرو کی گرفت ہلکی پڑ گئی۔ اور مار کس
نے پوری قوت سے بلیک زیرو کی ناک پر ٹکھ ماری۔

بلیک زیرو نے انتہائی پھرتی سے دونوں پیر پیٹے اور ایک جھٹکے سے مار کس
لٹھ میں اچھال دیا۔ مار کس اڑتا ہوا اس طرف جا گرا۔ جہاں دیوار کے ساتھ

بلیک زیرو مشین گن تھامے جیسے ہی دروازے کے قریب
وہ پکھت رک گیا۔ کیونکہ دروازہ جو فلاں کا بنا ہوا تھا۔ باہر سے بند تھا۔
بلیک زیرو نے ہینڈل دبا کر اسے کھولنا چاہا۔ مگر باہر سے تناید دروازہ
کسی پٹختی کے ذریعے بند کیا گیا تھا۔ اور اب اس کے کھلنے کی ایک ہی
تھی کہ اسے باہر سے کھولا جائے۔

بلیک زیرو چند لمبے دروازے پر کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے یہ فی
کیا کہ مار کس کے آنے کا انتظار کیا جائے۔ اور جیسے ہی وہ دروازہ کھول کر
آئے اس پر قابو پایا جائے۔ اس کے سوا کوئی صورت بھی نہ تھی۔

چنانچہ بلیک زیرو دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا اور انتظار کرنے لگا۔
دیر بعد اسے راہداری میں قدموں کی آواز سنائی دی۔ اور وہ چوکن ہو گیا۔

قدموں کی آواز دروازے کے قریب آ کر رک گئی اور پھر پیٹختی کھلنے کا
آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلتا چلا گیا۔ شوگی ایسی جگہ پڑا
تھی کہ جب تک دروازہ کھولنے والا اندر نہ آجاتا وہ اسے دکھائی نہ دے سکے۔
بلیک زیرو ہاتھ میں مشین گن اٹھائے دیوار کے ساتھ چپکا کھڑا تھا۔
دروازہ کھلتے ہی مار کس تیزی سے اندر آیا۔ اور دروازہ خود بخود

مشینیں نصب تھیں۔ اس کا سر ایک مشین کے کونے سے ٹکرایا اور وہ پہلو ہو کر فرش پر گر پڑا۔ اس کی ضرب نے اسے بکھرت دیا و ماہیا سے بے خبر کر دیا۔ بلیک زیرو اس کے گرتے ہی تیزی سے اٹھا مگر جب اس نے مارکس کو بے پڑا دیکھا۔ تو اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔

مارکس واقعی بہترین لڑاکا تھا اور یہ اتفاق تھا کہ مشین کے کونے سے اس کا سر ٹکرایا تھا ورنہ شاید وہ اتنی آسانی سے قابو میں نہ آتا۔

بلیک زیرو نے سب سے پہلے مشین گن اٹھائی اور پھر وہ مارکس کی طرف اس نے مارکس کی بغض چیک کی تو اسے یقین ہو گیا کہ مارکس ابھی دو تین گھنٹوں تک ہوش میں نہیں آئے گا چنانچہ وہ دروازہ کھول کر کمرے سے باہر آگیا اور دروازہ بند کر کے چٹخنی لگا دی اور پھر اس نے پوری عمارت کی تلاشی لے ڈالا مگر سیکرٹ فرس کے ممبران اسے کہیں بھی نظر نہیں آئے۔ البتہ اس نے عمار کے باہر پورچ میں جو لیا کی کار اور دوسرے ممبران کے موٹر سائیکل دیکھ لئے تھے اس کا صاف مطلب تھا کہ ممبران اس عمارت کے اندر آئے ہیں۔

پوری عمارت کا جائزہ لینے کے بعد وہ اہل کمرے میں آگیا۔ جس میں سالن ممبران بے ہوش ہوئے تھے۔ بلیک زیرو نے بڑے غور سے اس کمرے کو چیک کیا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ ممبران کی گشتگی کا تعلق یقیناً اس کمرے سے ہو سکتا۔ اور پھر دیوار کے مختلف حصوں کو دیکھتے ہوئے اسے ایک جگہ کچھ ابھری ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے اس جگہ کو تھیلی سے دبایا تو فوراً ہی کمرے کی شمالی دیوار درمیان سے پھٹتی چلی گئی۔ اور اس خلا میں سے سیڑھیاں نیچے جاتی نظر آ رہی تھیں۔ بلیک زیرو تیز سے سیڑھیاں اتارنا چلا گیا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر ایک کمرہ تھا۔ اور جیسے ہی بلیک زیرو اس کمرے میں پہنچا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کیونکہ کمرے میں

بے مبران ایک دوسرے کے اوپر بے ہوشی کے عالم میں ڈھیر ہوئے پڑے تھے۔ اس بات کا تھا کہ کمرے کے فرش پر دینر قاتلین بچھا ہوا تھا۔ بلیک زیرو نے بے ہوشی کے انہیں سیدھا کیا۔ اور پھر باری باری انہیں چیک کرنا شروع کر دیا۔ ان کی بے ہوشی خاصی طویل معلوم ہوتی تھی۔

بلیک زیرو نے مشین گن ایک طرف رکھی اور صندوق کے قریب جھک کر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے صندوق کا منہ بند کیا اور دوسرے ہاتھ کی دو انگلیوں سے اس کی ناک بند کر دی۔ چند لمحوں بعد ہی صندوق کا جسم کسمنا شروع ہو گیا۔ کسمنا سٹارت ہوئی۔ آہستہ آہستہ تیزی آتی شروع ہو گئی۔ اور جب صندوق کا جسم پھڑکنے لگا تو بلیک زیرو دونوں ہاتھ بٹائے۔ اور ایک طویل سانس لیتے ہوئے صندوق نے آنکھیں کھول دیں۔

بلیک زیرو نے پیچھے ہٹ کر مشین گن اٹھالی تھی۔ آنکھیں کھلتے ہی صندوق ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور پھر جیسے ہی اس کی پری بلیک زیرو پر پڑیں تو اس کے جسم کو ایک اور جھٹکا لگا اور وہ بے اختیار لڑکھڑاہو گیا۔

”مجھے یہ منظور دیکھ کر بے حد افسوس ہوا ہے صندوق۔ اگر میں اپنی آنکھیں نہ کھولتا تو تم لوگ مٹی کے مادہ صوبن جاتے ہو“ — بلیک زیرو نے ایکٹو ہوا ذہن میں انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”کس — سر۔۔۔“ صندوق نے نہایت بھرے لہجے میں کچھ کہنا چاہا مگر اس کے فم پر پورا نہ ہو سکا۔

”ان سب کو ہوش میں لے آؤ — جلدی — ہم مجرموں کے اڈے میں ہیں“ — بلیک زیرو نے کہا اور صندوق نے بھی ممبروں کے ساتھ وہی حرکت رنی شروع کر دی جو بلیک زیرو نے صندوق کے ساتھ کی تھی۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد سب ممبران ہوش میں آ گئے۔

”میرے پیچھے آؤ“ — بلیک زیرو نے کہا اور پھر وہ تیزی سے سیٹھ پھلا پھلا نکلتا ہوا اوپر چلا گیا۔

”اس پوری عمارت کی مکمل تلاشی لو“ — بلیک زیرو نے انہیں حکم دیا اور خود تیزی سے اس کمرے کی طرف لپکا جھروہ شوگی اور مارکس کو بیہوش پڑے چھوڑ آیا تھا۔ اور باقی ممبران تیزی سے عمارت میں پھیلنے پھیلنے لگے۔

بلیک زیرو نے بڑی پھرتی سے دروازہ کھولا اور پھر بڑے چوکنے انداز میں اندر داخل ہوا۔ مگر دوسرے کمرے وہ یہ دیکھ کر اچھل پڑا کہ کمرہ بالکل خالی پڑا ہوا تھا اور حیرت اس بات کی تھی کہ نہ صرف شوگی اور مارکس غائب تھے بلکہ کمرے میں موجود مشینیں بھی موجود نہ تھیں۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنی بھاری مشینیں یکدم غائب ہو جائیں“ — بلیک زیرو نے بڑ بڑاتے ہوئے کہا۔ مگر کمرے کی خالی دیواریں اس کا مزہ بڑا رہی تھیں۔ دیواروں کے ساتھ پلگ وغیرہ تو لگے ہوئے تھے مگر مشین ایک بھی نہ تھی اور مشینیں تو ایک طرف نہیں کمرے میں موجود سیٹیل کی بڑی بڑی الماریاں تک غائب تھیں۔

بلیک زیرو تیزی سے باہر نکلا اور اس نے ادھر ادھر دیکھا مگر کمرہ وہی تھا اس کے دروازے کے باہر چٹخنی تک موجود تھی۔ کافی دیر تک ادھر ادھر بھٹکنے کے بعد جب بلیک زیرو شوگی اور مارکس کو تلاش نہ کر سکا تو پھر وہ عمارت کے بیرونی گیٹ کی طرف چل پڑا۔ وہاں سب ممبران موجود تھے۔

”پوری عمارت خالی ہے جناب — آدمی تو ایک طرف کاغذ کا پرزہ تک نہیں ہے“ — صفدر نے جواب دیا۔

”مگر تم یہاں اکٹھے کیسے ہو گئے“ — بلیک زیرو نے کہا۔
 ”ہمیں کال ملی تھی کہ کوئی مسٹر طاہر ہمیں بلا رہے ہیں۔ اور ہم موت تحس کی وجہ یہاں آ گئے۔ مگر کمرے میں داخل ہوتے ہی بے ہوش ہو گئے۔“
 صفدر نے جواب دیا

”طاہر — وہ کون ہے“ — بلیک زیرو نے جان بوجھ کر اپنے لیے حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا۔

”یہی تو ہم جانا چاہتے تھے جناب“ — اس بار جو لیا نے کہا۔
 ”ہوں — اس کا مطلب ہے کہ کوئی بھی شخص ایجنسی نام لے کر نہیں بلائے۔ تم آنکھیں بند کر کے بھاگتے چلے آؤ گے — اگر میں اتفاق سے آپ لوگوں آتے ہوئے راستے میں چپک نہ کر لیتا تو مجھ سم آج سیکرٹ سروس کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔“ — بلیک زیرو نے کہا اور تمام ممبران نے مت سے مرجھ کاٹے۔ واقعی بڑے شرم کی بات تھی کہ سیکرٹ سروس کے ممبران بزدل کی طرح آنکھیں بند کئے مجرموں کے جال میں پھنس گئے تھے۔

”اب آپ لوگ اپنے فلیٹوں میں چوکنے ہو کر رہیں گے — ہو سکتا ہے ہم آپ کو دوبارہ اغوا کرنے کی کوشش کریں۔ اور اگر ایسا ہوا تو آپ نے یاد مزاحمت نہیں کرنی بلکہ اپنے ساتھ ایون تھری ٹرانسمیٹر رکھ لیں تاکہ مجرم اغوا کر کے جہاں لے جائیں تو وہاں سے رابطہ قائم کیا جاسکے۔“ — بلیک زیرو نے نہیں بدایات دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے جناب — اور جناب وہ عمران“ — صفدر نے ہلکاتے ہوئے پوچھا۔

”عمران کی حالت بہت خطرناک ہے — ڈاکٹر اسے بچانے کی سسر توڑ

کوشش کر رہے ہیں" — بلیک زیرو نے بڑے لاپرواہانہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے انہیں وہاں سے جانے کا اشارہ کیا اور وہ سب تیزی سے اپنی اپنی گاڑیوں کے ذریعے کوٹھی سے باہر جانے لگے۔ جب سب لوگ چلے گئے تو بلیک زیرو ایک بار پھر کوٹھی کے اندر چلا گیا۔ وہ اب صرف دقت گزارنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ شاید کوئی ممبر اسے بے نقاب دیکھنے کے لئے باہر نہ رک جائے۔ کیونکہ انا تو وہ بھی جانتے تھے کہ نقاب پہن کر بلیک زیرو عمارت کے باہر نہ جاسکتا تھا۔

شوکی نے ہوش میں آتے ہی آنکھیں کھول دیں۔ وہ چند لمحے لاشعوری اپنیٹ میں پڑی رہی۔ پھر جیسے ہی اس کا شعور جاگا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔ اس کی ناک اور دانتوں میں شدید تکلیف ہو رہی تھی۔ اس نے ماتھ بٹھا کر ناک کو ٹھونکا۔ آگ تو درست تھی مگر ناک اور ہونٹوں کے درمیان خون کے ٹوٹھڑے جمے ہوئے تھے۔ شوکی نے ماتھ کی پشت سے انہیں صاف کیا اور پھر ادھر ادھر دیکھا۔ کمرہ خالی پڑا ہوا تھا جبکہ نمبر ٹو ایک مشین کے قریب بے ہوش پڑا تھا۔ شوکی اٹھ کر تیزی سے نمبر ٹو کی طرف بڑھی۔

اس نے ہلا جلا کر نمبر ٹو کو دیکھا۔ نمبر ٹو کے سر کی پھپھی سمت گہرا زخم تھا جس سے خون رسن رہا تھا۔ شوکی اسے چھوڑ کر کمرے کے دروازے کی طرف پہنچ کر دروازہ باہر سے بند تھا۔ شوکی جانتی تھی کہ اب دروازہ اس وقت تک نہیں کھل سکتا جب تک باہر سے اسے نہ کھولا جائے۔

شوکی نے نمبر ٹو کو ہوش میں لانے کی کوشش کی مگر نمبر ٹو کی بیہوشی کچھ ضرورت سے زیادہ ہی گہری تھی کہ مسلسل کوشش کے باوجود نمبر ٹو کو ہوش نہ آسکا۔ جب شوکی اپنی ہر کوشش میں ناکام ہو گئی تو اس نے خود ہی مادام سے رابطہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور وہ تیزی سے ایک مشین کی طرف بڑھتی چلی

گئی۔ اس نے مشین کا ایک ٹین آن کر دیا۔ اور اس کے ساتھ منسلک بیڈ فون اٹھا کر سر پرنٹ کر لیا۔ مشین پر ایک چھوٹی سی سکریں روشن ہو گئی جس پر مادام وی کا خاکہ ابھرا آیا۔

”ہیلو مادام — میں شوگی بول رہی ہوں —“ شوگی نے تیز لہجے میں کہا۔

”شوگی — کیا بات ہے —“ مادام نے تعجب بھرے لہجے میں جواب دیا۔

”مادام — سیکرٹ سروس کے چیف کو ہم اغوا کر کے لے آئے تھے نمبر ٹو اسے کرسی پر باندھ کر ممبروں کو اکٹھا کرنے کے لئے کہنا کہ کس طرح سیکرٹ سروس کے چیف نے مجھے بے ہوش کر دیا۔ اور خود آزاد ہو گیا۔ اب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا ہے کہ دروازہ باہر سے بند ہے اور نمبر ٹو فرش پر بے ہوش پڑا ہے۔ اس کے سر پر گہرا زخم ہے —“ شوگی نے تفصیلی رپورٹ دینے سے کہا۔

”اوہ — نمبر ٹو کو فوری طور پر ہوش میں لے آؤ —“ مادام وی کے لہجے میں گھبراہٹ تھی۔

”مادام — میں نے بڑی کوشش کی ہے مگر نمبر ٹو ہوش میں نہیں آ سکا اس لئے میں نے آپ سے رابطہ قائم کیا ہے —“ شوگی نے جواب دیا۔

”اچھا — پھر میری ہدایت پر عمل کرو —“ مگر بے کمالی دیوار کے ساتھ جو مشین ہے جس پر ایمم لکھا ہے۔ اس کا سرخ رنگ کا ٹین دباؤ پھر اس کے ساتھ والا نیلے رنگ کا۔ اور پھر دوبارہ سرخ رنگ کا۔ دوسری بار سرخ رنگ کا ٹین بٹنے ہی کو کہ لٹ کی طرح نیچے چلا جائے گا۔ جب کہہ سکتا ہو جائے تو نہ

رنگ کے ٹین کو دوبار مسلسل دبا دینا — دیوار پھٹ جائے گی۔ تم نمبر ٹو کو لے کر باہر آ جانا۔ یہ ایک طویل سرنگ ہوگی جس کے آخر میں ایک کار موجود ہوگی۔ سرنگ کے اختتام پر ایک دروازہ ہوگا۔ اس کے بائیں کونے پر ایک چھوٹا سا سفید رنگ کا بلب ہے۔ اسے دبا دینا۔ دروازہ کھل جائے گا۔ تم کار میں نمبر ٹو ڈال کر کار باہر لے آنا تم تیسویں شاہراہ پر پہنچ جاؤ گی۔ آگے جا کر ایک بانی رڈ آئے گی۔ اس بانی رڈ کا اختتام ایک فارم پر ہوگا۔ اس کے احاطے میں کار روک کر نمبر ٹو کو فارم کے برآمدے میں لٹا دینا۔ اور خود کار میں واپس شہر جا کر بوتان کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ میں رپورٹ کرنا — کوڈ مادام وی ہوگا — وٹاں دوسری اطلاع ملے تک تم مقیم رہو گی۔ مادام وی نے اسے تفصیلی ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر مادام —“ شوگی نے کہا۔ اور پھر اس نے مشین کا ٹین آن کر کے بیڈ فون اتار کر کہک سے لٹکایا اور شمالی دیوار کے ساتھ موجود مشین کی طرف بڑھ گئی۔ اس مشین پر سنہرے ہندسے ایمم لکھا ہوا تھا شوگی نے مادام کی ہدایت کے مطابق پہلے سرخ رنگ کا ٹین دبا دیا۔ پھر نیلے رنگ کا ٹین دبا کر اس نے دوبارہ سرخ رنگ کا ٹین دبا دیا۔ سرخ رنگ کا ٹین دبتے ہی پورا کہہ کسی لفٹ کی طرح نیچے کی طرف سرکنا شروع ہو گیا۔ شوگی مشین کا سہارا لئے خاموش کھڑی تھی۔ پھر ایک جھٹکے سے کہہ نیچے جانا رک گیا تو شوگی نے سرخ رنگ کے ٹین کو دوبار مسلسل دبا دیا۔ دوسرے لمحے سامنے کی دیوار درمیان سے پھٹنے چلی گئی۔ اور اب وٹاں ایک طویل سرنگ نظر آ رہی تھی۔ شوگی نے مشین سے ہٹ کر بے ہوش پڑے ہوئے نمبر ٹو کو بڑی مشکل سے اٹھا کر کندھے پر لا دیا اور سرنگ میں داخل ہو گئی۔ نمبر ٹو خاصا وزنی تھا۔ اس لئے شوگی کے قدم بار بار لٹکھڑا رہے تھے۔ مگر وہ ہمت کر کے آگے بڑھتی چلی گئی۔

اس کے سرنگ میں داخل ہوتے ہی کمرے کی دیوار خود بخود ملتی چلی گئی۔

شوگی نمبر ٹوک کو کندھے پر اٹھائے لڑکھڑاتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔ تندرہ منٹ چلنے کے بعد سرنگ کا اختتام ہوا۔ وہاں ایک چھوٹی مٹی کی کار موہڑا تھی۔ سرنگ کے اختتام پر دروازہ تھا۔ شوگی نے کار کا دروازہ کھول کر منہ پر بچھلی نشست پر لٹایا اور پھر دروازہ کھولنے والا بٹن تلاش کرنے لگی۔ جلد ہی وہ بٹن اسے نظر آگیا۔ شوگی نے جیسے ہی بٹن دبا یا۔ دروازہ کھلتا چلا گیا اور اسے باہر ایک تنگ سی سڑک جاتی نظر آئی۔

شوگی دروازہ کھلتے ہی تیزی سے واپس کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر آگیا۔ کار کی چابی انکیشن میں موجود تھی۔ شوگی نے کار اسٹارٹر کی اور پھر اسے چلائی ہوئی وہ سرنگ سے باہر آگئی۔ کار کے باہر آتے ہی دروازہ اس کے عقب پر خود بخود بند ہو گیا۔ شوگی کا چلا تے ہوئے آگے بڑھتی چلی گئی۔

اس نے رمال سے اپنا منہ صاف کر لیا تھا۔ تاکہ راستے میں کوئی ٹریفک کاٹھ اسے زخمی سمجھ کر نہ روک لے۔ اس تنگ سڑک کا اختتام تین سو سالہ شاہراہ پر اور وہ نادام کی ہدایت پر شمال کی طرف بڑھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس فارم تک پہنچ گئی۔ فارم ویران پڑا ہوا تھا۔ مگر چونکہ نادام کی ہدایت تھی۔ اس لئے شوگی نے نمبر ٹوک کو کار سے نکال کر برگڑا میں فرسٹس پر لٹا دیا اور خود کار میں آ بیٹھی۔ اس نے کار موٹری اور خاموشی زفاری سے چلاتی ہوئی بڑی سڑک پر آگئی۔ اب اس کی کار کا رخ بوستان کالا کی طرف تھا۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد وہ بوستان کالونی میں پہنچ گئی۔ اس نے کوٹھی کے سامنے روکی اور پھر اتر کر کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد پھاٹک کھلی

کھڑکی کھلی اور ایک مقامی نوجوان باہر نکل آیا۔

”نہیجے“۔ نوجوان نے شوگی کو گھورتے ہوئے کہا۔

”نادام دی نے مجھے یہاں آنے کی ہدایت کی ہے“۔ شوگی نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ“۔ آپ کا نام“۔ نوجوان نے اس بار مودب ہوتے ہوئے پوچھا۔

”شوگی“۔ شوگی نے جواب دیا۔

”اوسکے“۔ باس آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں پھاٹک کھولتا ہوں۔ اور پھر وہ تیزی سے کھڑکی میں غائب ہو گیا۔ چند لمحوں بعد پھاٹک کھلتا چلا گیا۔ اور شوگی کا راند ر بڑھانے لگی۔

”شوگی نے کار پوشرح میں جا کر روک دی۔ پھر نیچے اتر آئی۔ برآمدے میں ایک بی بیکل مقامی نوجوان ہاتھ میں شین گن لئے بڑے چوکنے انداز میں کھڑا تھا۔

”کیسے کس“۔ باس آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔“۔ شین گن بردار نے آگے بڑھ کر کہا اور شوگی نے سر ہلایا۔

پھر وہ اس نوجوان کی رہنمائی میں چلتی ہوئی عمارت کے اندر داخل ہو گئی۔ شین گنوں سے گزرنے کے بعد مسلح نوجوان ایک دروازے کے سامنے روک گیا دروازے پر سرخ رنگ کا بلب جل رہا تھا۔

نوجوان نے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی۔

”کون ہے“۔ دروازے کے اوپر نصب ایک چھوٹے سے سپیکر میں سے دھت آواز برآمد ہوئی۔

”مس شوگی آئی ہیں باس“۔ مسلح نوجوان نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے“۔ اندر بھیج دو“۔ آواز دوبارہ ابھری اور اس کے

ساندھی سرخ رنگ کا بلب سبز رنگ میں تبدیل ہو گیا۔

”تشریف لے جائیے مس“ — نوجوان نے کہا اور شوگی حیرت سے سر جھٹکتی ہوئی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ اسے تنظیم میں آئے ہوئے دس سال ہو گئے تھے مگر اس قسم کا انتظام وہ پہلی بار ہی دیکھ رہی تھی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ ٹھٹھک کر رک گئی۔ سامنے ایک بڑا سی میز کے پیچھے ایک قوی سیکل دیوار کا غیر ملکی نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ جس کے چہرے پر سختی اور سفاکی کے اثرات جیسے منجھد ہو کر رو گئے تھے آنکھوں سے سنگدلی صاف نمایاں تھی

”تشریف رکھیں مس شوگی“ — آپ تو زخمی دکھائی دیتی ہیں۔ اس آدمی نے اپنی طرف سے لہجے کو نرم بناتے ہوئے کہا۔ مگر اس کے بازو اس کے لہجے کی کمرنگی و درنہ ہوئی تھی۔

”ہاں۔۔۔ میری ناک زخمی ہے“ — شوگی نے میز کے سائے پڑی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”آپ کا علاج ہو جائے گا۔“ — اس کوٹھی میں سب کچھ موجود اس آدمی نے لا پر داہی سے جواب دیا۔

”آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا“ — شوگی نے اشتیاق آمیز لہجے پوچھا۔

”میرا نام بارٹلے ہے۔۔۔ اور میرا تعلق تنظیم کے آپریشن سیل ہے۔ میں کل ہی یہاں پہنچا ہوں۔“ — بارٹلے نے اپنا تعارف کرتے ہوئے کہا۔

”آپریشن سیل میں سمجھی نہیں“ — شوگی کے لہجے میں چ

”مس شوگی۔۔۔ دی گینگ ایک بہت بڑی تنظیم ہے۔ اس میں سیکشن ہیں۔ آپ کا سیکشن صرف بطور ایجنٹ کام کرتا ہے جبکہ ہمارا ن مار وہاڑ اور دوسرے کاموں میں استعمال ہوتا ہے۔ گو ہمارا تنظیم کی ردگی کچھ اس قسم کی ہے کہ آپریشن سیل کو حرکت میں لانے جانے کی ضرورت نہیں ہوتی مگر جہاں حالات کچھ اس قسم کے ہو جائیں وہاں پھر ہمارا ہی ن کام کرتا ہے۔۔۔ مادام دی نے جب یہ فیصلہ کر لیا کہ یہاں حالات اس قسم کے ہو گئے ہیں کہ ہمارے سیکشن کے بغیر کام نہیں ہو سکتا تو مادام بچے کا ل کر لیا۔ اور میں نے یہاں پہنچتے ہی مقامی غنڈوں کی مدد سے فی الحال ظلمات کئے ہیں۔“ — بارٹلے نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”مثلاً کیسے حالات“ — شوگی نے پوچھا۔

”مس شوگی۔۔۔ آپ خصوصی ممبران میں سے ہیں۔ اس لئے آپ کو یہاں کے مشن کی تفصیلات کا علم ہو گا۔ طالب علم تحریک کے دوران نے پولیس کی وردیوں میں طالب علموں کو ہلاک کرنا ہے۔ تاکہ تحریک زور پکڑے۔“ — بارٹلے نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ میں سمجھ گئی۔ مگر اب حالات بدل گئے ہیں۔ فی الحال شاید مقامی سیکرٹ سروس سے ٹھکانا پڑے۔“ — شوگی نے جواب دیا۔

”مقامی سیکرٹ سروس سے“ — بارٹلے نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔“ — شوگی نے جواب دیا اور پھر اس نے پوری تفصیل سے تمام بات بارٹلے کو بتا دی۔

”ہوں۔۔۔ اس کا مطلب ہے نمبر نوامات کھا گئے اور سیکرٹ سروس

پوری طرح چونکا ہو گئی۔ اب تو واقعی جب تک سیکرٹ سروس کا خاتمہ
جائے مشن کو آگے نہیں بڑھایا جاسکتا۔۔۔ بارٹلے نے سوچتے ہوئے
جواب دیا۔

”بہر حال اس سلسلے میں فیصلہ تو مادام ہی کرے گی۔۔۔ میں
تو اپنا خیال ہی ظاہر کیا ہے۔“ شوگی نے جواب دیا۔

”ہاں۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ میں مادام سے بات کرتا ہوں تاکہ
سروس کے خلاف کام شروع کیا جاسکے۔“ بارٹلے نے جواب دیا
اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز کے کنارے لگا ہوا ایک ٹن دبایا اور
مسلمہ نوجوان اندر داخل ہوا۔

”مس شوگی کو ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ اور انہیں ان کا کمرہ دکھا دو۔ اور
لوگوں کو چونکا کر دو۔ کوئٹھی کی حفاظت انتہائی ہوشیاری سے ہونی چاہیے۔
بارٹلے نے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بہتر باس۔“ نوجوان نے جواب دیا۔
”مس شوگی۔۔۔ جب تک سیکرٹ سروس کا خاتمہ نہ ہو جائے۔۔۔
نے کوئٹھی سے باہر نہیں جانا۔“ بارٹلے نے شوگی سے مخاطب ہو کر کہا۔
”بہتر۔“ شوگی نے مختصر سا جواب دیا۔ پھر وہ میز تیز قدم اٹھائی
نوجوان کی رہنمائی میں کمرے سے باہر نکل گئی۔

عمران کو ہوش میں آئے دوسرا روز تھا۔ مگر خطرناک زہر کے اثرات ابھی
اس کے خون میں باقی تھے۔ کیونکہ ہوش میں آنے کے باوجود وہ غنودگی میں
دراہتا۔ بلانے پر آنکھیں کھول کر ہوں ہاں کر لیتا۔ اور پھر اس کے بعد آنکھیں
بند کر لیتا۔ سر سلطان دن میں کئی بار پچھو لگاتے تھے۔ ڈاکٹر موسیٰ بھی اسے
دوبارہ دیکھنے کے لئے آئے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ آہستہ آہستہ یہ نیم بے ہوشی
کی کیفیت خود بخود ختم ہو جائے گی۔

عمران کو پشیل وارڈ کے کمرے میں رکھا گیا تھا اور کمرے کے دروازے
پر ایک دربان چوبیس گھنٹہ پہرہ دیتا تھا۔ عمران کے کمرے میں مخصوص ڈاکٹروں
اور نرسوں کے سوا کسی کو جانے کی اجازت نہ تھی۔ عمران کی قوت کو بحال کرنے
کرنے کے لئے مسلسل ادویات دی جا رہی تھیں۔

آج بھی عمران آنکھیں بند کئے ہوئے لیٹا تھا کہ دروازہ کھلا اور سر سلطان
اندر داخل ہوئے۔ سر سلطان کے ساتھ بلیک لیرو بھی تھا۔ اسے عمران سے ملنے
کے لئے سر سلطان کا سہارا لینا پڑا تھا۔ کیونکہ بحیثیت ایکسٹوڈہ آنہ سکتا تھا
اور ایکٹو کی شخصیت سے ہٹ کر اس کی اپنی کوئی سرکاری حیثیت ہی نہ تھی۔
اس لئے اس نے سر سلطان کو مجبور کیا تھا۔ اور سر سلطان اسے اپنے ہمراہ
لے کر ہسپتال آگئے۔

”عمران بیٹے — اب کیسی طبیعت ہے“ — سرسلطان نے عمران کے قریب آکر بڑے مشفقانہ لہجے میں کہا۔
ہوں — عمران نے آنکھیں کھولیں۔ اور پھر اس کی نظریں سرسلطان اور بلیک زیرو پر جم گئیں۔
”عمران صاحب خدا کا شکر ہے کہ آپ بچ گئے“ — بلیک زیرو نے بڑے پرہیزگار لہجے میں کہا۔

”تمہارا نام طاہر ہے نا“ — عمران نے نیم بیہوشانہ لہجے میں کہا۔
”ہاں — میں طاہر ہوں عمران صاحب — آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیے — حالات بڑے نازک ہو رہے ہیں“ — طاہر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”حالات نازک ہو رہے ہیں — کہیں حالات لکھنؤ کی سیر تو نہیں کر آئے“ — عمران نے جواب دیا اور بلیک زیرو کے ساتھ ساتھ سرسلطان بھی ہنس پڑے۔

سرسلطان کا چہرہ عمران کے اس فقرے سے گھٹا ہو گیا۔ کیونکہ عمران کا یہ فقرہ بتا رہا تھا کہ عمران کا ذہن اصل ٹرگر پر آتا جا رہا ہے۔ ورنہ عمران کی حالت یہ نہ ہوتی کہ وہ انہیں بار بار یہ خدشہ ہو رہا تھا کہ کہیں خطرناک ذہن نے عمران کے ذہن پر پڑنا نہ چھوڑا ہو۔ وہ انہیں چھوڑ کر تیزی سے ڈاکٹر کو بلانے چلے گئے۔

”لکھنؤ کی سیر تو نہیں البتہ پوری سیکرٹ سروس مجھ سمیت موت کی سرحد دیکھ آئی ہے“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”کیا مطلب — کیا ہوا تھا“ — عمران نے جھٹکے سے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔

”اور بلیک زیرو نے اپنے اغوا سے لے کر عمارت سے باہر آنے تک تمام حالات تفصیل سے بتا دیئے۔

”اوہ — اس کا مطلب ہے — دی گینگ سے ٹکرائی ہوئی ہو“ — عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”میں نے تمام ممبران کو کہہ دیا ہے کہ انہیں اگر اغوا کر لیا جائے تو زیادہ مزاحمت نہ کریں تاکہ مجسٹریٹ کے بیڑ کو ارڈر کا سراغ نہ لگایا جا سکے۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”نہیں طاہر — اب یہ مجرم اغوا کرنے میں وقت ضائع نہ کریں گے وہ اب کوشش کریں گے کہ سیکرٹ سروس کو جس قدر جلد ممکن ہو سکے ختم دیا جائے۔ اس لئے تمام ممبروں کو کہہ دو کہ وہ آئندہ میک اپ میں رہیں۔ اپنے فلیش چھوڑ دیں“ — عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے — میں ابھی انہیں کہہ دیتا ہوں — مگر عمران صاحب پر حملہ کس نے کیا“ — بلیک زیرو نے پوچھا۔

”اس کا مطلب ہے — حالات تو لکھنؤ کی سیر کر آئے ہیں اور تم بدلاگل خانے کی سیر کو مکمل گئے تھے — بھی اور کون کر سکتا ہے نا تشیرو زونوں میں ایک آدمی مجرموں کا تھا“

عمران نے اس بات کیجئے سے پشت ٹکا کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اب وہ پوری رات تروتازہ اور چیت و چو بند محسوس ہو رہا تھا۔

اسی لمحے دروازہ کھلا اور ڈاکٹر لوئس اور سرسلطان اندر داخل ہوئے۔

”اوہ — خدا کا شکر ہے“ — سرسلطان نے کہا۔

ڈاکٹر لوئس نے عمران کی نبض چیک کی اور پھر ان کے چہرے پر حیرت

کے آثار ابھرتے چلے آئے۔

”حیرت انگیز۔۔۔ انتہائی حیرت انگیز۔۔۔ ابھی ایک گھنٹہ پہلے
عمران صاحب کے جسم میں شدید کمزوری کے آثار تھے مگر اب تو یہ بالکل
صحت مند ہیں۔“ ڈاکٹر یونس نے جواب دیا۔

”ڈاکٹر صاحب۔۔۔ یہ صاحب دماغ سے بھرپور ہیں۔ بس انہیں
دیکھتے ہی میں خود بخود ٹھیک ہو گیا۔“ عمران نے مسکرا کر بلیک بیز
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”بہر حال مجھے خوشی ہے کہ اب آپ بالکل تندرست ہیں۔“ ڈاکٹر
یونس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

”تو کیا آپ مجھے اس جنت سے نکال دیں گے۔“ عمران نے بیچیدار
ہوتے ہوئے کہا۔

”جنت۔“ ڈاکٹر نے چونک کر پوچھا۔

”ہاں۔۔۔ یہاں بڑی خوبصورت حوریں جو ہیں۔“ عمران نے
بلیک بیز روٹنے طرف دیکھتے ہوئے آنکھ کا گوشہ دبایا اور بلیک بیز کے
چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ دوڑ گئی۔

”اوہ۔۔۔ عمران صاحب۔۔۔ واقعی یہ حوریں ہیں پاکیزہ اور
خدمت گزار۔“ ڈاکٹر یونس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”پلیز۔۔۔ ایک حور سر سلطان کو بھی عنایت کر دیجیے۔“ یقین کیجیے
یہ بڑے دین دار اور خدمتگار آدمی ہیں۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ
لہجے میں کہا۔

”اوہ۔۔۔ عمران تم اپنی حرکت سے باز نہ آؤ گے۔“ سر سلطان

بمنوعی غصے سے کہا۔

اگر میں نے جھوٹ بولا ہے تو اسیت خود ہی بتا دیجئے۔“ عمران
باب دیار اور ڈاکٹر یونس سمیت سب ہنس پڑے۔

”اچھا ڈاکٹر صاحب۔۔۔ اگر عمران ٹھیک ہو تو اسے فارغ کر
دیجئے۔۔۔ یہ صاحب اسے اپنے ہمراہ لے جائیں گے۔“ سر سلطان
فوراً موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

”میری طرف سے اجازت ہے۔“ ڈاکٹر یونس نے کہا۔
”آپ کی مرضی ڈاکٹر صاحب۔۔۔ اب آپ نہیں رہنے دیتے مجھے
ت میں تو نہ سہی۔۔۔ میں پھر تشیر زنی کے مقابلے میں حصہ لوں گا۔“

ان نے کہا۔
”طاہر۔۔۔ عمران کو اپنے ہمراہ لے جاؤ۔۔۔ اچھا میں چیتا ہوں۔

پے ڈاکٹر صاحب۔“ سر سلطان نے کہا اور پھر وہ ڈاکٹر یونس کا بازو
درا کر اسے تقریباً زبردستی کمرے سے باہر لیتے گئے۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا
کہ عمران باز نہ آئے گا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد عمران کی ہسپتال سے فراغت کی کارروائی مکمل ہو
گئی اور عمران لباس بدل کر بلیک بیز کی کار میں آ بیٹھا۔

”مجھے میرے فلیٹ پر اتار دو بلیک بیز۔۔۔ اور تمام ممبروں کو
بت کر دو کہ وہ اپنے فیش فوراً طور پر چھوڑ دیں اور تم بھی دانش منزل میں
آگئے رہو۔۔۔ ہو سکتا ہے مجرم ایک بار پھر دانش منزل پر حملہ کریں۔“

ان نے کہا۔
”بہتر ہے۔“ بلیک بیز نے کہا اور کار کا رخ اس سڑک کی طرف موڑ

دیا جو گھوم پھر کر عمران کے فلیٹ کی طرف جاتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ عمران کے فلیٹ کے نیچے پہنچ گئے۔ عمران کا لہجہ
باہر آیا اور اس نے ہاتھ بڑھا کر بلیک زیرو کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور
خود تیزی سے اپنے فلیٹ کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

فلیٹ کا دروازہ بند تھا۔ عمران نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ کر
اور اس وقت تک انگلی نہ ہٹائی جب تک کہ دروازہ ایک دھمکے سے
نہ کھل گیا۔

”کیا مصیبت ہے۔ ارے۔ ارے۔ آپ۔“ سلیمان
جو شہید غصے کے عالم میں آیا تھا۔ عمران کو دیکھ کر سنبھل گیا۔

”اچھا۔ اب میں تمہارے لئے مصیبت بن گیا ہوں“ عمران
نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”تو اور کیا۔ کتنے دنوں سے راضی ختم ہو گیا ہے۔“ باورچی
بھائیں بھائیں کر رہی تھیں۔ دھوبی، اخبار فروش، بجلی والے
بل اٹھائے دروازے پر دھڑنا مارے بیٹھے ہیں۔ غریب سلیمان
جان عذاب میں آئی ہوئی ہے۔“ سلیمان نے عمران کی طرف سے
شر ملتے ہی بولنا شروع کر دیا۔

”اور وہ جو میں نہیں دو ہزار روپے دے گیا تھا۔“ وہ کمر
کھاتے میں گئے۔“ عمران نے ڈرائنگ روم کے صوفے پر بیٹھے
ہوئے کہا۔

”دو ہزار۔“ اچھا وہ صرف دو ہزار۔“ جناب اس منہ کا
کے زمانے میں دو ہزار کی کیا وقعت ہے۔ ساتھ والے فلیٹ میں

ہوئے نا۔“ ارے خواجہ صاحب کی باورچین۔“ اس کے کپڑوں
سے ہلدی کی بو آرہی تھی۔“ میں نے سوچا بیچاری کیا سوچتی ہوگی کہ
دشمن کے لئے بھی ترس گئی ہوں۔ چنانچہ میں بازار گیا۔“ آپ یقین کیجئے کہ
ایک سو روپے سینٹ کی شیشی، ایک نیا جوڑا کپڑوں کا اور ایک دو آئینہ
ایک آپ کے خریدے اور دو ہزار ختم۔“ صاحب بڑا بڑا زمانہ آگیا ہے
دو ہزار کی تو کوئی وقعت ہی نہیں رہی۔“ سلیمان نے آنکھیں جھپکاتے
ہوئے کہا۔

”اچھا۔“ تو یہ عیاشی ہو رہی ہے۔“ عمران نے حیرت سے
دبے چھاٹتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ ارے صاحب۔“ تو یہ کیجئے۔“ عیاشی کے لئے رقم
کہاں ہے میرے پاس۔ یہاں تو کھانے کے لالے پڑے ہوئے
ہیں اور آپ عیاشی کی بات کر رہے ہیں۔“ خدا کسی کو کسی مفلس
کا باورچی نہ بنائے۔“ سلیمان نے تیزی سے کہا اور پھر ایک جھٹکے
سے کچن کی طرف مڑ گیا۔

”ارے۔ ارے۔“ کہاں جا رہے ہو۔“ اس مفلس اور
تلاش کو ایک پیالی چائے تو دیتے جاؤ۔“ عمران نے ہانگ لگاتے
ہوئے کہا۔

”صاف کیجئے۔“ میں خیرات بانٹ بیٹھا ہوں۔“ سلیمان نے
دروازے سے غائب ہوتے ہوئے جواب دیا اور عمران بے اختیار
لکڑا دیا۔

وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے چند لمحوں کچھ سوچتا رہا اور پھر

اس نے میز پر پڑا ہوا ٹیلیفون اپنی جانب کھسکا لیا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

”ٹائیگر سپیکنگ“ — رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنانی دے

”عمران سپیکنگ“ — عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”جناب“ — ٹائیگر کا لہجہ مودبانہ تھا۔

”ٹائیگر“ — تم نے مس شوگی کو دیکھا ہوا ہے — وہی غیر ملکی لڑکی جس نے راضی کی سالگرہ میں شرکت کی تھی — عمران نے پوچھا۔

”ہاں جناب — اچھی طرح دیکھا ہوا ہے“ — ٹائیگر نے جواب دیا۔

”تم نے اسے تلاش کرنا ہے — بولے شہر میں اسے تلاش کرو۔ جہاں بھی نظر آجائے اس کی نگرانی کرو“ — عمران نے کہا۔

”جناب اسے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں — میں نے اس کا ٹھکانہ دیکھا ہوا ہے“ — ٹائیگر نے جواب دیا۔

”ٹھکانہ دیکھا ہوا ہے — کیا مطلب“ — عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کل شام میں اتفاق سے ایک دوست کو ملنے گیا تو میں نے مس شوگی کو ایک چھوٹی سی کار میں بیٹھے بوستان کالونی کی ایک کوٹھی میں داخل ہونے دیکھا تھا“ — ٹائیگر نے جواب دیا۔

”دیری گڈ نیوز — کونسی کوٹھی ہے وہ“ — عمران نے چپکے ہوئے پوچھا۔ داتنی اسس اطلاع پر اسے خوشی ہوئی تھی کم از کم ایک لائن آف

ن تو مل گئی تھی۔

”بوستان کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ ہے — باہر کسی ڈاکٹر کی نیم پلیٹ بڑھے“ — ٹائیگر نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے — تم اس کوٹھی میں داخل ہو کر حالات کا جائزہ لو اور پھر رپورٹ کرو — مگر کام انتہائی ہوشیاری سے ہونا چاہیئے۔ پہلے کی

ٹائیک انارٹی کے قابو میں نہ آنا“ — عمران نے قدمے سخت لہجے میں کہا۔

”اوہ — عمران صاحب — وہ بس اتفاق ہی تھا۔ آپ بے فکر رہیں اپنی طرح احتیاط کروں گا“ — ٹائیگر نے شرمندہ سے لہجے میں جواب دیا۔

”ارے“ — عمران نے کہا اور ریسیدور رکھ دیا۔ اسی لمحے سلیمان نے کی پیالی لاکر عمران کے سامنے رکھ دی۔

”یہ ٹھنڈی ہو گئی تو اور نہیں ملے گی“ — سلیمان نے دھکی یتے ہوئے کہا۔

”اور اگر پہلے ہی ٹھنڈی ہوئی تو تم ملازمت سے درخواست“ —

ان نے پیالی اٹھا کر منہ سے لگاتے ہوئے کہا۔

”ارے — ارے — کیا کہہ رہے ہیں — سونج سمجھ کر بات بنے — پہلے چارج شیڈ دیکھتے — اس کا جواب لیجئے۔ پھر

رائی آفیسر مقرر ہوگا۔ پھر آپ مجھے درخواست کریں گے تو میں لیبر کورٹ ہاؤس گا اور وہاں سے معہ سابقہ مراعات کے بحال ہو کر آجاؤں گا۔

بیرے وکیل کا خوچہ جی آپ کو دینا پڑے گا“ — سلیمان نے اپنے قانونی فن جتاتے ہوئے کہا۔

”ارے توہ — جب تم نے بحال ہو کر ہی آنا ہے تو بھی میں اپنا

فیصلہ واپس لیتا ہوں۔ چائے کی جگہ شربت پی لوں گا مگر یہ عدالتوں کے چکر مجھ سے نہیں کاٹے جاتے۔“ عمران نے فوراً ہی اپنا فیصلہ واپس لیتے ہوئے کہا اور سیماں مسکراتا ہوا واپس مڑ گیا۔

عمران نے چائے کی پیالی حتم کی اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ واپس آیا تو اس کے جسم پر غنڈوں کا مخصوص لباس تھا اور چہرے پر میک اپ بھی کسی خطرناک غنڈے جیسا تھا۔ پورا چہرہ زخموں کے نشان سے بھرا ہوا تھا۔ گلے میں سرخ زماں کو کانٹھ دیتے ہوئے عمران تیزی سے فلیٹ سے باہر آ گیا۔

وہ دل ہی دل میں ایک فیصلہ کر چکا تھا۔ ایک عجیب و غریب فیصلہ اور اسے یقین تھا کہ اگر اس کا منصوبہ کامیاب رہا تو وہ وہی گینگ کی سربراہ مادام دی پر آسانی سے ہاتھ ڈال سکے گا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں ایک میز اور اس کے گرد چار پانچ رسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ میز کے درمیان میں موجود ایک بڑی کرسی پر ایک جوان عورت موجود تھی۔ اس کا جسم انتہائی سڈول اور پُر شباب تھا۔ چہرے بے صومیت کے پر تو نمایاں تھے۔ البتہ آنکھوں میں پُر اسرار اور وحشیانہ قسم ہانک تھی۔ ایسی چمک کہ کوئی شخص زیادہ دیر تک اس کی طرف غور سے نہ دیکھ سکتا تھا۔

میز کے دوسری طرف مارکس بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی جیکے چہرے پر بے پناہ زردی تھی۔
”مارکس — یہ بہت بُرا ہوا کہ سیکرٹ سر دس ہمارے ہاتھ سے نکلنے میں کامیاب ہو گئی۔ اب وہ پوری طرح چوکے ہو گئے ہوں گے۔“
ان عورت نے سخت لمبے میں کہا۔

”مادام — اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں نے تو ایسا غلام کیا تھا کہ پوری سیکرٹ سر دس بھیکے چوہوں کی طرح میرے جال میں سی جلی گئی۔ ان کے چیت کو بھی میں نے کرسی پر اچھی طرح جکڑ دیا تھا اور انہوں کی حفاظت کے لئے آپریشن روم میں چھوڑا تھا۔ اب مجھے

ایپریشن سیل کے انچارج بارٹلے کو یہاں بلا لیا ہے۔ اس وقت شوگی بھی وہیں ہے۔ بارٹلے نے میری اجازت سے فی الحال کوٹھڑی کی نگرانی کے لئے چند غنڈے بھرتی کئے ہیں۔ مگر میرا خیال ہے سیکرٹ سروس کی نگرانی کے لئے ہمیں غنڈوں کی بجائے خصوصی صلاحیتیں رکھنے والے افراد کی ضرورت ہوگی۔“ مادام نے جواب دیا۔

”ہاں۔۔۔ سیکرٹ سروس عام غنڈوں کے بس کی نہیں ہے۔ اور خصوصی صلاحیتوں کے مالک افراد کے لئے ہمیں یہاں کے مافیا کے سربراہ جیسے بروکر سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا۔“ مارکس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”جیسے بروکر۔“ مادام دی نے چونک کر کہا۔

”ہاں مادام۔۔۔ بس اتفاق سے میری اس سے ملاقات ہو گئی تھی۔ دی گینگ میں آنے سے پہلے بروکر اور میں اکٹھے ہی مافیا میں کام کرتے تھے۔“ مارکس نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ تم نے بڑی مفید بات بتائی ہے۔ مافیا کے آدمی یقیناً اس کام میں ماہر ہوں گے۔ البتہ ہم اس مشن کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔۔۔ مافیا کے کارکن ہمیں سیکرٹ سروس کے بارے میں اطلاعات فراہم کریں جبکہ مقامی غنڈوں کی مدد سے انہیں ہلاک کر لیا جائے۔“ اس طرح حالات پر ہمیں کنٹرول رہے گا۔“ مادام نے کہا۔

”آپ کی تجویز بالکل درست ہے مادام۔۔۔ آپ بارٹلے کو کہیں کہ وہ یہاں کے کسی بااثر غنڈے کی مدد سے چند پٹریہ ورقاتوں کی امداد حاصل

کیا معلوم تھا کہ وہ چیف آزاد کیسے ہو گیا۔ اس کے باوجود میں نے اس کا بھروار مقابلہ کیا۔۔۔ بس یہ اس کی خوشی قسمتی تھی کہ اچانک میرا سر ایک مشین کے کونے سے ٹکرا گیا اور اس کے بعد مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔“ مارکس نے بچے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ بس اسے اپنی بد قسمتی ہی کہہ سکتے ہیں۔ بہر حال اب ہمیں پہلے پوری قوت سے سیکرٹ سروس سے ٹکرانا پڑے گا۔ اس کے بعد ہی ہم مشن کو آگے بڑھانے کے متعلق سوچ سکتے ہیں۔“ مادام نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”مادام۔۔۔ ہمیں ان کے فلیڈوں کے پتے معلوم ہیں۔ ان کے ہیڈ کوارٹر کو بھی ہم نے دیکھ لیا ہے۔ میرا خیال ہے۔ ہمیں بغیر کوئی رتہ ضائع کئے ان پر حملہ کر دینا چاہیے۔“ مارکس نے کہا۔

”تم بڑے احمق ہو مارکس۔ کیا اب وہ وہاں ہمارے حملے کے انتظار میں بیٹھے ہوں گے۔ اور پھر اتنی جگہوں پر حملے کے لئے ہتھ بے آدمی چاہئیں۔“ مادام دی نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ یہ بات تو ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم یہاں کے مقامی غنڈوں کی عارضی طور پر خدمات حاصل کریں اور انہیں ان فلیڈوں کی نگرانی پر مقرر کر دیں۔ پھر جیسے ہی ہمیں ان کے متعلق علم ہو ہم ان غنڈوں کی مدد سے انہیں ہلاک کر دیں۔“ مارکس نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ ایسا ممکن تو ہے۔ مگر ہماری تنظیم نے کبھی مقامی غنڈوں کی حمایت حاصل نہیں کی تھی اب مجبور ہی ہے۔ اس لئے میں نے

کرے اور مجھے آپ اجازت دیں تو میں جیسے بروکر سے بات کرتا ہوں۔
مارکس نے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ مادام کوئی جواب دیتی۔ اچانک میز پر پڑا
ہوا ٹرانسمیٹر جاگ اٹھا اور اس میں سے ہلکی ہلکی سیٹی کی آواز بلند ہونے
لگی۔

مادام نے بڑی پھرتی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

”بارٹلے پیکنگ مادام — اور —“ بٹن دیتے ہی دوسری طرف
سے بارٹلے کی کرخت آواز ابھری۔

”کیس — مادام وی پیکنگ — اور —“ مادام نے بچے
کو کرخت بناتے ہوئے کہا۔

”مادام — مجھے ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ پرنس آف ڈھمپ
صحت یاب ہو کر ہسپتال سے چلا گیا ہے — اور —“ بارٹلے نے
کہا۔

”کیا کہہ رہے ہو — پرنس آف ڈھمپ ٹھیک ہو گیا ہے —
یہ کیسے ہو سکتا ہے — اور —“ مادام وی خلق کے بل پیچھ اٹھی۔

”میں درست کہہ رہا ہوں مادام — آپ کے حکم پر میں نے تمام
ہسپتالوں میں چھان بین کرائی ہے — اسے پیشینہ سردسز ہسپتال میں
داخل کرایا گیا تھا۔ وہاں کے ڈاکٹر تو اس کے علاج سے مایوس ہو
گئے تھے۔ مگر اتفاق سے زہروں کے بین الاقوامی ماہر ڈاکٹر موسلی یہاں
آئے ہوئے تھے — انہوں نے پرنس آف ڈھمپ کا علاج کیا اور
وہ صحت یاب ہو گیا — اور یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ یہاں کے

بڑی وزارت خارجہ سر سلطان نے پرنس آف ڈھمپ کے علاج
خصوصی دلچسپی لی۔ ڈاکٹر موسلی سے بھی انہوں نے کنکٹ کیا تھا۔
” — بارٹلے نے جواب دیا۔

”اوہ — اس کا مطلب ہے — پرنس سیکرٹ سروس میں کوئی
شخصیت بنے۔ اسی لئے وزارت خارجہ کے سیکرٹری اس کے علاج
اس قدر دلچسپی لے رہے تھے — اور —“ مادام نے کچھ
چتے ہوئے کہا۔

”آپ اگر حکم کریں تو میں اس پرنس کو تلاش کروں — اور —“
بارٹلے نے پوچھا۔

”نہیں — یہ کام ہو جائے گا — تمہارے ذمہ ایک اور کام
ہے — تم یہاں کے کسی بااثر غنڈے سے رابطہ قائم کرو اور چن
برترین پیشہ ور قاتلوں کو کرایہ پر حاصل کرو اور میری مزید ہدایات کا انتظام
رو — اور —“ مادام وی نے کہا۔

”بہتر مادام — میں آج ہی سے کوشش شروع کر دیتا ہوں
اور —“ بارٹلے نے جواب دیا۔

”اور سنو — شوگی کا میک اپ کر کے اسے شہر بھیج دو۔ وہ کسی
دہلی میں رہے اور اس کے ذمے پرنس آف ڈھمپ کو تلاش کرنا ہے۔
جیسے ہی اسے پرنس آف ڈھمپ نظر آئے وہ تمہیں اطلاع کر دے اور جیسے
یہ تمہیں اطلاع ملے۔ تمہارے ذمے کام یہ ہو گا کہ تم اسے فوراً ہلاک کر دو
اور —“ مادام وی نے کہا۔

”ٹھیک ہے مادام — ایسا ہی ہو گا —“ بارٹلے نے جواب دیا۔

”اور اینڈ آل“ — مادام نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسپیر کا بیٹن آف کر دیا۔

”پرنس بیچ گیا مارکس — نہ جانے کیا بات ہے کہ اس ملک میں ہر کام الٹا ہی ہو رہا ہے“ — مادام نے سخت لہجے میں کہا۔

”کیا کہہ سکتا ہوں مادام — اب آپ خود ہی سوچیں کہ یوکار کا علاج آج تک تلاش نہیں کیا جاسکا۔ البتہ ڈاکٹر موسیٰ کے بارے میں کہا نہیں جاسکتا — میں نے اس کی شہرت سنی ہوئی ہے ہو سکتا ہے اس نے زہر کا علاج تلاش کر لیا ہو“ — مارکس نے جواب دیا۔

”علاج تلاش کر لیا ہے — تبھی تو پرنس بیچ گیا ہے نہ“ — مادام نے پہلے سے بھی زیادہ تلخ لہجے میں کہا۔

”مادام — مجھے ایک اور خیال آیا ہے — پرنس کے بیچ جانے سے ہمارا اصل منصوبہ بھی منظر عام پر آسکتا ہے کیونکہ مس شوگی نے راضی کے متعلق اسے بتا دیا تھا — اور مجھے یقین ہے کہ پرنس صحت یاب ہوتے ہی راضی کے سر ہوگا“ — مارکس نے کہا۔

”تمہارا خیال بالکل درست ہے — اور راضی ایک بار ان کے ہاتھ چڑھ گیا تو اصل منصوبہ بھی حکومت کی نظروں میں آجائے گا۔ اس نے راضی کی فوری موت لازمی ہو گئی ہے“ — مادام نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

”مگر مادام — راضی کی موت کے بعد ہمیں مشن کے لئے نئے سرے سے کام کرنا پڑے گا“ — مارکس نے کہا۔

”ہو جائے گا — راضی جیسے بے شمار طالب علم لیٹر مل جائیں گے“ — مادام نے کہا اور پھر اس نے ٹرانسپیر کا بیٹن آن کر دیا۔ چند لمحے بعد ہی دوسری طرف سے بارٹلے کی آواز گونجی۔

”ایس بارٹلے سپیکنگ — اور“ —

”مادام وی بول رہی ہوں — سنو بارٹلے — نیوٹاؤن کی کوٹھی نمبر ۱۰۱ — رہ ایف میں ایک طالب علم راضی رہتا ہے — شوگی سے اس کا رابطہ پوچھ لینا — جس قدر جلد ممکن ہو سکے اسے موت کے گھاٹ دو — اس کام میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ اور“ —

”م نے کہا۔

”بہتر مادام — میں ابھی دباں جاتا ہوں — جیسے ہی وہ مجھے ملا س کی روح جسم سے پرواز کر جائے گی — اور“ — بارٹلے نے بے پرسکون لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ کام کر کے مجھے فوری رپورٹ دو — اور“ — مادام نے کہا۔

”اوہ کے مادام — اور“ — بارٹلے نے جواب دیا۔

”اور اینڈ آل“ — مادام نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسپیر کا بیٹن آف کر دیا۔

”مارکس اب تم فوری طور پر جیمس بروکر سے رابطہ قائم کرو اور اس سے دبی مانگو — میں جس قدر جلد ہو سکے سیکرٹ سروس کا خاتمہ چاہتی ہوں۔“ —

”م نے مارکس سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بہتر مادام — میں ابھی جاتا ہوں — مجھے معلوم ہے کہ اس کی تلاش ڈائن ہوٹل میں ہے — مجھے یقین ہے کہ میں کامیاب لوٹوں گا۔“

مارکس نے جواب دیا۔

”اور سنو — میک اپ کر کے جانا۔ کیونکہ نہ صرف سیکرٹ سروسز چیف نے تمہیں اچھی طرح دیکھ لیا ہے بلکہ سیکرٹ سروس کے تمام ممبران بھی دیکھ رہے ہیں۔“ مادام نے کہا۔

”ٹھیک ہے مادام — ایسا ہی ہوگا — مجھے خود احساس ہے مارکس نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

مارکس کے باہر جانے کے کچھ دیر بعد تک مادام آنکھیں بند کر کے بیٹھی رہی۔ پھر اچانک اسے ایک خیال آگیا کہ اگر وزارت خارجہ کے یک سر سلطان کو قباویں کر لیا جائے تو مسئلہ کچھ زیادہ ہی آسانی سے حل ہو رہا ہے۔

مادام کو اپنے شباب اور صلاحیتوں پر پورا اعتماد تھا کہ سر سلطان کتنا ہی بوڑھا اور سنجیدہ آدمی ہوا۔ وہ اسے اپنے دام میں لے ہی آگئی۔ چنانچہ فیصلہ کرتے ہی وہ تیزی سے اٹھی اور ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

اس نے آج ہی اخبار میں پڑھا تھا کہ وزارت خارجہ کے سیکرٹری سر سلطان کی زیر صدارت ایک تقریب ہوٹل مالابار میں ہو رہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ لباس تبدیل کر کے باہر آئی تو واقعی اس کا شمار اچھوں اچھوں کو چیت کر دینے کے قابل تھا۔

ٹائیکسٹو عمان سے ہدایت ملے ہی موٹر سائیکل اٹھا کر تیزی سے ان کا لونی کی طرف چل پڑا۔ اس نے حسب دستور سمیت لباس پہن رکھا تھا۔

پرسے پر کچھ زیادہ ہی جوش پھیلا ہوا تھا۔ راضی کے سلسلے میں اسے جو ناکامی ہوئی تھی اور جس کا طعنہ عمان نے دیا

وہ اس ناکامی کا داغ دھونا چاہتا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک مسلسل سفر کرنے کے بعد وہ بوستان کا لونی میں لہو گیا۔ اسے کوٹھی اچھی طرح یاد تھی جس میں اس نے شوگی کو داخل ہوتا دیکھا تھا۔

اس وقت شام کا اندھیرا پھیلتا چلا جا رہا تھا اور ٹائیکسٹو نے رات بونے کا غار کرنا مناسب سمجھا۔ چنانچہ اس کوٹھی کے گرد ایک چکر لگا کر وہ کا لونی کی بیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں ایک چھوٹا سا کیفے موجود تھا۔ ٹائیکسٹو نے کیفے کے وازے پر موٹر سائیکل روکی اور پھر دروازے کے قریب ہی ایک خالی میز کی طرف بڑھ گیا۔ ویٹر کو اس نے کافی لانے کے لئے کہا۔ اس کی نظریں دروازے سے باہر نظر کرنے والی کوٹھی غریبہ کے گیسٹ پر جمی ہوئی تھیں۔ یہ وہی کوٹھی تھی جس میں اس نے شوگی کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

ابھی وہ کافی پی رہا تھا کہ اچانک اس نے کوٹھی کا پھانک کھلے دیکھا دوسرے لمحے ایک ہلکے نیلے رنگ کی کار کوٹھی سے باہر آئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک توی بیگل نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے باہر نکل کر کار کا رخ موڑا اور مخالف سمت میں اس کی کار بڑھتی چلی گئی۔ اس کی کار باہر نکلتے ہی پچانک خود بند ہو گیا۔

ٹائیگر نے کار کے فہر زمین میں محفوظ کر لئے اور اطمینان سے بیٹھا کافی کچکا لیتا رہا۔ جب اسے وہاں بیٹھے ہوئے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا تو اس نے اٹھ کر فیصلہ کیا مگر دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ وہی کار ایک بار پھر پھانک پر آکر رکھ گئی۔ مخصوص انداز میں تین بار مارن بجایا گیا۔ اور پھر پھانک کھلتے ہی کار اندر چلی گئی اور پھانک بند ہو گیا۔

ٹائیگر نے ایک طویل سانس لیا اور پھر اٹھ کر کاندنٹر پر کافی کی چار پیالیاں رقم ادا کی۔ ویٹر کو چند سکے ٹپ کئے اور کیفے سے باہر آ گیا۔

اس نے موٹر سائیکل شارٹ کی اور آگے بڑھ گیا۔ پوری کالونی کا راونڈ ٹرن کر وہ اس کوٹھی کے عقب میں پہنچ گیا اس نے ایک گھنے درخت کے تنے کے ساتھ موٹر سائیکل کھڑا کر کے اسے لٹک کیا اور پیدل چلتا ہوا کوٹھی کی دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کوٹھی کی دیوار خاصی بلند تھی اور دیوار کے اوپر بجلی کی دو تاریں نصب تھیں۔ ٹائیگر سمجھ گیا کہ ان تاروں میں کرنٹ دوڑ رہا ہو گا۔ بہر حال وہ اس کا تڑپا جانتا تھا۔ اس لئے دیوار کے پاس پہنچ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے لئے نائیلون کی رسی کا ایک گچھا اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس رسی میں جگہ جگہ گٹھنیں سی بنی ہوئی تھیں۔ ٹائیگر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اس کا وہ سرا دیوار کے سرے کی طرف پھینکا جس کے ساتھ ایک فولادی آنکڑہ لگا ہوا تھا۔ آنکڑہ دیوار

دوسری طرف جا کر پھنس گیا اور رسی من گئی۔ ٹائیگر نے زور لگا کر اس کی دھڑکی کا اندازہ کیا اور پھر رسی کے سہارے تیزی سے دیوار پر چڑھنے لگا۔ جیسے اس کے ہاتھ دیوار کے سرے پر جمے۔ اس نے اپنے جسم کو ایک مخصوص انداز اور ٹائیگر پیروں کے بل کوٹھی کے پائس باغ میں جا کر ا۔ جیسے ہی اس کے پیر زمین سے ٹکے اس نے تیزی سے اپنے آپ کو اچھالا اور پھر ایک بار ٹھکے پھپھ گیا۔ عمارت کی عقبی سمت تیز روشنی پھینکنے والا ایک بلب جل رہا تھا اس کی وجہ سے تمام ماحول روشن ہو گیا تھا۔ ٹائیگر چند لمحے باڑھ کے پیچھے خاموش بیٹھا آہٹ لیتا رہا۔ اسے سب سے زیادہ خطرہ کتوں کی طرف سے تھا۔ مگر جب کوئی رد عمل ظاہر نہ ہوا تو وہ اس کے پیچھے سے نکل کر عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ عمارت کی عقبی سمت لڑا ایسا پائپ یا کھڑکی نہ تھی جس کے ذریعے وہ چھت پر جاتا۔ اس لئے اس نے سامنے کے رخ سے اندر داخل ہونے کا فیصلہ کیا۔ اور پھر وہ بے قدموں

موجود تھی جس پر ٹائیسگر نے شوگی کو آتے دیکھا تھا۔ وہ عورت اس کار کے طرف بڑھی۔

”مس شوگی — آپ ہوٹل میں کمرہ لینے کے بعد مجھ سے رابطہ ضرور قائم رکھیں — اور دوسری بات یہ کہ جیسے ہی پرنس آف ڈیوٹپ لفورڈ ملے آئے۔ آپ نے براہ راست کوئی قدم نہیں اٹھانا بلکہ فوری طور پر مجھے اطلاع دینی ہے۔“ اچانک برآمدے میں سے ایک کمرخت آواز سنانی دی اور پھر ٹائیسگر نے اسی قوی بیگل غیر ملکی نوجوان کو برآمدے سے اتار کر اس عورت کی طرف بڑھتے دیکھا۔ یہ آواز اسی مرد کی تھی۔

”ٹھیک ہے بارٹلے — میں ایسا ہی کروں گی۔“ اس عورت نے جو یقیناً شوگی ہی تھی مگر اس نے میک اپ کر رکھا تھا، کار کا دروازہ کھولتے ہوئے جواب دیا۔

”او۔ کے۔ — دوش یو گڈ ٹک۔“ بارٹلے نے ہاتھ ہلاتے ہوئے اور شوگی تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ دوسرے لمحے اس نے گاڑی اور کار کا رُخ پھانک کی طرف موڑ دیا۔ پھانک کے قریب ایک اور مسلح نوجوان تھا اس نے پھانک کھول دیا اور شوگی کی کار پھانک سے باہر نکلتی چلی گئی۔

”سنو۔ رات کو انتہائی احتیاط سے پہرہ دینا ہے۔ خاص طور پر عقبی سمت میں بھی خیال رکھنا۔ میں کل کتوں کا بندوبست کر لوں گا۔“

بارٹلے نے پہرہ داروں سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بہتر حجاب۔“ پرنس کے داروں نے موڈ بانہ لہجے میں کہا۔

اور ٹائیسگر نے سن کر تیزی سے واپس مڑا اور پھر پنچوں کے بل دوڑتا ہوا اٹھ دیوار کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کا مقصد پورا ہو گیا تھا۔ اس نے اب مزید کچھ

بھی نہ کر رہنا بے سود تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اب پہرے دار باقاعدگی کے ساتھ عقبی سمت کا راز نو کریں گے اور وہ ان کے دہانے سے قبل ہی کوٹھی سے باہر نکل جانا چاہتا تھا۔

دیوار کے قریب پہنچ کر اس نے اچھل کر دیوار میں بیویست وہ آنکھوں سے نکالا اور بجلی کی سی تیزی سے رسی لیٹنی شروع کر دی۔ رسی لیٹ کر اس نے آنکھوں سے دالے سرے کو دوبارہ باہر کی طرف اچھال دیا۔ اور پھر جیسے ہی رسی تہی۔ اس نے رسی کے ذریعے دیوار پر چڑھنا شروع کر دیا۔ اور دیوار کے سرے پر ہاتھ جما۔ تھے ہی اس نے وہی پہلے والا عمل دہرایا اور اس کا جسم قلابازی کھا کر دیوار کی دوسری طرف چلا گیا۔

سڑک پر پیرینگے ہی ٹائیسگر اچھلا اور پھر اس نے ایک بار پھر اچھل کر آنکھوں کو نکال کر رسی لیٹنی شروع کر دی۔ چند لمحوں بعد رسی کا گچھا اس کی جیب میں پہنچ گیا۔ اور وہ تیزی سے اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ شوگی کی کار کو دلوں سے گئے ہوئے کافی دیر ہو گئی ہے مگر اسے یقین تھا کہ وہ اسے تلاش کر لے گا۔ کیونکہ بارٹلے کے مطابق شوگی نے کسی ہوٹل میں ہی قیام کرنا تھا۔

پنچا پنچ چند لمحوں بعد اس کی موٹر سائیکل شہر کی طرف اڑی جلی جا رہی تھی۔ اور پھر اس نے شہر کے اچھے ہوٹلوں کی پارکنگ چیک کرنی شروع کر دی۔ اور تیسرے ہوٹل کی پارکنگ میں اسے شوگی کی کار کھڑی ہوئی نظر آگئی۔ ٹائیسگر نے اپنی موٹر سائیکل ایک طرف رکی۔ اور تیزی سے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ہال میں اس وقت خاموشی گہما گہمی تھی مگر وہ سیدھا کاونٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

لاگیا۔ اس نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ اور ایک نظر اندر کا جائزہ لینے کے بعد
وہ بھی باہر نکل آیا۔ اس نے کمرہ لاک کیا اور تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ وہ
لوگی کو نگاہ میں رکھنا چاہتا تھا۔

جب وہ لفٹ کے ذریعے بال میں پہنچا تو اس نے یہ دیکھ کر ایک طویل
مانس لی کہ شوگی بال میں ایک میز پر اکیلی بیٹھی ہوئی تھی اور ایک دیڑھ اس کے
مانسے کھانے کے برتن رکھ رہی تھی۔

ٹائیکر بھی خاموشی سے ایک خالی میز کی طرف بڑھ گیا۔ اب ظاہر ہے
وہ بھی کھانا کھانے کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا۔ اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ
کھانا کھانے کے بعد عمران کو اس بارے میں رپورٹ کرے گا۔

”فرمائیے“ — کاؤنٹر گزل نے کاروباری انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا
”ایک سنگل روم چاہیئے۔“ ٹائیکر نے بھی جواب میں مسکراتے ہوئے
کہا۔

”دوسری منزل پر کمرہ نمبر بارہ خالی ہے — کرایہ ایک سو روپے روزانہ
کاؤنٹر گزل نے کی بورڈ پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے — فی الحال دو روز کے لئے بک کر دو۔“ ٹائیکر نے
کہا اور جیب سے سو سو کے دو نوٹ نکال کر کاؤنٹر پر رکھ دیئے۔ کاؤنٹر گزل
نے نوٹ اٹھا کر دراز میں ڈالے اور پچلے خانے سے رجسٹر نکال کر کاؤنٹر پر
رکھا اور اسے کھول کر ٹائیکر کی طرف بڑھا دیا۔

”اس پر اپنا نام وپتہ لکھ دیجئے“ — کاؤنٹر گزل نے بال پوائنٹ
ٹائیکر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

اور ٹائیکر نے اپنا نام وپتہ لکھنے سے پہلے اوپر والے خانے پر نظریں
دوڑائیں۔ اسے یقین تھا کہ مس شوگی کے بعد وہی کمرہ لے رہا ہو گا۔ اس خانے
میں مس شاملی لکھا ہوا تھا اور اس کا کمرہ بھی دوسری منزل پر تھا۔ کمرے کا نمبر
انہیں تھا۔

ٹائیکر نے اپنا فرضی نام وپتہ لکھ کر اپنے دستخط کئے اور پھر کاؤنٹر گزل سے
کمرے کی چابی لے کر وہ لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ جیسے ہی لفٹ دوسری منزل پر
رکی وہ تیزی سے آگے بڑھا۔

اسی لمحے اس نے شوگی کو کمرہ نمبر انیس سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔
شوگی نے ایک اچھٹی نظر ٹائیکر پر ڈالی اور پھر اپنے کمرے کو لاک کر کے لفٹ
کی طرف بڑھ گئی۔ ٹائیکر اس کی طرف توجہ کئے بغیر اپنے کمرے کی طرف بڑھا

فنی اور عمران جانتا تھا کہ غیر ملکی ملزم کسی غیر ملکی پر مقامی کی نسبت زیادہ اعتماد کر سکتے ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ اس نے مارٹن کنگ سے ملکر اگر اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ یوں تو مارٹن جیسے غنڈے سے اکیلے ٹکرائنا اور وہ بھی ایسی حالت میں جبکہ وہ ابھی اسپتال سے فارغ ہو کر آیا ہو بلکہ دوسرے لفظوں میں موت کے منہ سے نکلا ہو، ایک حماقت آمیز اقدام محسوس ہوتا تھا مگر ظاہر ہے فیصلہ کرنے والا عمران تھا۔ انتہائی عجیب و غریب شخصیت چنانچہ اس نے آرام کرنے کی بجائے ایک انتہائی کٹھن کام کا فیصلہ کر لیا تھا اور ویسے بھی عمران اپنے آپ کو بالکل چاک و چوبند محسوس کر رہا تھا۔ اس کے ذہن پر چھائی ہوئی نیمبرے ہوشی کی کیفیت سیکرٹ سروس کے موت کے منہ میں جانے کا سن کر ہی یکدم کا فور ہو گئی تھی۔

عمران نے ٹیکسی روکی اور پھر اسے ٹاپ ہلز ہوٹل کی طرف چلنے کے لئے کہا ڈرائیور نے ایک نظر عمران کے چہرے پر ڈالی اور دوسرے لمحے سہم کر ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

عمران کا چہرہ واقعی اتنا خوفناک تھا کہ اس کو دیکھتے ہی عام آدمی کو پھر یہی سی آجاتی تھی۔

”گھر اؤ موت — پورا کرایہ دوں گا“ — عمران نے غراتے ہوئے کہا اس نے ٹیکسی ڈرائیور کی جھجک محسوس کر لی تھی۔

”مم — مہربانی جناب — میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں“ — ٹیکسی ڈرائیور نے دانت دکھاتے ہوئے کہا۔

”تو بڑے بچے پیدا کیا کرو ناں — کیوں چھوٹے پیدا کرتے ہو“

عمران غنڈے کے میک اپ میں اپنے فلیٹ سے نکلا تو اس نے بیدھا ٹاپ ہلز ہوٹل کا رخ کیا۔

ٹاپ ہلز ہوٹل دراصل دارالحکومت سے بیس میل دور ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع تھا۔ اس ہوٹل کا مالک ایک شخص مارٹن تھا۔ جسے مارٹن کنگ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ وہ نامی گرامی غنڈہ ہونے کے ساتھ ساتھ منشیات کا بہت بڑا سمگلر تھا۔ اس کے علاوہ اس کے پاس غنڈوں کی ایک ایسی فوج تھی جو کرائے پر لوگوں کے ٹاجرانہ کام کرتے تھے۔

یہ ہوٹل ابھی حال ہی میں کھولا گیا تھا اور عمران نے اس بارے میں کئی باتیں سن رکھی تھیں مگر مصروفیت کی وجہ سے وہ کبھی اس طرف نہیں جاسکا تھا۔ آج فلیٹ میں بیٹھے بیٹھے اسے خیال آگیا کہ مادام دی گینگ، آج تک قتل و غارت میں براہ راست ملوث نہیں ہوا مگر اب سیکرٹ سروس سے براہ راست مقابلے کی وجہ سے وہ یقیناً مقامی غنڈوں کی امداد حاصل کرنے کے بارے میں سوچیں گے اور عمران کے نقطہ نظر سے وہی گینگ نے اس بارے میں مارٹن کنگ کا انتخاب کرنا ہے کیونکہ ایسے کاموں میں مارٹن کنگ کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ اور پھر یہ کہ مارٹن غیر ملکی تھا جس نے اب یہاں کی شہریت اختیار کر رکھی

عمران نے اپنے مخصوص انداز میں کہا مگر لہجہ بدستور غنڈوں جیسا تھا۔
 ”جج۔۔۔۔۔ جی۔۔۔۔۔“ ڈرائیور سے کوئی بات نہ بن سکی تو وہ جی جی کر کے خاموش ہو گیا۔ ویسے بھی ڈرائیور اس خوفناک شکل والے غنڈے سے الجھنا نہ چاہتا تھا۔

”کیا جی۔۔۔ جی لگا رکھی ہے تم نے۔۔۔ ٹیکسی ڈرائیور ہو یا بیٹھکے پٹے ہو۔“ عمران بدستور اسے چھیڑ رہا تھا۔

”جناب اب آپ سے کیا بحث کروں۔“ ڈرائیور نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اچھا۔۔۔ تو تم بحث بھی کر لیتے ہو۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ لایہ پڑا۔۔۔ بحث کرو گے مجھ سے۔“ عمران نے لہجے کو اور زیادہ کرخت بناتے ہوئے کہا۔

”نہ۔۔۔ نہیں جناب۔۔۔ آپ کی مہربانی ہوگی۔۔۔ جو دے دیں گے لے لوں گا۔“ ٹیکسی ڈرائیور نے جان چھڑاتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔۔۔ دیکھوں گا۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور پھر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ٹاپ بند ہو گئی اور داخل ہو گئی۔ ڈرائیور نے مین گیٹ کے سامنے ٹیکسی روک دی۔

عمران دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ اس نے بڑی بے نیازی سے جیب سے ایک ہزار نوٹ نکالا اور ٹیکسی ڈرائیور کی طرف اچھال دیا اور خود تیزی سے مین گیٹ کی طرف مڑ گیا۔

ٹیکسی ڈرائیور ایک لمحے کے لئے پھٹی پھٹی آنکھوں سے بڑے نوٹ

دیکھتا رہا۔ اسے شاید یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ کوئی غنڈہ اتنا بڑا اور بے بطور لایہ دے سکتا ہے۔ اب تک اس کا تجربہ تو یہ ہی تھا کہ یہ غنڈے بہت رحم دل ہوں تو ٹیکسی ڈرائیور کو لوٹنے کی بجائے بس مفت سفر کر لیتے ہیں۔

بہر حال یہ حقیقت تھی اور ٹیکسی ڈرائیور نے دوسرے لمحے تیزی سے لایہ بھجوا دی۔ اسے ظہر تھا کہ کہیں اس غنڈے کا ارادہ نہ بدل جائے اور اب تک عمران مین گیٹ تک پہنچا ٹیکسی کمپاؤنڈ سے باہر جا چکی تھی۔

مین گیٹ پر ایک دربان موجود تھا جس نے بظاہر بڑی صاف ستھری درمی بن رکھی تھی مگر اس کا چہرہ دیکھ کر ہی اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ طبقہ ثنائیوں سے نہیں ہو سکتا۔

”فرمائیے۔“ دربان نے عمران کو مین گیٹ کی طرف بڑھتے دیکھ کر کرخت لہجے میں پوچھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ عمران کو اندر نہ جانے دے گا۔ مگر

”میرے لمحے عمران کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور ایک چٹاخ کی آواز سے برآمدہ گونج اٹھا۔

عمران کا پتھر دربان کے چہرے پر کچھ اتنی قوت سے پڑا تھا کہ وہ لحیم شمیم یان اچھل کر ودفٹ در درفش پر جا گرا تھا۔

عمران پتھر مار کر بڑی بے نیازی کے عالم میں دروازہ کھول کر ہال میں نل ہو گیا۔ ٹاپ بلز ہوٹل کا ہال دیکھ کر عمران کی آنکھوں میں حیرت کے اثرات پڑے۔ اس وسیع و عریض ہال کو انتہائی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ اس وقت

مقابلے طبقے کے افراد سے کچھ کچھ بھرا ہوا تھا۔ ہر طرف مترنم قبضے ابھر رہے۔ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہی تھی۔ خوبصورت اور نیم عمرائیں

ہال کی طرح ہال میں اڑتی پھر رہی تھیں۔

لے میں اس کا استقبال کرنے کے لئے غنڈے موجود ہوں گے۔
 "اے یہیں بلاؤ۔۔۔ اے کہو کہ راج نگر سے فیروز آیا ہے۔ سمجھے۔"
 نے پہلے سے زیادہ کرخشت لہجے میں کہا۔
 "اوہ۔۔۔ آپ کو شاید علم نہیں کہ باس کئی دنوں سے بیمار ہے۔ وہ چل
 میں سکتا۔ اس لئے مجبوری ہے۔ آپ کو اسکے کمرے میں جانا پڑے
 —۔۔۔ لحیم شمیم نوجوان نے بڑے طنز یہ انداز میں مسکراتے ہوئے
 پایا۔

"اچھا۔۔۔ یوں ہی سہی۔۔۔ مگر یاد رکھنا فیروز کے سامنے جھوٹ
 والا دوبارہ زبان چلانے کے قابل نہیں رہتا۔" — عمران نے کندھے
 نے ہوئے کہا۔

اور پھر تیزی سے اس راہداری کی طرف بڑھ گیا۔۔۔ جدھر اس نوجوان
 ہاتھ تھا۔

اُس کے کاؤنٹر سے بیٹھے ہی نوجوان نے ایک اور بین دیا۔ یہ اس بات
 ارہ تھا کہ شکار ان کی طرف آنے کے لئے چل پڑا ہے۔

نوجوان کو یقین تھا کہ اب یہ غنڈہ اپنے پیروں سے چل کر واپس نہ آ
 گا۔ اس لئے وہ بین دبا کر مطمئن ہو گیا تھا۔

عمران بچے تلے قدم اٹھاتا تیزی سے راہداری سے گزرتا ہوا اس کمرے کی
 بڑھتا چلا گیا۔ جس میں بقول کاؤنٹر کلرک کے مارٹن کنگ موجود تھا۔

زہ مبتد تھا۔ عمران نے پوری قوت سے دروازے پر دستک دی۔ دوسرے
 دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا اور ایک غنڈے کی شکل دکھائی دی۔

"کیا بات ہے۔" — اس نے کرخشت لہجے میں پوچھا۔ مگر دوسرے

ہال کے شمالی حصے میں ایک وسیع دویلیں کاؤنٹر بنا ہوا تھا جس کے پیچ
 ایک لمبا ترنگا نوجوان کھڑا تھا۔ اس کے دائیں بائیں دو خوبصورت لڑکیاں
 موجود تھیں جو گاہکوں سے نیٹ رہی تھیں جبکہ وہ لمبا ترنگا نوجوان وہاں کھڑ
 صرف ان کی نگرانی کر رہا تھا۔

عمران جیسے ہی ہال میں داخل ہوا۔ اس لمبے ترنگے نوجوان کی آنکھوں پر
 حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔ وہ بڑے غور سے عمران کو دیکھنے لگا۔ اسے تا
 یقین نہیں آ رہا تھا کہ دربان نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی ہے
 اس کا ہاتھ تیزی سے کاؤنٹر کے نیچے لگے ہوئے ایک بین کی طرف بڑھ گیا
 عمران ایک لمحے کے لئے ہال کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر تیزی سے کاؤنٹر کی
 طرف بڑھ گیا۔ اسی لمحے دربان تیزی سے دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اس کا ہ
 غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ مگر جیسے ہی وہ ہال میں داخل ہوا، کاؤنٹر پر کھڑے
 ہوئے نوجوان نے ہاتھ کے اشارے سے اسے باہر جانے کے لئے کہا "ا
 دربان خاموشی سے واپس مڑ گیا۔

عمران بڑے اطمینان سے چلتا ہوا کاؤنٹر پر پہنچا۔ لحیم شمیم نوجوان اسے
 بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"وہ مارٹن کنگ کا بچہ کہاں ملے گا۔" — عمران نے چیخے ہوئے غنڈو
 کے لہجے میں اس نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اس راہداری میں چلے جائیے۔ آخری کمرے میں باس موجود ہ
 گا۔" — لحیم شمیم نوجوان نے بڑے نرم لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا
 مگر عمران کو اس کی آنکھوں میں تیرتی ہوئی طنز یہ مسکراہٹ صاف نظر آ گئی۔
 عمران سمجھ گیا کہ وہ ہال میں کوئی ہنگامہ نہیں کرنا چاہتے۔ اسے یقین تھا کہ

لمحے عمران نے پوری قوت سے اس کے سر پر ٹھکرماری اور وہ غنڈہ چیخ مارا۔
 پیچھے الٹ گیا۔ اور عمران اچھل کر اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔
 جس میں چار غنڈے ایک میز کے گرد بیٹھے تاش کھیلنے میں مصروف تھے۔ دروازے

کھولنے والے غنڈے کی چیخ سن کر وہ بجلی کی سی تیزی سے اٹھے اور پھر عمران کے
 یوں اچھل کر اندر آتے دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹھک گئے۔ ان کے
 چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔ ٹھکرا کر گرنے والا غنڈہ بھی اب تیزی سے اُٹھ
 بیٹھا۔ اس لئے تمہارا نام جاکی کی بجائے کوچوان ہونا چاہیے۔
 ان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”خبردار۔۔۔ جس نے موت خریدنی ہے وہی آگے بڑھنے کی ہمت کر۔
 میری تم سے کوئی دشمنی نہیں۔۔۔ میں صرف مارٹن سے ملنا چاہتا ہوں۔“
 عمران نے بڑے کرخت لہجے میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”تم۔۔۔ تمہاری یہ جرات کہ تم ہمارے ہی کمرے میں آکر ہمیں لگا
 ایک غنڈے نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر سرخی آگ
 تھی۔

”تمہاری مرضی۔۔۔ اگر تم مرنا ہی چاہتے ہو تو تمہارا مقدر۔“
 نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھہرو جاکی۔۔۔ اسے میں سیدھا کرتا ہوں۔۔۔ تم اپنے ہاتھ
 تکلیف نہ دو۔“ ایک اور غنڈے نے آگے بڑھنے والے غنڈے
 سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں۔۔۔ اسے میں خود ٹھیک کر دوں گا۔۔۔ تم میں سے
 آگے نہ بڑھے۔ کہیں یہ نہ سوچے کہ اکیلے کو دیکھ کر سب ٹوٹ پڑ
 جاکی نے طنز یہ انداز میں کہا اور باقی غنڈے خاموشی سے پیچھے ہٹ

جیسے ہی جاکی ہوا میں اڑتا ہوا اس کے قریب آیا۔ عمران تیزی سے نیچے
 لگا۔ اور دوسرے لمحے وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور جاکی جو گھٹنا
 رٹے عمران کو ضرب لگانا چاہتا تھا۔ اچانک اچھل کر پوری قوت سے پھیلی
 بار سے ٹکرایا اور اس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ وہ کسی توپ کے
 لمبے کی طرح دیوار سے ٹکرایا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ بڑھا کر دیوار سے
 ہٹے آپ کو ٹکوانے سے بچانے کی کوشش کی تھی۔ مگر عمران نے اتنی قوت
 سے اسے اچھلا دیا تھا کہ وہ نہ چاہنے کے باوجود بھی نہ سنبھل سکا اور ایک
 دردار دھماکے سے اس کا سر سنگی دیوار سے ٹکرایا اور دوسرے لمحے وہ

ہاتھ پر ٹھیکے کر کے فرش پر آگرا۔ اس کی کھوپڑی دیوار سے ٹکرا کر کئی حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔ عمران نے مرکز اس کی طرف دیکھ کر زحمت بھی گوارا نہ کی۔

جا کی کے مرتے ہی باقی چاروں غنڈے ایک لمحے کے لئے سشدہ رہ گئے۔ مگر دوسرے لمحے وہ بیل اچھلے جیسے ان کے پیروں میں سپرنگ لگ گئے ہوں۔ ان کے چہرے غصے سے بکڑ گئے اور وہ تینوں اطراف سے تیز سے عمران کی طرف بڑھنے لگے۔

عمران بڑے اطمینان سے کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔ کمرہ چونکہ خاصا بڑا اس لئے عمران تک پہنچنے میں انہیں چند منٹ لگ ہی جاتے۔ چونکہ وہ چاروں خالی ہاتھ تھے اس لئے عمران نے بھی کوئی ہتھیار نکلنے کی کوشش نہ کی۔ وہ چاروں قدم بڑھاتے آگے چلے آئے۔ ان کے ہاتھ آگے کو اٹھے ہوئے تھے اور آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ عمران کے قریب آ کر ان چاروں بیک وقت عمران پر حملہ کر دیا۔

مگر جیسے ہی ان چاروں کے پنجے زمین سے اٹھے۔ عمران نے ایک نرم جھٹکا لگائی اور وہ ان کے سروں کے اوپر سے ہوتا ہوا دوسری طرف جا لگا ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ چاروں تیزی سے مڑے۔

مگر عمران کے دونوں ہاتھ حرکت میں آچکے تھے۔ عمران کا ایک ہاتھ پوری قوت سے ایک غنڈے کی گردن پر پڑا اور گردن کی ہڈی چٹھنے کی آواز مگرے میں گونج اٹھی جبکہ دوسرے ہاتھ کی ضرب دوسرے کی پسلیوں پر پوز قوت سے پڑی کہ وہ آواز نکالتا ہوا وہیں فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

دونوں ہی بے کار ہو چکے تھے۔ باقی دو اپنے ساتھیوں کا یہ حشر دیکھ کر اچھ

چے ہٹ گئے۔

اب ان کی آنکھوں میں الجھن کے تاثرات تھے اور پھر عمران نے ایک سانس لیا کیونکہ ان دونوں نے بجلی کی سی تیزی سے چاقو نکال لئے۔ ان کے چاقو بڑھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ چاقو کے استعمال میں مہارت ہیں۔ مگر عمران کے چہرے پر وہی سکون تھا۔ وہ دونوں ہاتھ پہلوؤں پر انہیں آگے بڑھتا دیکھ رہا تھا۔

وہ دونوں چاقو تھامے زخمی چیتے کے سے انداز میں آگے بڑھ رہے تھے یہ ہی وہ قریب آئے ان دونوں نے بیک وقت منہ سے خوفناک آوازیں لے لے ہوئے عمران پر حملہ کر دیا۔ دو اطراف سے چاقو بجلی کی سی تیزی سے ان کی طرف بڑھے۔

اس بار عمران کا بیج نکلنا ناممکن نظر آ رہا تھا۔ مگر جیسے ہی چاقو عمران کے قریب پہنچے عمران کے دونوں ہاتھ حرکت میں آئے اور دوسرے اس کے دونوں ہاتھ ان دونوں کی کلائیوں پر جم گئے اور اس کے ساتھ عمران نے اپنے جسم کو قدرے آگے کی طرف جھکاتے ہوئے اپنے دونوں دلوں کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور وہ دونوں چیخ مارتے ہوئے قلابازیاں مار کر عمران کے پیچھے فرش پر جا گرے۔ چاقو ان کے ہاتھوں سے نکل کر فرش جا گرے تھے۔ عمران جھٹکے سے مڑ گیا۔ وہ دونوں فرش پر پڑے اپنے غول کو بری طرح جھٹک رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں کے جوڑ کلائیوں سے بڑھ چکے تھے۔

”میں نے تو کہا تھا کہ میں صرف مارٹن سے ملنا چاہتا ہوں اور تمہارے ہاتھ کوئی دشمنی نہیں“ عمران نے بڑے سپارٹ لہجے میں انہیں دیکھتے

ہوئے کہا۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتے اچانک کمرے میں ایک آدمی گونجی۔

”گڈ شو مشر — تمہارے لڑنے کا انداز مجھے پسند آیا ہے — مارٹن بول رہا ہوں —“

”تو پھر اپنا جلوہ دکھاؤ نا — کیا خواجہ سراؤں کی طرح حرم سراہ دیکھے بیٹھے ہو“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ — خاصے جیالے ہو — درنہ مارٹن سے بات کرتے ہوئے اچھے اچھوں کو پسینہ آجاتا ہے“ — مارٹن کنگ کے لہجے میں تحسین تھی۔

”ان کے جسموں میں گرمی زیادہ ہوگی — میں تو بڑی ٹھنڈی طبیعت کا آدمی ہوں“ — عمران نے جواب دیا۔

”اوہ — کے — میرا آدمی تمہیں لینے کے لئے آرہا ہے — پیر اب اپنے اصول توڑ کر تم سے براہ راست ملاقات کروں گا“ — مارٹن کی آواز ابھری۔

اور اس کے ساتھ ہی ایسی آواز آئی جیسے کوئی سوپرچ آف کر دیا گیا ہو۔ عمران کی نظریں کمرے کے درمیان لگے ہوئے ایک چوکھٹے پر رک گئی جس سے نیلے رنگ کی ہلکی روشنی نکل رہی تھی۔ عمران سمجھ گیا کہ اسی الٹرا پلور روشنی کی مدد سے اس کمرے کا منظر مارٹن کنگ سکریں پر دیکھ رہا ہوگا۔

وہ خاموش کھڑا مارٹن کے آدمی کا انتظار کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد وہی لیم شیم کا وٹرمین کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں موجود غنڈوں کی حالت

را اس کے چہرے پر حیرت کے آثار پیدا ہو گئے

”گگ — کیا تم نے ہی ان کا یہ حشر کیا ہے“ — آنے والے لہجے میں حیرت کی وجہ سے لڑکھڑاہٹ آگئی تھی۔

”میں نے تمہیں ایک بات کہی تھی — یاد ہے تمہیں“ — عمران اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”گگ — کون سی بات“ — آنے والا عمران کے لہجے پر گہرا شاید — اتنے نامی غنڈوں کا حشر دیکھ کر اس پر غصہ غالب آگیا

”یہ کہ — میرے سامنے جھوٹ بولنے والا دوبارہ زبان ہلانے قابل نہیں رہتا“ — عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”مم — میں باس کے حکم سے مجبور تھا“ — آنے والے نے سندھ انداز میں دو قدم پیچھے ہٹے ہوئے کہا۔

”چلو — تمہاری مجبوری دیکھتے ہوئے معاف کر دیتا ہوں۔ اب مے مجھے مارٹن کے پاس لے چلو“ — عمران نے خوفزدہ دیکھتے نے اسے مزید ڈرانا چھوڑ دیا۔

”ہاں — آؤ — میں اسی لئے آیا ہوں“ — آنے والے کہا اور پھر وہ تیزی سے کمرے سے باہر آگیا۔ عمران بڑے اطمینان سے ہوا اس کے پیچھے کمرے سے باہر آگیا۔

کمرے میں موجود زنجی اسے بڑی کینہ توڑ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ بڑی انہوں نے کوئی حرکت کی اور نہ ہی وہ کچھ بولے۔

عمران اس کا وٹرمین کے پیچھے چلتا ہوا اسی راہداری کے ایک اور

مکھیں چہرے کی مناسبت سے چھوٹی
مکھیں کے بے شمار نشان تھے۔ اسکی چہرے کی مناسبت سے چھوٹی
مکھیں کے بے شمار نشان تھے۔ اسکی چہرے کی مناسبت سے چھوٹی
مکھیں کے بے شمار نشان تھے۔ اسکی چہرے کی مناسبت سے چھوٹی

اب سامنے ایک طویل راہداری تھی جس میں جگہ جگہ سٹین گنز سے
سلحہ انسداد بڑے چوکنے انداز میں کھڑے تھے۔

”اوہ — بڑا انتظام کر رکھا ہے تمہارے پاس نے“ — عمران

”میرا نام فیروز ہے۔ اور میں راج ٹنگ سے آیا ہوں۔“

عمران نے بڑے اطمینان سے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”مجھے حیرت ہے کہ تم جیسا جیالا راج ٹنگ میں موجود تھا اور مجھے اطلاع

نہیں دی گئی۔ بہر حال بتاؤ — تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے۔“

مارٹن نے کہا۔

”مجھے کام چاہیے۔ مگر یہ سن لو کہ کام کیا ہونا چاہیے۔ میں

کسی بین الاقوامی تنظیم سے منسلک ہونا چاہتا ہوں۔ ایسی تنظیم جس کے

ماتحت بہت وسیع ہوں۔ مگر کسی اچھی پوزیشن پر۔“ — عمران نے کہا۔

”اوہ — پردان تو بڑی اونچی ہے۔ مگر تم میں اتنا دم نظر

نہیں آتا۔“ — مارٹن نے بڑے طنز بہ انداز میں کہا۔

”مگر دوسرا لمحہ شاید اس کی زندگی کا سب سے حیرت انگیز لمحہ ثابت ہوا

کیونکہ عمران یوں کرسی سے اٹھلا جیسے کرسی کے گدے میں سے سپرنگ نکل

کمرے میں داخل ہوا۔ پھر کاؤنٹر میں نے کمرے کا دروازہ بند کر کے ایک
خفیہ مین دیبا اور کمرے کا فرش کسی لفٹ کی طرح نیچے اترتا چلا گیا۔ تقریباً
دس منٹ بعد جب فرسٹ سٹاک ہوا تو سامنے دیوار میں ایک دروازہ
کھل گیا۔

اب سامنے ایک طویل راہداری تھی جس میں جگہ جگہ سٹین گنز سے
سلحہ انسداد بڑے چوکنے انداز میں کھڑے تھے۔

”اوہ — بڑا انتظام کر رکھا ہے تمہارے پاس نے“ — عمران

”میرا نام فیروز ہے۔ اور میں راج ٹنگ سے آیا ہوں۔“

عمران نے بڑے اطمینان سے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”مجھے حیرت ہے کہ تم جیسا جیالا راج ٹنگ میں موجود تھا اور مجھے اطلاع

نہیں دی گئی۔ بہر حال بتاؤ — تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے۔“

مارٹن نے کہا۔

”مجھے کام چاہیے۔ مگر یہ سن لو کہ کام کیا ہونا چاہیے۔ میں

کسی بین الاقوامی تنظیم سے منسلک ہونا چاہتا ہوں۔ ایسی تنظیم جس کے

ماتحت بہت وسیع ہوں۔ مگر کسی اچھی پوزیشن پر۔“ — عمران نے کہا۔

”اوہ — پردان تو بڑی اونچی ہے۔ مگر تم میں اتنا دم نظر

نہیں آتا۔“ — مارٹن نے بڑے طنز بہ انداز میں کہا۔

”مگر دوسرا لمحہ شاید اس کی زندگی کا سب سے حیرت انگیز لمحہ ثابت ہوا

کیونکہ عمران یوں کرسی سے اٹھلا جیسے کرسی کے گدے میں سے سپرنگ نکل

آئے ہوں اور پلک جھپکنے میں وہ قلابازی کھاتا ہوا مارٹن کی کرسی کے پیچھے

پہنچ گیا۔

کمرے میں داخل ہوا۔ پھر کاؤنٹر میں نے کمرے کا دروازہ بند کر کے ایک
خفیہ مین دیبا اور کمرے کا فرش کسی لفٹ کی طرح نیچے اترتا چلا گیا۔ تقریباً
دس منٹ بعد جب فرسٹ سٹاک ہوا تو سامنے دیوار میں ایک دروازہ
کھل گیا۔

اب سامنے ایک طویل راہداری تھی جس میں جگہ جگہ سٹین گنز سے
سلحہ انسداد بڑے چوکنے انداز میں کھڑے تھے۔

”اوہ — بڑا انتظام کر رکھا ہے تمہارے پاس نے“ — عمران

”میرا نام فیروز ہے۔ اور میں راج ٹنگ سے آیا ہوں۔“

عمران نے بڑے اطمینان سے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”مجھے حیرت ہے کہ تم جیسا جیالا راج ٹنگ میں موجود تھا اور مجھے اطلاع

نہیں دی گئی۔ بہر حال بتاؤ — تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے۔“

مارٹن نے کہا۔

”مجھے کام چاہیے۔ مگر یہ سن لو کہ کام کیا ہونا چاہیے۔ میں

کسی بین الاقوامی تنظیم سے منسلک ہونا چاہتا ہوں۔ ایسی تنظیم جس کے

ماتحت بہت وسیع ہوں۔ مگر کسی اچھی پوزیشن پر۔“ — عمران نے کہا۔

”اوہ — پردان تو بڑی اونچی ہے۔ مگر تم میں اتنا دم نظر

نہیں آتا۔“ — مارٹن نے بڑے طنز بہ انداز میں کہا۔

”مگر دوسرا لمحہ شاید اس کی زندگی کا سب سے حیرت انگیز لمحہ ثابت ہوا

کیونکہ عمران یوں کرسی سے اٹھلا جیسے کرسی کے گدے میں سے سپرنگ نکل

آئے ہوں اور پلک جھپکنے میں وہ قلابازی کھاتا ہوا مارٹن کی کرسی کے پیچھے

پہنچ گیا۔

دوسرے لمحے مارٹن کی گردن اس کے عاتق زبازوں میں جھکڑی ہوئی تھی اور دوسرے ہاتھ میں موجود خنجر اس کی پسلیوں کو چھو رہا تھا۔ مارٹن کو آنکھیں پھرت اور خوف سے پھیلی ہوئی تھیں۔

وہ شاید کسی انسان سے اس قدر تیزی اور پھرتی کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا تھا کہ کوئی میں کھڑے ہوئے ٹین گن بردا بھی حرکت نہ کر سکے۔ وہ آنکھیں پھاڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ جیسے انہیں یقین نہ آ رہا ہو کہ جو کچھ وہ دیکھ رہے ہیں وہ حقیقت بھی ہے یا نہیں۔

”خبردار۔۔۔ اپنے آدمیوں کو کہو کہ حرکت نہ کریں ورنہ تمہاری گردن توڑ دوں گا۔“

عمران نے مارٹن کی گردن پر بازو سے دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔

ایک لمحے کے لئے مارٹن نے دونوں ہاتھوں سے عمران کا بازو پکڑ کر اسے جھکنا چاہا۔ مگر عمران نے پوری قوت سے بازو کو جھٹکا دیا اور مارٹن کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ اس کا چہرہ بگڑ گیا۔

”ٹھٹ۔۔۔ ٹھٹ۔۔۔ ٹھٹ۔۔۔ تم کیا چاہتے ہو۔“ مارٹن نے اپنا ہاتھ اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اگر عمران نے ہلکا سا دباؤ اور ڈال دیا تو اس کی گردن ٹوٹ جائے گی۔ اس کا سانس رک رک کر آنے لگا تھا۔

”اپنے آدمیوں کو باہر بھیج دو۔“ عمران نے کہا اور مارٹن نے ہاتھ کا اشارہ کر دیا اور چاروں سٹین گن بردار کمرے سے باہر نکل گئے۔ ان کے جانے کے بعد دروازہ خود بخود بند ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی عمران نے مارٹن کو چھوڑا اور دوبارہ کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔

مارٹن اب تیزی سے اپنی گردن مسل رہا تھا۔ اپنی آنکھوں میں تیرکج کے آثار ابھر رہے تھے۔

یہ صوف میں نے تمہیں اپنی صلاحیتوں کا ایک نمونہ دکھایا ہے۔“ عمران اسی طرح مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

”واقعی۔۔۔ تم میں میرے تصور سے بھی زیادہ صلاحیتیں ہیں۔“

گی میں پہلی بار میں نے اپنے آپ کو بے بس محسوس کیا ہے۔ مجھے ہا ہے کہ میں ایک ایسے آدمی سے مل رہا ہوں جو انتہائی پھرتیلا اور چالاک۔ میں خلوص کے ساتھ تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔“

مارٹن نے کہا اور پھر اس نے مصافحے کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

ان نے بھی بڑے پر غلوص انداز میں اس سے ہاتھ ملایا۔

”دوست۔۔۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم میرے ساتھ شامل ہو جاؤ۔“

بن کرو تم جو چاہتے ہو۔۔۔ تمہیں مل جائے گا۔“ مارٹن نے کہا اور

مکے ساتھ ہی اس نے میز کے کنارے لگا ہوا بٹن دبایا۔ دوسرے لمحے

درازہ کھلا اور ایک شخص نے اندر جھانکا۔

”میرے دوست کے لئے قیمتی ترین شراب لاؤ۔“ مارٹن نے جھانکنے

لے سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ٹھٹ۔۔۔ صرف سادہ پانی لاؤ۔“ میں شراب نہیں پیتا۔“

ان نے کہا۔

”ارے۔۔۔ کمال ہے۔ اچھا پانی لاؤ اور چائے بھی۔“ مارٹن

حیرت زدہ ہوتے ہوئے کہا اور آنے والا واپس چلا گیا

”میری پیش کش کے متعلق کیا خیال ہے دوست۔“ مارٹن نے پوچھا

”مجھے افسوس ہے مارٹن — میں اب محدود ہو کر نہیں رہ سکتا“
 عمران نے بے نیازی سے جواب دیا۔

”مگر بین الاقوامی تنظیمیں تو اتنی آسانی سے کسی کو ممبر نہیں بناتیں — مافیا تنظیم کا مقامی سربراہ جیسے بروکر میرا واقف ہے — اگر تم کہو تو میں اس سے بات کروں“ — مارٹن نے اچھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ارے نہیں — مافیا تنظیم صرف منشیات تک محدود ہے — میں کسی ایسی تنظیم میں شامل ہونا چاہتا ہوں — جن کا دائرہ کار وسیع ہو — جیسے حکومتوں کا تحفہ الٹنا وغیرہ“ — عمران آہستہ آہستہ اپنے اصل موضوع پر آتا جا رہا تھا۔

”میری نظر میں فی الحال ایسی کوئی تنظیم نہیں“ — مارٹن نے جواب دیا اس کے لہجے میں سچائی کا عنصر غالب تھا۔

”میں نے راج ٹنگر میں سنا تھا کہ کوئی بین الاقوامی تنظیم جسے وی گینگ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے — اس ملک میں کام کر رہی ہے“ — آفکار عمران نے پتہ چھینک ہی دیا۔

”وی گینگ — تمہارا مطلب ہے — مادام وی کی تنظیم“ — مارٹن نے کرسی سے دو فٹ اچھلتے ہوئے کہا۔

”میں نے تو صرف نام سنا ہے — باقی تفصیلات کو تو مجھے علم نہیں“ — عمران نے جواب دیا۔

”اوہ — اگر ایسی بات ہے تو پھر انتہائی خوفناک بات ہے — میں اس تنظیم کے بارے میں اچھی طرح جانتا ہوں — یہ دنیا کی انتہائی خوفناک تنظیم ہے جو حکومتوں کے تختے الٹنے کا ہی کام کرتی ہے — مگر ایک مسئلہ

ہے — یہ تنظیم بالکل زیر زمین کام کرتی ہے — قتل و غارت میں ملوث نہیں ہوتی“ — مارٹن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”مگر اس ملک میں اسے ایسا کرنا ہی پڑے گا“ — عمران نے جواب دیا۔
 ”وہ کیوں“ — مارٹن نے چونک کر پوچھا۔

”یہاں کی سیکرٹ سروس دنیا کی خوفناک ترین تنظیم ہے — میں بھی برٹ سروس کے ایک رکن کا شاگرد ہوں — اسی نے مجھے تربیت دی تھی۔

ن کا خیال تھا کہ وہ اپنے باسن سے سفارش کر کے مجھے سیکرٹ سروس میں اہل کر دے گا۔ مگر اچانک وہ ایک حادثے کا شکار ہو گیا“ — عمران نے اب دیا۔

”اوہ — تمہاری بات درست ہے — مجھے بھی اطلاعات ملی باگو فی الحال سیکرٹ سروس سے میرا ٹکراؤ نہیں ہوا۔ اگر ایسی بات ہو تو جیسے بروکر کو اس تنظیم کے بارے میں ضرور معلومات ہوں گی۔ وی بنگ کے متعلق جیسے بروکر نے ہی مجھے بتایا تھا — وی گینگ کا نمبر ٹو بس کسی زمانے میں جیسے بروکر کے ساتھ مافیا میں کام کرتا تھا“ — مارٹن نے جواب دیا۔

اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان ٹرائی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔
 ن نے چائے کے کپ بڑے احترام سے ان دونوں کے سامنے رکھ دیئے۔
 ایک گلاس پانی کا بھی ساتھ ہی رکھ دیا۔ اور پھر ٹرائی دھکیلتا ہوا باہر نکل گیا۔
 عمران نے پانی کا گلاس اٹھایا اور ایک ہی سانس میں خالی کر دیا۔

مارٹن نے مین کی دراز کھولی اور پھر اس میں سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر برنگال لیا۔ اس نے بڑی تیزی سے اس میں ایک فریکوئنسی سیٹ کی اور

میں بروکر نے اس بار کافی تلخ لہجے میں کہا۔

”بات یہ ہے جمیں — میرا ایک دوست بہتے فیروز — وہ کبھی ماں کی سیکرٹ سروس سے متعلق رہا ہے — انتہائی تیز صلاحیتوں والا ملک ہے — میں نے اسے مشورہ دیا ہے کہ وہ کسی بین الاقوامی تعلیم سے منسلک ہو جائے۔ چنانچہ اس نے خود ہی دی گینگ کا ذکر کیا ناچہ میں نے تمہیں کال کر لیا — اور — مارٹن نے جواب دیا۔“

”اوہ — تم جانتے ہو کہ دی گینگ کسی غیر متعلق شخص کو اپنا ممبر نہیں آتا۔ البتہ تم نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ وہ سیکرٹ سروس سے متعلق رہا ہے اس سے مجھے دلچسپی پیدا ہو گئی ہے — ہو سکتا ہے کہ فیروز دی گینگ کی نظروں میں آجائے — اسے تم میرے پاس بھیج دو۔ اور“ میں نے جواب دیا۔

”اچھا بھیج تو دیتا ہوں — مگر خیال رکھنا بڑا تیز آدمی ہے کہیں اپنی گردن نہ تڑوا بیٹھنا — اور — مارٹن نے ہنستے ہوئے کہا۔“

”ارے — تم نے مجھے اپنی طرح بدھو سمجھ رکھا ہے — اور“

”اب میں جمیں نے بھی ہنستے ہوئے کہا اور مارٹن نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

”تمہاری چائے ٹھنڈی ہو گئی ہے“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”چھوڑو — میں تو دیے بھی چائے نہیں پیتا — میرا خیال ہے ہمارا کام بن جائے گا — تم ڈان موٹل میں جمیں بروکر سے مل لو اُسے میرا نام لینا — وہ تم سے پورا تعاون کرے گا“ — مارٹن نے جواب دیا۔

پھر اس کا بٹن دبا دیا — عمران بڑے اطمینان سے چائے کی چکیار لینے میں مصروف ہو گیا۔

”ہیلو — مارٹن گینگ سپیکنگ — اور“ — ٹرانسمیٹر موجود بنز بلب جلتے ہی مارٹن نے اپنی مخصوص کرخت آواز میں کہا۔

”ایس — جمیں بروکر سپیکنگ — اور“ — دوسری طرف سے ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”بروکر —! مجھے اطلاع ملی ہے کہ تمہارا دوست مارکس آجکل یہاں موجود ہے — اور“ — مارٹن نے حتی الوسع لہجے کو نرم بناتے ہوئے کہا۔

”ہاں — کیوں — اور“ — دوسری طرف سے بروکر کی خیریت بھری آواز سنائی دی۔ وہ شاید مارٹن کی مارکس میں دلچسپی کو سمجھ نہ سکا تھا۔

”تو اس کا مطلب ہے — مادام دی بھی یہاں موجود ہے“ — مارٹن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تمہارا ان باتوں سے آخر مطلب کیا ہے“ — جمیں بروکر نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

— ”ماراض نہ ہو دوست — میرا کوئی خاص مطلب نہیں — میرے پاس مادام دی کے لئے ایک قیمتی تحفہ موجود ہے — اگر تم چاہو تو میری طرف سے اسے مادام دی کے سامنے پیش کر دو“ — مارٹن نے جان بوجھ کر مبہم لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔ اور عمران بھی اس کے اس انداز پر زیرب مسکرا دیا۔

”تحفہ — کیسا تحفہ — واضح بات کرو مارٹن — اور“ —

”یہ جیسے بدکردار کب سے یہاں ہے“ — عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ابھی حال ہی میں آیا ہے — اچھا دوست — جب بھی تھیر میری ضرورت پڑے — آنکھیں بند کر کے آواز دے دینا — تم نے مجھے بے پناہ متاثر کیا ہے“ — مارٹن نے کرسی سے اٹھ کر مصافحہ کے لئے ماتھے بڑھاتے ہوئے کہا۔
”شکریہ — عمران نے کہا اور پھر دروازے کی طرف مڑ گیا۔

مادام جب ہوٹل مالدار پہنچی تو ہوٹل کا بال کچھا کچھ بھرا ہوا تھا۔ ہر طرف اس کے دستے پہرہ دے رہے تھے اور داخلہ بذریعہ کارڈ تھا۔
جب مادام وہی ہوٹل کے مین گیٹ پر پہنچی تو دربان نے کارڈ طلب کر لیا۔
”اوہ — کارڈ — ارے وہ تو میں گھر بھول گئی“ — مادام وہی نے پریشان سے لہجے میں کہا۔
”کوئی بات نہیں میڈم — آپ منیجر سے مل کر نیا کارڈ ایشو کرالیں۔“
بان نے اس کے اعلیٰ لباس، خوبصورتی اور لمبی چوڑی کار سے مرعوب تے ہوئے کہا۔

”شکریہ“ — مادام وی نے دربان پر مسکراہٹ کے پھول برسائے ہوئے کہا۔ اور دربان بے چارہ اور بھی زیادہ مرعوب ہو گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر بڑے ادب سے دروازہ کھولا اور مادام وی اندر داخل ہو گئی۔

اندر جانے کے بعد ظاہر ہے کارڈکون پوچھتا تھا۔ مادام بڑے وقار سے چلتی ہوئی سیدھی ایک کرسی پر پہنچ گئی جو سیٹجے کے بائکل سامنے تھی اور خانہ پڑی ہوئی تھی۔ وہ شاید کسی کے لئے ریزرو تھی اور وہ شخص ابھی تک آیا نہ تھا۔ سیٹجے پر صدارت کی کرسی ابھی تک خالی پڑی ہوئی تھی۔

مادام وی کی نظریں اسی کرسی پر جمی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد سرسلطان کی آمد کا اعلان کیا گیا۔ اور مادام وی نے جب سرسلطان کو دیکھا تو دل ہر دل میں مسکرا پڑی۔

سرسلطان ادھیڑ عمر کے انتہائی بادقار شخص تھے۔ ان کے چہرے پر رعب و دبدبہ تھا۔ مگر مادام وی جانتی تھی کہ اس شخص کو کیسے بیٹھ لیا جاسکتا ہے۔ اس لئے وہ بڑے اطمینان سے تقریب کی کارروائی دیکھتی رہی۔ خانہ پالیسی پر تقاریر ہوتی رہیں اور آخر میں سرسلطان نے تقریر کرتے ہوئے ملک خارجہ پالیسی کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد تقریب کی کارروائی اختتام کو پہنچی اور سرسلطان اٹھ کر چلے گئے۔ مادام وی نے بھی کرسی چھوڑی اور تیزی سے اس طرف کی بڑھی جس طرف سرسلطان گئے تھے۔ جلد ہی وہ ہوٹل کی عقبی راہداری میں پہنچ گئی۔ جہاں سرسلطان اخبار کی غنائدوں میں گھرے ہوئے تھے اور ان کے تاثر تو رسوالات کے بڑے دھیمے لہجے میں جوابات دے رہے تھے۔ مادام وی خاموشی سے کھڑی انہیں دیکھتی رہی۔ اور جب سرسلطان جانے کے لئے مڑے

امام وی نے پہلی بار کہا۔

جناب — میری ایک گزارش ہے — مادام وی کا لہجہ رمودبانہ تھا

جی فرمائیے — سرسلطان نے مڑ کر کہا۔ وہ بڑے غور سے مادام دیکھ رہے تھے۔

میں ایک میسج کے فارن پورٹ اخبار کی غنائدہ خصوصی ہوں۔ میں اپنے کے لئے آپ کا ایک خصوصی انٹرویو لینا چاہتی ہوں — مادام وی

اوه — شکریہ! مگر...“ سرسلطان نے اسے ٹالنا چاہا۔

نہیں جناب — آپ انکار نہیں کریں گے — میں خاص طور پر اسی ہال آئی ہوں — مادام وی نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔

اچھا — بہتر — آپ ایک گھنٹہ بعد میری کوٹھی پر تشریف لے آئیں۔ مان نے کہا۔

شکریہ — مادام وی نے مسکرا کر کہا۔ اور سرسلطان مڑ کر باہر

ادام وی واپس چلی آئی۔ اس کا ذہن تیزی سے ایک فیصلے پر پہنچا اور پھر لمبی کار تک پہنچتے پہنچتے وہ ایک نتیجے تک پہنچ چکی تھی۔ چند دس کی کار تیز رفتاری سے اپنی کوٹھی کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔

قریباً پونے گھنٹے بعد ایک بار پھر جب وہ اپنی کوٹھی سے باہر آئی تو اس کے کار میں ایک نوجوان موجود تھا جس کے گلے میں مووی کیمرہ لٹکا ہوا ہواں بڑے مودبانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔

”ہیری — تم نے اپنا رول انتہائی خوبصورتی سے نبھانا ہے۔“
 مادام دی نے اس نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا
 ”آپ بے فکر رہیں مادام۔“ ہیری نے جواب دیا اور مادام
 نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔

تھوڑی دیر بعد ان کی کار سر سلطان کی کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ گئی
 دربان نے جب فون پر سر سلطان کو مادام دی کی آمد کی اطلاع دی تو
 نے اپنے خصوصی دفتر میں انہیں بلا لیا۔

یہ کوٹھی سے ملحقہ ایک علیحدہ پورشن تھا جس میں سر سلطان کیلے
 رات گئے تک کام کرتے رہتے تھے۔

”تشریف رکھئے مس....“ سر سلطان نے مادام دی کے اندر
 ہونے پر اٹھ کر اس کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

”روپرٹ“ — مادام دی نے ایک فرضی نام بتاتے ہوئے کہا
 ”یہ ہمارے اخبار کے فوٹو گرافر مسٹر ہیری ہیں۔“ مادام دی۔
 اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی نوٹ بک کو دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے ہو
 کہا۔ اور سر سلطان نے ہیری سے مصافحہ کیا۔

”آپ کیا پسینگی — ٹھنڈا یا گرم۔“ سر سلطان نے
 پوچھا۔

”میں اس گرمی میں کوئی ٹھنڈا شربت پیو دوں گی سر۔“ مادام۔
 بڑے بااخلاق لہجے میں کہا۔ اور سر سلطان نے مسکرا کر نوٹ بک فون پر ملازم
 شربت کے تین گلاس لانے کے لئے کہہ دیا۔

”میسر خیاں میں آپ انٹرویو شروع کریں کیونکہ میں نے آدھے گھنٹے

مزوری میٹنگ میں جانا ہے۔“ سر سلطان نے کہا۔ ”نئے والہ ہے۔“
 بہتر۔“ مادام دی نے نوٹ بک کھول کر پینل نکالی اور پھر اس
 کا غار جہ پالیسی کے بارے میں سوالات شروع کر دیئے۔ سوائمر وہ پہلے
 تیب دے کر لائی تھی۔

سر سلطان اسے جواب دیتے رہے اور مادام دی ان کے جوابات کے
 نوٹ بک پر لکھتی رہی جبکہ ہیری ان کے فوٹو بناتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد ملازم ٹرائی دھکیلات ہوا لے آیا اور اس نے بڑے
 سے تین گلاس درمیان میز پر رکھے اور خود تیزی سے باہر چلا گیا۔

لیجے۔“ پہلے شربت پنی لیجے۔“ سر سلطان نے کہا اور ہیری
 رام دی نے شربت کے گلاس اٹھالے۔

سر۔“ یہ تصویر تو بہت خوبصورت ہے۔“ کون سے آرٹسٹ
 ہے۔“ — اچانک مادام دی نے سر سلطان کی پشت پر دیوار پر لگے
 فریم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

سر سلطان ایک لمحے کے لئے مڑ کر تصویر دیکھنے لگے اور ہلکے چپکنے میں
 دی نے ہتھیلی میں چھپائی ہوئی سفید رنگ کی ایک چھوٹی سی گولی سر سلطان
 اس میں ڈال دی۔

ادہ۔“ یہ ہمارے ملک کے نامور آرٹسٹ استاد فدا حسین کی تصویر ہے۔
 طان نے مسکراتے ہوئے اور قد سے فریہ لہجے میں کہا۔

ادہ۔“ واقعی شاہکار تصویر ہے۔“ مادام دی نے تشریف
 لے ہوئے کہا۔ اور سر سلطان نے اپنا شربت کا گلاس اٹھا کر چپکیاں لینی
 کر دیں۔

"ہیری — سر سلطان نے گلاس ختم نہیں کیا۔ ہلکی پھلکی گفتگو ہوتی رہی۔
 اور اس کے بعد مادام وی نے دوبارہ نوٹ بک کھولی۔
 مگر ابھی سر سلطان نے سوال کا جواب دینا شروع ہی کیا تھا کہ اچانک
 انہیں اپنا دماغ چکراتا ہوا محسوس ہوا۔ انہوں نے بے اختیار سر ہچکچایا۔
 "مادام وی نے تیزی سے نوٹ بک بند کی اور اٹھ کر سر سلطان کو
 سنبھال لیا۔ دفتر کے پیچھے ایک ریشا رنگ روم تھا۔ جہاں ایک دیوان بھی موجود تھا۔
 تھا۔ سر سلطان کبھی کبھی جب کام کرتے کرتے تھک جاتے تو اس دیوان پر
 لیٹ کر آرام کر لیتے۔
 "ہیری — تم دروازہ بند کر دو۔ میں انہیں اندر لٹاتی ہوں۔ جلد
 کر دو۔" مادام وی نے کہا اور ہیری تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا
 اس نے دروازہ اندر سے لاک کر دیا۔
 اتنے میں مادام وی سر سلطان کو تقریباً گھسیٹتی ہوئی ریشا رنگ روم میں لے
 گئی اور انہیں دیوان پر لٹا دیا۔ سر سلطان بے ہوش ہو چکے تھے۔ ہیری بھی دروازہ
 بند کر کے ریشا رنگ روم میں آگیا۔ مادام نے بڑی چھرتی سے سر سلطان کے
 کپڑے اتارنے شروع کر دیئے اور چند ہی لمحوں بعد اس نے سر سلطان کو کپڑوں
 کی قید سے آزاد کر دیا۔ اس کے بعد مادام وی نے اپنا لباس اتارا اور دیوان
 پر چڑھ گئی۔
 ہیری نے تیزی سے کیمرو کا رخ دیوان کی طرف کیا اور فوٹو لینے شروع کر
 دیئے۔ مادام وی نے اپنے اور سر سلطان کے چند خوش پوز بنوائے اور
 تیزی سے نیچے اتر آئی۔ اب وہ اپنا لباس پہن رہی تھی۔ پھر اس نے
 سر سلطان کو دوبارہ کپڑے پہنائے۔
 "اے اٹھا کر دوبارہ دفتر کی کرسی پر بٹھا دو یہ ہوش میں آنے والا ہے۔"
 م وی نے کہا اور ہیری نے سر سلطان کو اٹھا کر دوبارہ دفتر کی کرسی پر بٹھا
 — مادام وی تیزی سے اپنی سیٹ پر واپس آگئی۔ ہیری نے دروازے
 پر پٹختی کھول دی۔
 اسی لمحے سر سلطان نے ایک جھٹکا کھا کر آنکھیں کھول دیں اور چند لمحے
 سے ادھر ادھر دیکھتے رہے۔
 "سر — آپ کی طبیعت خواب معلوم ہوتی ہے۔" — مادام وی
 "سکراتے ہوئے کہا۔
 "یہ مجھے کیا ہو گیا — اچانک دماغ چکراتا ہے۔"
 سلطان نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔
 "اوہ — زیادہ کام کرنے کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے۔" — آپ چند
 آنکھیں بند کئے بیٹھے رہے — میں سمجھی آپ کچھ سوچ رہے ہیں۔"
 "لیجھا — چند لمحوں کے لئے ایسا ہوا ہے۔" — سر سلطان نے اس بار
 اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔
 "جی ہاں — جی ہاں — آپ کا شکریہ — آپ کی طبیعت کہیں زیادہ
 اب نہ ہو جائے — اب ہمیں اجازت دیجئے۔" — مادام وی نے
 ایک بند کرتے ہوئے کہا۔
 "اوہ — شکریہ —" سر سلطان نے کہا۔ وہ شاید خود بھی بہی چاہ
 اور مادام وی اور ہیری سر سلطان سے مصافحہ کر کے تیزی سے سر سلطان

آئی تھی۔

مادام دی نے یہ چار تصویریں ایک طرف رکھیں اور لفافے میں سے ان تصویروں کے نیگیٹو علیحدہ کر لئے۔

باقی تصویروں کو اس نے لفافے میں ڈالا اور پھر لفافہ اٹھا کر برقی آئینہ ان طرف بڑھ گئی۔ اس نے مین دبا کر آئینہ روشن کیا اور لفافہ اس میں ڈال

چند لمحوں میں تصویریں منہ نیگیٹو کے جل کر رکھ ہو گئیں۔ مادام نے آئینہ مین بند کیا اور دوبارہ کرسی پر آ بیٹھی۔ میز پر پڑا ہوا لنک فون کا ریسپونڈر ٹاکر اس نے ڈائل پر گئے ہوئے ایک ہندسے کو دبایا۔

”ہیری کو میرے پاس بھیج دو“۔ مادام دی نے کہا اور ریسپونڈر رکھ دیا۔

چند لمحوں بعد ہیری کمرے میں داخل ہوا۔

”ہیری یہ ان تصویروں کے نیگیٹو لے جاؤ اور ان کی دو دو کاپیاں تیار کر لاؤ۔“ مگر جلدی۔ مادام دی نے کہا۔

”بہتر مادام“۔ ہیری نے کہا اور نیگیٹو اٹھا کر واپس چلا گیا۔

مادام دی نے تصویریں اٹھائیں اور انہیں غور سے دیکھنے لگی۔ اس کے

پہرے پر ایک پراسرار مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

کے دفتر سے باہر آگئے۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار سر سلطان کی کونٹھی سے باہر نکل آئی۔

”اب میں دیکھوں گی کہ سر سلطان میرے ہاتھ سے کیسے بچتے ہیں۔“ گیت سے باہر آتے ہی مادام دی نے تعجب سے لگاتے ہوئے کہا۔

ہیری خاموش بیٹھا رہا۔ اس کا چہرہ جذبات سے عاری تھا۔

تھوڑی دیر بعد مادام دی نے کار اپنی کونٹھی کے پورچ میں روکی۔

”ہیری۔۔۔ تصویریں بنا کر فوراً“ میرے پاس لے آؤ۔“ مادام دی نے ہیری سے کہا اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

آدھے گھنٹے بعد ہیری کمرے میں داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا لفافہ تھا۔

”لے میز پر رکھ دو اور جاؤ۔“ مادام نے سخت لہجے میں کہا۔ اور ہیری نے بڑے ادب سے لفافہ میز پر رکھا اور تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

ہیری کے جانے کے بعد مادام نے لفافہ کھولا۔ اس میں چالیس کے قریب بڑی تصویریں تھیں۔ بیس تصویریں تو انٹرویو کی تھیں۔

مادام دی نے لا پرواہی سے ان تصویروں کو ایک طرف پھینک دیا اور باقی بیس تصویروں کو دیکھنے لگی۔

یہ وہ خطرناک پوز تھیں جن کے لئے مادام نے یہ سارا ڈرامہ کھیلا تھا۔ ان میں سے مادام نے چار تصویریں چھانچی۔

یہ چار تصویریں واقعی ایسی تھیں کہ انہیں دیکھ کر یہی محسوس ہوتا تھا جیسے سر سلطان جذبات میں اندھے ہو رہے ہوں۔ اور جذبات کی شدت سے ان کی آنکھیں بند ہو گئی ہوں اور ان چاروں تصویروں میں سر سلطان کا چہرہ بے حد واضح تھا جبکہ مادام دی کی صرف

”ایک کپ چائے“ — ٹائیگر نے کاؤنٹر کلرک کو کہا اور خود سگریٹ لگا لیا۔ مگر اس کے کان مس شوگی کی آواز پر لگے ہوئے تھے چونکہ مس شوگی ایک کہنی کاؤنٹر پر ٹیک کر ٹیلیفون سن رہی تھی۔ اس لئے رسیڈنٹ سے بچنے والی آواز بھی ٹائیگر کے کان تک پہنچ رہی تھی۔

”مس شوگی — میں آپ کو یہ بتانا بھول گیا تھا کہ مادام کے حکم پر جی کو ختم کر دیا گیا ہے“ — دوسری طرف سے ایک کرخت آواز بھری اور ٹائیگر پہچان گیا کہ یہ آواز اس کو تھی دل لے نوجوان بارٹلے کی ہے۔

”اوہ — مگر اس کی کیا ضرورت تھی وہ ہمارے لئے اہم حیثیت رکھتا تھا“ — مس شوگی نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

”ضرورت تو مادام ہی جانتی ہوگی — میرے بتانے کا مقصد صرف یہ تھا کہ اب تم راضی کی کوٹھی پر نہیں جاؤ گی — کیونکہ ہو سکتا ہے پولیس یونیورسٹی سے اس کے قتل کی تفتیش کرے“ — بارٹلے نے کہا۔

”ٹھیک ہے — میں سمجھتی ہوں“ — شوگی نے جواب دیا۔

”اور سنو — فی الحال پرنس کی تلاش کی ضرورت نہیں ہے — مادام نے نیا چکر چلایا ہے — انہیں یقین ہے کہ ان کا یہ حربہ کامیاب رہے گا“ — بارٹلے نے کہا۔

”کیسا چکر“ — شوگی نے پوچھا۔

”تفصیل تو مجھے نہیں معلوم — بہر حال ابھی ابھی مادام نے کہا ہے کہ صبح تمہیں مادام سے کوئی چیز ملے گی یہاں کے وزارت خارجہ کے سیکرٹری سر سلطان کے پاس جانا ہوگا“ — بارٹلے نے کہا۔

ٹائیگر بڑے اطمینان سے کھانا کھانے میں مصروف تھا البتہ اس کی نظریں بار بار شوگی کی طرف اٹھ جاتی تھیں۔ مس شوگی اب کھانے سے فارغ ہو چکی تھی اور اب ویٹر نے اس کی ٹیبل پر چائے کے برتن لگا دیے تھے۔ ٹائیگر نے سوچا کہ اسے جلد از جلد کھانے سے فارغ ہو جانا چاہیے کیونکہ مس شوگی کسی بھی وقت اٹھ سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے ہاتھوں میں ذرا تیزی پیدا کر لی۔ اور کھانے سے فارغ ہو کر اس نے بل بھی فوراً ہی ادا کر دیا جیسے ہی وہ بل دے کر فارغ ہوا۔ اچانک ایک ویٹر شوگی کے پاس پہنچا اور اس نے جھک کر شوگی سے کچھ کہا۔

شوگی ویٹر کی بات سن کر چونک پڑی اور پھر چائے کی پیالی میز پر رکھ کر وہ تیزی سے کاؤنٹر کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

ٹائیگر نے بھی فوراً ہی کرسی چھوڑ دی اور تیر کی طرح کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔ کاؤنٹر کے سامنے اس کے سٹول رکھے ہوئے تھے اور لوگ ہال میں بیٹھنے کی بجائے کاؤنٹر پر بیٹھ کر بھی مشروبات پیتے رہتے تھے۔ اس وقت ایک سٹول خالی تھا۔ اور ٹائیگر نے بڑے اطمینان سے جا کر سٹول پر قبضہ کر لیا۔

مس شوگی اس کے بالکل ساتھ کھڑی ٹیلیفون سن رہی تھی۔

” وزارت خارہ کے سیکرٹری“ — شوگی نے حیران ہوتے ہوئے کہا

” ہاں — مادام نے اس پر اپنا کوئی مخصوص حربہ آزمایا ہے — بہر حال تفصیلات کا مجھے علم نہیں — صبح سات بجے تم مادام کو گھر پر کالونی کو بھٹی غیر چالیں پر رپورٹ کرو — وہاں مارکس موجود ہوگا — باقی تفصیلات وہی تمہیں بتائے گا“ — بارٹلے نے کہا۔

” او۔ کے — میں پہنچ جاؤں گی“ — مس شوگی نے جواب دیا۔
” بس یہی اطلاع دینی تھی — او۔ کے — دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی مس شوگی نے ریسپورر رکھ دیا۔

” ٹامیسگر بڑے اطمینان سے چائے کی چمکیاں لے رہا تھا۔ مس شوگی نے ریسپورر رکھ کر ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا۔ اس کی اچھٹی ہوئی نظریں ٹامیسگر پر پڑیں مگر جلد ہی وہ تیزی سے مڑی اور پھر اوپر جانے کے لئے لفٹ کی طرف بڑھتی چلی گئیں۔

ٹامیسگر نے بڑے اطمینان سے چائے کا کپ ختم کیا اور پھر اس نے کاؤنٹر پر اس کی ادائیگی کی اور گیلری میں موجود فون بوجھ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ جلد از جلد عمران کو یہ اطلاعات دینا چاہتا تھا۔

اس نے فون بوجھ میں داخل ہو کر عمران سے رابطہ قائم کیا مگر دوسری طرف صرف گھنٹی بجنے کی آواز آتی رہی۔ اس کا مطلب تھا کہ عمران موجود نہیں ہے۔ اس کے پاس ٹرانسمیٹر موجود تھا اور اب اس نے ٹرانسمیٹر پر عمران سے رابطہ قائم کرنے کا پروگرام بنایا۔ ٹرانسمیٹر کے استعمال کے لئے اس نے اپنا کمرہ زیادہ محفوظ سمجھا۔ اور وہ تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد وہ دوسری منزل پر پہنچ گیا۔ اس نے شوگی کے کمرے پر نظر ڈالی۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔

اسی لمحے شوگی کے دروازے میں ہلکی سی جھری پیدا ہوئی اور شوگی کی آنکھیں اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے ٹامیسگر پر جم گئیں۔ جب ٹامیسگر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا تو جھری بند ہو گئی۔

ٹامیسگر نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور پھر جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر عمران کی فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد ہی اس نے ٹرانسمیٹر کا مین آن کر دیا۔ پہلے تو کافی دیر تک ٹرانسمیٹر کا بلب سرخ ہی رہا اور جیسے جیسے ٹامیسگر بولنے لگا ہوا ٹرانسمیٹر آف کرنے والا تھا کہ اچانک ایک بجھا کے سے بلب سبز ہو گیا۔
” ہیلو — اور — دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔
” ٹامیسگر سپیکنگ — اور — ٹامیسگر نے کہا۔

” کیا بات ہے — جلدی بتاؤ — میرے پاس وقت کم ہے اور — عمران کی تیز آواز سنائی دی۔

” عمران صاحب — مس شوگی بوستان کالونی کی کو بھٹی سے میک اپ میں نکل آئی ہے اور اب ہوٹل منگول کی دوسری منزل کے کمرہ نمبر انیس میں مقیم ہے — یہاں اس کا نام شاملی ہے۔ میں نے بھی اس ہوٹل میں کمرہ لے لیا ہے۔ یہاں اس کا ایک فون آیا ہے۔ فون کرنے والا بوستان کالونی کی اسی کو بھٹی میں رہائش پذیر ایک غیر ملکی بارٹلے ہے۔ اس نے شوگی کو کہا ہے کہ وہ صبح سات بجے مگر بڑا کالونی کی کو بھٹی نمبر چالیس میں رپورٹ کرے۔ وہاں کوئی مادام اسے کوئی چیز دے گی جسے اس نے سر سلطان کو

پہنچنا ہے۔ اور۔۔۔ ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
 ”سرسلطان۔۔۔ یعنی اپنے سرسلطان۔۔۔ اور۔۔۔ عمران
 کے بچے میں شدید حیرت تھی۔

”جی ہاں۔۔۔ بارٹلے نے سیکرٹری وزارت خارجہ سرسلطان کا نام
 لیا تھا۔ اور۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ مگر وہ کیا چیز ہے۔ اور۔۔۔ عمران نے پوچھا۔
 ”تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔ صرف اتنا پتہ چلا ہے کہ مادام نے
 سرسلطان پر کوئی مخصوص حربہ آزمایا ہے۔ اور۔۔۔ ٹائیگر نے جواب
 دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔ ایسے کر دو کہ تم شوگی کو چھوڑ کر بارٹلے کی نگرانی کر دو۔
 اگر یہ وہی بارٹلے ہے جسے میں جانتا ہوں تو یہ انتہائی خطرناک شخص ہے۔
 اس کی مکمل نگرانی ہونی چاہیے۔ اور۔۔۔ عمران نے اسے نئی ہدایت
 دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر جناب۔۔۔ اور۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔
 ”اور اینڈ آل۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور ٹائیگر نے مٹن آن
 کر کے ٹرانسمیٹر کو دوبارہ جیب میں رکھ لیا۔

اور عین اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔ ٹائیگر بے اختیار چونک
 پڑا۔

”کون ہے۔۔۔ ٹائیگر نے سخت بچے میں کہا۔
 ”ویٹر سر۔۔۔ آپ کے لئے ایمر جنسی پیغام ہے۔۔۔ دروازے
 کے باہر سے ایک موبانہ آواز سنائی دی۔

ٹائیگر حیران رہ گیا کہ عمران سے تو ابھی اس کی بات ہوئی ہے۔ پھر یہ
 سی پیغام کہاں سے آگیا۔ بہر حال اس نے پھرتی سے جیب سے ریوالتور
 ما اور دروازے کی آڑ لیتے ہوئے دروازہ کھول دیا۔

دروازے پر واقعی ایک ویٹر تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تھالی تھی جس
 میں رنگ کا لٹافہ رکھا ہوا تھا۔ ٹائیگر نے اطمینان سے ریوالتور جیب میں رکھا
 لٹافہ اٹھا لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ویٹر کو ٹپ
 مینے کے لئے نوٹ نکالنا چاہا۔ مگر دوسرے لمحے دو قوی ہیکل فوجوان اچھل
 کر کمرے میں آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالتور تھے اور ظاہر ہے ریوالتور
 خارج ٹائیگر کی طرف ہی تھا۔ ریوالتور پر سائیکلسنگ ہوئے تھے۔

”خبردار۔ حرکت کی تو۔۔۔ ان میں سے ایک نے انتہائی سڑ بچے
 بن کہا اور ٹائیگر نے ہاتھ باہر نکال لیا۔ ویٹر ان دونوں کے اندر داخل
 ہوتے ہی تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔ ایک فوجوان نے لات مار کر دروازہ
 بند کر دیا۔

”اپنے ہاتھ اٹھا کر منہ دیوار کی طرف کر لو جلدی۔۔۔ اس فوجوان نے
 کہا اور ٹائیگر نے نہ صرف خاموشی سے ہاتھ اٹھا لئے بلکہ اپنا منہ بھی دیوار کی طرف
 کر لیا۔ دوسرے لمحے اس کی جیب سے ریوالتور نکل گیا۔

”مس شوگی کو بلاؤ۔۔۔ ایک ریوالتور بردار نے دوسرے سے مخاطب
 ہو کر کہا۔ اور دوسرے نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ دوسرے لمحے مس
 شوگی اندر آ گئی۔

”مس۔۔۔ آپ اس کا ہاتھ پکڑ کر سوئٹل سے باہر جائیں گی اور بارکنگ
 میں موجود سیاہ رنگ کی کار تک اسے پہنچائیں گی۔ اور سنو مسٹر۔۔۔ ہم

تم دونوں کے پیچھے ہوں گے۔ اگر تم نے ذرا بھی غلط حرکت کی تو سارا پلا سے نکلنے والی چکی تمہاری موت بن جائے گی۔“ نوجوان نے کہا۔

ٹائیسگر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموش رہا۔ ویسے اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ہوٹل کے مال میں اپنا تک شرکی سے ہاتھ چھڑا کر نکل جائے گا۔ اسے یقین تھا کہ مال میں اس پر حملہ کی جرأت نہ کی جائے گی۔

”آؤ پارٹنر“۔ شوگی نے مسکراتے ہوئے ٹائیسگر کے بازو میں بازو ڈالا اور اسے لے کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ دونوں بھی ان کے پیچھے چلنے ہوئے راہداری میں آگئے۔

شوگی ٹائیسگر کے ساتھ یوں چبٹی ہوئی چل رہی تھی جیسے پاشا دی شدہ چوڑا ہنی مون منانے کے لئے نکلا ہو۔

تھوڑی دیر بعد وہ مال میں پہنچ گئے۔ مال میں پہنچتے ہی ان میں سے ایک ریوالور بردار ٹائیسگر کے پہلو میں چلنے لگا۔ جبکہ دوسرا ٹائیسگر کی پشت پر تھا۔ ایسی بلوزیشن میں ٹائیسگر کچھ بھی نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے وہ خاموشی سے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

مین گیٹ سے باہر نکلتے ہی وہ ٹائیسگر کو لئے ہوئے سیدھے پارکنگ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ پارکنگ میں سیاہ رنگ کی کار موجود تھی۔

جیسے ہی وہ پارکنگ کے قریب پہنچے، ایک اور نوجوان نے جو کہ قریب ہی کھڑا تھا۔ بڑے اطمینان سے دروازہ کھول دیا۔ اور اسی لمحے شوگی نے ٹائیسگر کا بازو چھوڑ دیا اور ٹائیسگر نے عین اسی لمحے جلد جھد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

چنانچہ جیسے ہی شوگی نے اس کا بازو چھوڑا، ٹائیسگر اپنا تک بجلی کی سی تیزی سے مڑا،

دوسرے لمحے اس نے اپنے پیچھے موجود دونوں ریوالور برداروں کے پیٹ میں ہکی سی تیزی سے ٹانگیں ماریں اور پھر دوسرے لمحے وہ کسی سپرنگ کی طرح اچھلا اور اس میں اڑتا ہوا کار کے اوپر سے گزر کر دوسری طرف جاگرا۔

دونوں ریوالور برداروں کے حلق سے بے اختیار جینیں نکل گئی تھیں۔ کار کا اڑہ کھولنے والا نوجوان اور شوگی حیرت سے بت بنے کھڑے دیکھتے رہ گئے۔ کیونکہ

یہ سگر نے کچھ ایسے موقع پر اپنا تک حرکت کی تھی کہ جس موقع پر وہ اس کی طرف سے کار و عمل کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اور دوسرا یہ کہ ٹائیسگر کے انداز میں

پھرتی اور تیزی تھی کہ جب تک وہ صورت حال کو سمجھتے۔ ٹائیسگر کار کی سر کی طرف پہنچ چکا تھا اور ٹائیسگر دوسری طرف گرتے ہی تیزی سے اچھلا

رہا۔ پارکنگ میں موجود بے شمار کاروں نے اس کے لئے ڈھال کا کام کیا۔

ایسے طرکوش کی طرح جس کے پیچھے شکاری کتے لگے ہوئے ہوں وہ تیزی سے بچوں کے بل دوڑتا ہوا مختلف کاروں کی اوٹ میں ہوٹل کے آؤٹ گیٹ

طرف بڑھتا چلا گیا۔ اسے یقین تھا کہ جب تک مجرم سوچیں گے وہ ان کے کافی دور پہنچ چکا ہوگا۔

پینانچہ وہی ہوا وہ مختلف کاروں کی اوٹ لیتا ہوا تیزی سے آؤٹ گیٹ کے قریب پہنچ گیا۔ اور پھر یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ گیٹ کے قریب

اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔ اس نے پھرتی سے ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور پہل نشست پر بیٹھ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے میٹر ڈاؤن کرتے ہوئے سوالیہ انداز

پا پیچے مڑ کر دیکھا تو ٹائیسگر نے سو کا نوٹ نکال کر ٹیکسی ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔

”دوست۔۔۔ خفیہ کا کام ہے۔۔۔ یہ نوٹ تمہارا۔۔۔ ایک کار کا

ہوشیاری سے بچھا کرنا ہے۔" ٹائیگر نے کہا۔

"بہت اچھا جناب۔۔۔ آپ بے فکر رہیں۔" ڈرائیور فرما کر سے زیادہ ہی مستعد ہو گیا۔

"ٹیکسی ایک طرف کر کے روک لو اور اندر کی تہی بند رکھو۔" ٹائیگر نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے بڑی پھرتی سے ٹیکسی بیک کی اور گیٹ سے ذرا پیچھے کر کے روک دی۔

ٹائیگر کی تیز نظریں گیٹ پر لگی ہوئی تھیں۔ اسے یقین تھا کہ مجرم اس کی تلاش میں ناکام ہو کر واپس لوٹیں گے چونکہ وہ ان کی کار کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ اس لئے وہ مطمئن انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ ویسے احتیاطاً اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے گھٹی موچھیں نکال کر لبوں پر فرٹ کر لی تھیں تاکہ ایک نظر میں پہچاننا نہ جاسکے۔

اور پھر ٹائیگر کا اندازہ درست ثابت ہوا۔ تقریباً دس منٹ بعد مجرموں کی کار آؤٹ گیٹ کی طرف بڑھتی نظر آئی۔ کار میں مس شوگی بھی موجود تھی۔ وہ پچھلی سیٹ پر ایک مجرم کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی جبکہ دو مجرم بائیں سیٹ پر تھے۔ جیسے ہی کار گیٹ کے قریب آئی۔ ٹائیگر نے نیچے جھک گیا اور پھر جیسے ہی کار گیٹ پار کر کے سامنے کی طرف بڑھی۔ ٹائیگر نے ٹیکسی ڈرائیور کو کار کی نشاندہی کرتے ہوئے بڑی ہوشیاری سے ان کا تعاقب کرنے کے لئے کہا۔ ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

وہ واقعی انتہائی ہوشیاری سے کام لے رہا تھا۔ کبھی تو وہ مجرموں کی آگے نکل جاتا اور کبھی پیچھے رہ جاتا۔ اس طرح مجرموں کو اس پر شک ہو سکتا تھا۔ مجرم پہلے تو مختلف سڑکوں پر خواہ مخواہ پکراتے رہے۔ شاید وہ

تب کا پتہ چلانا چاہتے تھے۔ مگر پھر ان کا رخ جیسے ہی بوستان کالونی کی طرف ٹائیگر سمجھ گیا کہ ان کی منزل کونسی ہے۔

"ان کی کار سے آگے نکال لے چلو اور سیدھے بوستان کالونی کی مین پارکٹ پہنچنے کی کوشش کرو۔ ذرا جلدی۔" ٹائیگر نے کہا اور ڈرائیور نے ایکسپریٹ پر دباؤ ڈال دیا۔ نئی ٹیکسی ایک جھکاکھا کر آگے بڑھی اور پھر انتہائی تیز اسی سے دوڑتی ہوئی مجرموں کی کار کو کراس کرتی ہوئی بوستان کالونی کی

میں بڑھتی چلی گئی۔ ڈرائیور لمحہ بہ لمحہ رفتار بڑھاتا چلا گیا۔ مجرموں کی کار کافی پیچھے آئی تھی۔ جلد ہی ٹیکسی بوستان کالونی کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ ٹائیگر نے ٹیکسی مارکیٹ کے قریب رکوائی اور پھر دروازہ کھول کر تیزی سے نیچے اتر آیا۔

"اب تم جا سکتے ہو۔" ٹائیگر نے کہا اور سڑک کراس کے تیزی سے ایک درمیانی گلی میں گھستا چلا گیا۔ وہ مجرموں کے کوٹھی تک

پہنچنے سے پہلے ہی اندر داخل ہو جانا چاہتا تھا۔ درمیانی گلی میں دوڑتا ہوا وہ یہی مجرموں کی کوٹھی کی عقبی دیوار کے قریب پہنچ گیا۔

اور پھر رسمی اور آنکڑہ کی مدد سے وہ چند ہی لمحوں بعد عقبی دیوار کراس کر کے رات کی عقبی سمت میں پہنچ گیا۔ ابھی نگرانی کرنے والے کتوں کو کھولنا نہ گیا تھا۔

لئے ٹائیگر آسانی سے عقبی سمت سے ہوتا ہوا سامنے کے رخ پر آگیا۔ برآمدے کے سامنے پورچ میں ایک مسلح شخص موجود تھا مگر اس کا رخ دوسری طرف تھا وہ

ایدا سے طرف کسی کو دیکھ رہا تھا۔ ٹائیگر دبے پاؤں آگے بڑھا۔ اور پھر برآمدے میں داخل ہو گیا۔ برآمدے کے کونے میں ایک کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا

ٹائیگر ایک لمحے کے لئے جھجکا اور پھر دوسرے لمحے وہ بڑی پھرتی سے دروازے کے اندر داخل ہو گیا۔ اسی لمحے کوٹھی کے چھانک سے باہر کار

کے مارن کی مخصوص آواز سنائی دی۔ بڑھا اور پھر وہ تیزی سے درخت کے اوپر چڑھتا چلا گیا۔ چند ہی لمحوں بعد

ٹائیگر کمرے کے عقبی دروازے کی طرف بڑھا اور پھر اسی طرح مختلف شاخوں میں پہنچ کر وہ ایک دو شاخے پر جم کر بیٹھ گیا۔ کمرے سے ہوتا ہوا وہ ایک ایسی راہداری میں پہنچا جس میں موجود ایکے والے اب وہ آنے جانے والوں کی نظروں سے محفوظ ہو چکا تھا۔ اس نے وہاں پر سرخ رنگ کا لب جمل رہا تھا ٹائیگر نے ایک لمحے کے لئے کمرے کے ہی پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چھوٹا سا باکس نکال کر اس کی مثل وقوع کا جائزہ لیا۔ دوسرے لمحے اس نے انتہائی پھرتی سے کوٹ کی لپکے نہیں لگا ہوا ایرون نکال کر کان میں فٹ کیا اور بجس کا بٹن آن کر دیا۔ بٹن خفیہ جیب سے ایک چھوٹا سا بٹن نکالا اور اسے دروازے اور دلیز کے درمیان ہی اس کے کانوں میں آوازیں آتی شروع ہو گئیں۔

رکھ دیا۔ اسے یقین تھا کہ دروازہ کھلتے ہی وہ اندر جا کر گے گا اور وہ بٹن اتار دے گا۔ آخر یہ ہوا کیسے — تم چار آدمی ہو اور وہ اکیلا تھا — بارٹلے کی تھا کہ جب تک غور سے نہ دیکھا جائے اسے چیک نہ کیا جاسکتا تھا۔ بٹن وہاں رات آواز سنائی دی۔

رکھتے ہی وہ الٹے پیروں واپس ہوا اور انہی کمرے سے ہوتا ہوا جب وہ واپس ”باس — وہ بڑی خاموشی سے ہمارے ساتھ ہوٹل سے باہر آیا۔ مگر برآمدے میں پہنچا تو اس نے شوگی اور دیگر خبرموں کو کارے اتر کر برآمدے کے قریب پہنچتے ہی ہمیں ڈانچے کر نکل گیا — ہم نے اسے بڑا تلاش کیا طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔

”وہ آدمی ہاتھ سے نکل گیا“ — ان میں سے ایک نے برآمدے ”ہوں — پھر تعاقب کا خیال رکھا“ — بارٹلے نے کرخت لہجے میں پوچھا۔ ”جی ہاں — آپ مس صاحبہ سے پوچھ لیں — ہم نے ابھی طرح چیک

”اوہ — پھر تو باس ناراض ہو گا“ — اس مسلح شخص نے تشریف لے لیا۔ ”اس نے جواب دیا۔ ”ہاں بارٹلے — ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا“ — شوگی کی آواز سنائی

”کیا کیا جائے — بس وہ اچانک ہی نکل بھاگا۔“ — اسی شخص نے کہا اور تیزی سے اندر کی طرف چل پڑا۔ شوگی اس کے پیچھے تھی۔ باقی مجرم ایک اور کمرے میں گھستے چلے گئے۔

جیسے ہی برآمدہ خالی ہوا۔ ٹائیگر تیزی سے باہر نکلا اور دوڑتا ہوا عقبی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اور چند لمحوں بعد ہی وہ دیوار پار کر کے باہر پہنچ چکا تھا۔ عقبی دیوار سے تھوڑی دور ایک گھنا درخت تھا۔ ٹائیگر تیزی سے اس درخت

تک نہ تھا۔ دوسرے آدمی نے کہا۔

”اچھا۔ ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔“ بارٹلے نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہا۔ اور پھر چند لمحوں بعد دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ ٹائیٹنگ کا بیٹن خوب کام کر رہا تھا۔ اور اسی بیٹن کی وجہ سے بڑے محفوظ طریقے سے بیٹھا تمام گفتگو سن رہا تھا۔

”مس شوگی۔ مجھے مادام سے بات کرنی پڑے گی۔ مجھے خطرہ ہے کہ اس شخص نے کسی کو اطلاع نہ دے دی ہو۔“ بارٹلے نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم بات کر لو۔ ویسے میرا اندازہ یہی ہے کہ اسے اطلاع دینے کا موقع نہیں ملا کیونکہ وہ میرے فوراً بعد ہی اوپر آ گیا تھا اور اس کمرے میں ٹیلیفون تھا ہی نہیں جو وہ کسی کو اطلاع کرتا۔“ شوگی نے جواب دیا۔

”خدا کرے ایسا ہی ہو۔ بہر حال مادام کو اطلاع تو دینی ہی ہوگی۔“ بارٹلے نے کہا اور پھر خاموشی طاری ہو گئی۔

تقریباً پانچ منٹ تک ہلکی ہلکی کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنائی دیتی رہی۔ پھر بارٹلے کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ مادام۔ بارٹلے پیکنگ۔ اور۔“ بارٹلے بار بار یہی فقرہ دہرا رہا تھا۔

”لیس۔ مادام پیکنگ۔ اور۔“ چند لمحوں بعد ایک توانائی کی آواز سنائی دی۔

”مادام۔ مس شوگی میرے پاس موجود ہے۔ جس وقت میں نے مس شوگی کو آپ کا پیغام دیا۔ اسے ایک آدمی پرزہنگ ہو گا کہ وہ ہماری باتیں

رہا ہے۔ چنانچہ اس نے مجھے اطلاع دی۔ میں نے اس آدمی کے اگلے تین آدمی بھیج دیئے۔ وہ اسے اغوا کر کے ہوٹل سے باہر لے گیا۔ تو لے آئے مگر پھر وہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور۔“

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے شوگی کی نگرانی ہو رہی ہے۔ مگر شوگی تو اپنی ہی تھی۔ پھر ایسا کیوں ہوا۔“ مادام کی تشویش سے پورے آواز سنائی دی۔

”کیا کہہ سکتا ہوں مادام۔ ویسے ہے تو حیرت کی بات۔ اور۔“ بارٹلے نے بھی چونکتے ہوئے کہا۔ اب تک شاید اسے اس بات کا خیال نہ آیا تھا اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ شخص تمہاری کوٹھی سے ہی اس کے پیچھے ہٹا اور اس کا مطلب ہے کہ تمہاری کوٹھی بھی ان کی نظروں میں ہے اور۔“

”اس کے لیے میں شدید الجھن نمایاں تھی۔“

”ممکنہ مادام۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کا کوئی امکان ہی نہیں آتا۔ اور۔“ بارٹلے نے جواب دیا۔

”امکان تو نہیں۔ مگر ہوا ایسا ہی ہے۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے۔ تم راضی کو قتل کرتے وقت ان کی نظروں میں آ گئے کیونکہ پرنس کے

ساتھ ہی انہوں نے راضی کی نگرانی شروع کر دی ہوگی۔ اور پھر اس طرح تمہاری کوٹھی انہوں نے ڈھونڈ نکالی اور پھر جیسے ہی مس شوگی کو کوٹھی سے نکلی۔ ان کا ایک آدمی اس کے پیچھے لگ گیا۔“

”مادام نے تو یہہہ پیش کرتے ہوئے کہا۔“

”ہاں مادام۔ یقیناً ایسا ہی ہوا ہوگا۔ گو میں نے کافی احتیاط سے کام لیا تھا مگر۔۔۔ اور۔“ بارٹلے نے فقرہ ادھورا چھوڑتے ہوئے کہا۔

بڈالا اور پھر وہ ریسپیوٹنگ کس بھی آت کر کے جیب میں ڈال لیا
اس نے سوشج کیا تھا کہ کوٹھی خالی ہونے کے بعد وہ جا کر ٹین دہاں سے
لے آئے گا۔ فی الحال وہ مین مارکیٹ جا کر کوئی ٹیکسی ایجنج کرنا چاہتا تھا تاکہ
ارٹلے جب کوٹھی سے باہر نکلے تو اس کی نگرانی کر سکے۔
چنانچہ وہ تیزی سے نیچے اترا اور تیزی سے مین روڈ کی طرف بڑھتا چلا گیا

”اس کا مطلب ہے اس وقت بھی تمہاری کوٹھی کی نگرانی کی جا رہی ہے
اس لئے تم فوراً یہ کوٹھی چھوڑ دو۔ اور اپنے آدمیوں کو مختلف کوٹھیوں میں منیم
کر دو اور تم خود بھی رہائش جلدی جلدی بدلتے رہو۔ نگرانی کرنے والے تمہاری نگرانی
میں آجائیں گے۔ پھر ان سے پیچھا چھڑا کر یہ کسی کوٹھی میں رہائش رکھی جاسکتی ہے
اور سنو — مس شوگی کو بھی یہی ہدایت کر دو۔ جب تک اس بات کا
یقین ہو جائے کہ تم نگرانی کرنے والوں کو ڈانچ دے چکے ہو — نہ ہی مجھ
سے رابطہ کرنا اور نہ ہی کوئی اقدام کرنا — اور —“ مادام نے ہدایت
دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر مادام — مگر آپ کا صبح والا پروگرام — اور —“ باڈلے
نے کہا۔

”وہ اب مارکس کے ہاتھوں پر را کر دوں گی — میں چاہتی تھی کہ
سر سلطان کو بیک میل کرنے والا مواد کسی لڑکی کے ہاتھ بھیجوں مگر اب مجبوری ہے
اور —“ مادام نے جواب دیا۔

”اور — کے مادام — اور —“

”اور اینڈ آل —“ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی
رابطہ ختم ہو گیا۔

اب ٹائیگر کو مزید تفصیلات حاصل کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اسے
معلوم تھا کہ اب وہ کوٹھی سے نکل کر رہائش بدلیں گے۔ فی الحال وہ مہران
کو اس نئے پروگرام سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے تیزی سے ٹرانسمیٹر
نکالا اور اسے آن کر دیا۔ مگر کافی دیر تک کوشش کرنے کے باوجود دوسری طرف سے
رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ اور آخر کار تنگ آ کر ٹائیگر نے ٹرانسمیٹر آن کر کے جیب

ن سے اکھاڑ پھینکا تھا۔ مگر اب مارٹن سے معلوم ہوا کہ مانیانے جس بروکر
بلور سربراہ یہاں بھیجا ہے۔

چند ہی لمحوں بعد ٹیکسی ڈان ہوٹل کی عظیم الشان عمارت کے سامنے جا کر
مانگی۔ ہوٹل کے دربان نے بڑی پھرتی سے آگے بڑھ کر ٹیکسی کا دروازہ کھولا
یسے ہی عمران باہر آیا وہ جھجک کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اسے شاید ٹیکسی سے عمران
غڈے کی بجائے کسی معزز آدمی کے برابر نہ ہونے کا یقین تھا جس سے اسے بڑی
باموصل ہو جاتی۔ مگر عمران جس میک اپ میں تھا۔ ایسے لوگ ٹیپا مینے کی بجائے
لی ماروینا زیادہ آسان سمجھتے ہیں۔

عمران نے ٹیکسی سے نکل کر پڑے اطمینان سے ایک چھوٹا نوٹ ٹیکسی
ایڈور کی طرف بڑھا دیا اور پھر مراکھین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔
ڈان ہوٹل کی شہرت کچھ اتنی زیادہ نہ تھی۔ اس لئے عمران ٹائپ کے
ب دہاں آتے جاتے رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ دربان نے بھی اسے نہ رکھا۔
روہ ہال میں داخل ہوتے ہی سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔
کاؤنٹر پر ایک گول میٹل چیرے والا ادھیڑ عمر آدمی موجود تھا۔
”مجھے جیس بروکر سے ملنا ہے۔“ مجھے مارٹن کنگ نے بھیجا ہے
ران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

”بھاگ جاؤ۔“ اتنے بڑے بڑے نام لینے والے زیادہ عرصہ زندہ
ہیں رہتے۔“ کاؤنٹر میں نے بڑی لاپرواہی سے جواب دیا۔
مگر دوسرے لمحے اس کے حلق سے ایک طویل چیخ نکل گئی۔ عمران نے
بلی کی سی تیزی سے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر اسے کاؤنٹر کے اوپر
سے گھسیٹ لیا تھا۔ کاؤنٹر میں نیچے گرتے ہی تیزی سے اٹھا مگر اسی لمحے عمران کی

عمران مارٹن کنگ کے ہوٹل سے نکل کر سیدھا جیس بروکر کی
طرف گیا۔ مارٹن سے جب جیس گھنٹا کر رہا تھا تو عمران نے محسوس کیا تھا کہ
اس کے ساتھ کوئی اور شخص بھی موجود ہے اور اس کی جھٹی جس کہہ رہی تھی کہ وہ
شخص مارکس ہو سکتا ہے۔ دی گینگ کا نمبر ٹو۔ اور عمران سوچ رہا تھا کہ اب
اسے جیس کے ذریعے ہر حالت میں مارکس کا پتہ چلانا پڑے گا۔ اگر وہ مارکس تک
پہنچ گیا تو پھر مادام دی کو ڈھونڈ نکالنا مشکل نہ ہو گا۔

پتا پتہ وہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا یہی سوچ رہا تھا جبکہ ٹیکسی تیزی سے
ڈان ہوٹل کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ جیس بروکر کی دار الحکومت میں موجودگی
بھی عمران کے لئے ایک انکشاف کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس نے کچھ عرصہ پہلے ہی
مانیا کے خلاف کام کیا تھا اور اس کے مقامی سربراہ جاگر سمیت پوری تنظیم کو

لات گھومی اور کاؤنٹر میں ہوا میں اڑتا ہوا مال میں موجود ایک میز پر جا کر۔
ہال میں موجود انسداد اپنی اپنی کرسیوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

کاؤنٹر میں کاہیہ حشر دیکھ کر ہوسٹل کے بیرے تیزی سے گھیرا ڈال کر عمران
کی طرف بڑھنے لگے۔ ان کے تینوں رخاے خطرناک تھے۔ وہ تعداد میں پانچ تھے۔
اور رخاے سخت جسموں کے مالک نظر آتے تھے۔ کاؤنٹر میں اب اٹھ کر اپنے
منہ سے پینے والا خون پونچھ رہا تھا۔

”سنو — مجھے صرف جہیں بروکر سے ملنا ہے“ — عمران نے اپنی طرف
بڑھتے ہوئے بیروں سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ابھی ملاتے ہیں — تم جیسے بدعاشوں سے ملنے کے لئے اس جہنم
میں جانا پڑے گا“ — ایک بیرے نے کدخت لہجے میں کہا۔ اور اس کے
ساتھ ہی ان پانچوں نے بیک وقت عمران پر چھلانگیں لگا دیں۔ ان کا انداز
بڑا چمکا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ لڑنے بھڑنے کے فن میں خاصی مہارت
رکھتے ہوں۔

مگر ظاہر ہے ان کے مقابلے پر عمران تھا۔ اس لئے ان کی مہارت
ان کے کسی کام نہ آ سکی۔ جیسے ہی ان پانچوں نے عمران پر حملہ کیا۔ عمران
نے الٹی قلابازی کھائی اور اچھل کر کاؤنٹر کے دوسری طرف پہنچ گیا اور وہ پانچوں
اپنے ہی زور میں کاؤنٹر سے اٹھ کر اپنے کاؤنٹر سے ٹکرا کر وہ جیسے ہی نیچے گرے
عمران نے ایک بار پھر چھلانگ لگائی اور کاؤنٹر کے اوپر سے اڑتا ہوا ان کے
سامنے آکھڑا ہوا۔ اب پوزیشن یہ تھی کہ ان پانچوں کی پشت کاؤنٹر کی طرف
تھی جبکہ عمران ہال کی طرف پشت کئے ان کے سامنے کھڑا تھا۔ ان میں سے
دو کی ناک سے خون بہہ رہا تھا وہ شاید براہ راست کاؤنٹر سے جا ٹکرائے تھے۔

دوسرے لمحے عمران نے انہیں دوبارہ حملہ کرنے کا موقع نہ دیا۔ وہ اپنی
یڑی پر لٹو کی طرح گھوما اور اس کی دوسری لات کسی تلوار کی طرح دوویڑوں
لی پسلیوں میں پوری قوت سے پڑی اور ان دونوں کے حلق سے طویل پینیں
کل گئیں۔ اسی لمحے عمران نے اچھل کر ایک کا بازو پکڑا اور پھر اسے یوں
بھپٹ کر دونوں ہاتھوں سے سر پر اٹھالیا جیسے وہ شخص گوشت اور ہڈیوں کی
بجائے تنکوں کا بنا ہوا ہو۔ اس نے پوری قوت سے اس ویڑ کو اپنے سر پر
لگھایا اور پھر باقی ویڑوں پر دے مارا۔ چپکے کھانے والا ویڑ نہ صرف خود گرا بلکہ
اپنے ساتھ تین دوسرے ویڑوں کو بھی لیتا گیا۔

اب وہ پانچوں فرس پر تھے اور عمران ان کے سر پر کھڑا تھا۔ پھر
عمران نے اپنا مخصوص ناخ شرمع کر دیا۔ وہ دونوں پیروں پر اچھلتا اور پھر اس
کے بوٹ کی ٹھوکریں دوویڑوں کے چہروں پر پوری قوت سے پڑتیں۔ اس کے
انداز میں اتنی تیزی تھی کہ اس نے ان پانچوں میں سے ایک کو بھی اٹھنے نہ دیا۔
در زیادہ سے زیادہ دو منٹوں بعد وہ پانچوں اپنے جڑے تڑوا کر کاؤنٹر کے
سامنے فرش پر پڑے ہوئے تھے۔

پلو سے ہال میں موت کی سی خاموشی طاری تھی۔ سب لوگ عمران کو یوں
دیکھ رہے تھے جیسے وہ انسان کی بجائے مریخ کا باشندہ ہو۔ اتنی پھرتی اور تیزی
اور مہارت کی شاید وہ کسی انسان سے توقع ہی نہیں رکھتے تھے۔

لفٹ کے قریب دو غیر ملکی موجود تھے۔ وہ بڑے اطمینان سے عمران کی
لڑائی دیکھ رہے تھے۔ دونوں کے چہروں پر گہری دلچسپی کے آثار نمایاں تھے
جیسے ہی عمران نے اپنی حرکت بند کی ان میں سے ایک جس نے سر پر بیٹ پیہن
رکھا تھا۔ تیزی سے آگے بڑھا۔

”میرا نام جیس بروکر ہے۔ کیا تم مجھ سے ملنے آئے تھے۔“ ہرٹ دلے نے کہا۔

”اوہ۔ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ یہ لوگ خواہ مخواہ میرے ہاتھوں مارے گئے۔“ میرا نام فیروز ہے اور مجھے مارٹن کنگ نے بھیجا ہے۔“ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں ہاتھ بھاڑتے ہوئے کہا۔
 ”اوہ۔“ تو تم ہی وہ فیروز ہو جس کی تعریف مارٹن نے کی تھی۔ واقعی تم انتہائی تیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔“ او میرے ساتھ۔“ جیس نے بڑی تسکینی نظروں سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
 اور عمران اس کے ساتھ لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔

”تم بھی آؤ مارکس۔“ جیس بروکر نے دوسرے غیر ملکی سے کہا اور اس نے سر ملادیا۔ اور عمران کو مارکس کا نام سن کر حقیقت بڑی مسرت ہوئی کیونکہ اب مادام وی اسے اپنے قریب آتی ہوئی نظر آرہی تھی مگر اس نے پھرے کو بالکل سپاٹ ہی رکھا۔

تھوڑی دیر بعد عمران تیسری منزل کے ایک کمرے میں ان دونوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

”ہاں۔“ پہلے یہ بتاؤ کہ تمہیں وی کینگ کے متعلق کیسے علم ہوا کہ وہ آجکل اس ملک میں کام کر رہا ہے۔“ جیس نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔
 ”میں نے راج تھکر میں سنا تھا۔“ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں کہا۔

”ہوں۔“ اچھا یہ بتاؤ کہ مقامی سیکرٹ سروس سے تمہارا کیا تعلق ہے۔“ جیس نے پوچھا۔

”کوئی تعلق نہیں۔“ عمران نے جواب دیا۔
 ”مگر مارٹن نے تو کہا تھا کہ تم سیکرٹ سروس سے متعلق رہے ہو۔“
 سن نے الجھے ہوئے بیچے میں کہا۔

”میرا اس سے براہ راست تعلق تو نہیں البتہ میرا استاد سیکرٹ سروس سے تعلق تھا۔“ میں نے مارشل آرٹ کی ٹریننگ اسی سے حاصل کی تھی۔ وہ بے مرچکا ہے۔“ عمران نے اسی طرح سپاٹ بیچے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”کیا تم مقامی سیکرٹ سروس کے ممبران کو جانتے ہو۔“ مارکس نے پہلی زبان کھولی۔

”ہاں۔“ ابھی طرح جانتا ہوں۔“ عمران نے جواب دیا۔
 ”تم وی کینگ میں کیوں شامل ہونا چاہتے ہو۔“ مارکس نے ہی پوچھا۔
 ”صرف شوق کی خاطر۔“ میں کسی ایسی تنظیم میں شامل ہونا چاہتا ہوں جو بین الاقوامی نوعیت کی ہو اور حکومتوں کے تختے الٹنے جیسے شاذ ارا کام کرتی ہو۔“ عمران نے جواب دیا۔
 ”اسی لمحے عمران کو اپنی کلائی پر ہلکی ہلکی ضربیں لگتی ہوئی محسوس ہوئیں۔
 وہ سمجھ گیا کہ کسی کی کال آئی ہے۔“ مگر یہاں پولیشن ایسی تھی کہ وہ کال سن نہ سکتا تھا۔

”مارٹن کو کب سے جانتے ہو۔“ اچانک جیس نے پوچھا۔
 ”تم نے تو میرا یوں انٹرویو لینا شروع کر دیا ہے جیسے مجھے کسی دفتر میں کلرک بھرتی ہونا ہو۔“ میں اس ٹائپ کا آدمی نہیں ہوں۔“ سناتا تم نے۔“ اچانک عمران ہتھ سے ہی اکھڑ گیا۔
 ”اوہو۔ تم تو ناراض ہو گئے دوست۔“ آخر اتنے بڑے کام

کے لئے کسی سے سفارش کرنے سے پہلے ہمیں تفصیلی چھان بین تو کرنی ہی ہوتی ہے۔“ ہمیں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
 ”کلائی پر مڑیں مسلسل لگ رہی تھیں۔

”اس کے باوجود مجھے اس قسم کا انٹرویو پسند نہیں۔ تم صرف مجھے اس گینگ کے آدمی سے بلو ادو۔ میں اپنی صلاحیتوں سے انہیں قائل کر لوں گا کہ میں ان کے گینگ کے لئے کارآمد ہوں یا نہیں۔ میں اتنا سا کام ہے۔ تم ہاں یا نہ میں جواب دو۔ میں ذرا ٹائٹل تک ہو آؤں۔“

عمران نے سخت لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے اٹھ کر ٹائٹل کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ کلائی پر سگنے والی مسلسل مڑیں بتا رہی تھیں کہ کوئی اہم کال ہے۔

عمران نے پھرتی سے ٹائٹل کا دروازہ بند کیا اور پھر اس نے ٹائٹل کے آخری کونے میں جا کر کلائی میں پہنی ہوئی گھڑی کا ونڈیشن مخصوص انداز میں دوبارہ کھینچ کر دبا دیا۔ دوسرے لمحے ڈاکٹر پر سبز رنگ کا لفظ چمکنے لگا۔

”ہیلو۔۔۔ اور۔۔۔“ عمران نے گھڑی کو منہ سے لگاتے ہوئے کہا اور پھر اسے کان سے لگا لیا۔

”ٹائیگر سپیکنگ۔۔۔ اور۔۔۔“ دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

”کیا بات ہے۔۔۔ جلدی بتاؤ۔۔۔ میرے پاس وقت بہت کم ہے۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

”عمران صاحب۔۔۔ مس شوگ بوستان کا لوئی کی کوٹھی سے میک اپ

محل آئی ہے۔ اور اب ہوٹل منگول کی دوسری منزل کے کمرہ نمبر انیس نیم ہے۔ یہاں اس کا نام شامل ہے۔ میں نے بھی اسی ہوٹل میں لے لیا ہے۔۔۔ یہاں اس کا فون آیا ہے۔ فون کرنے والا بوستان کی اسی کوٹھی میں رہائش پذیر ایک غیر ملکی بارٹلے ہے۔ اس نے کہا ہے کہ وہ صبح سات بجے گلبرگہ کا لوئی کی کوٹھی نمبر چالیس میں رپورٹ ہے۔۔۔ وہاں کوئی مادام اسے کوئی چیز دے گی جسے اس نے سر سلطان بچا نا ہے۔۔۔ اور۔۔۔“ ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”سر سلطان۔۔۔ یعنی اپنے سر سلطان۔۔۔ عمران نے حیرت سے لہجے میں جواب دیا۔

”جی ہاں۔۔۔ بارٹلے نے سیکرٹری وزارت خارجہ سر سلطان کا نام لیا۔۔۔ اور۔۔۔“ دوسری طرف سے ٹائیگر نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ مگر وہ کیا چیز ہے۔۔۔ اور۔۔۔“ عمران نے پوچھا۔

”تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔۔۔ صرف اتنا پتہ چلا ہے کہ مادام نے سلطان پر اپنا کوئی مخصوص حربہ استعمال کیا ہے۔۔۔ اور۔۔۔“ ٹائیگر نے بتا دیا۔

”اوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔ ایسا کرو کہ تم شوگی کو چھوڑ کر بارٹلے کی نگرانی کرو۔۔۔ اگر یہ وہی بارٹلے ہے جسے میں جانتا ہوں تو یہ انتہائی خطرناک ہے۔ اس کی مکمل نگرانی ہونی چاہیے۔۔۔ اور۔۔۔“ عمران نے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

”بہتر جناب۔۔۔ اور۔۔۔“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”اور اینڈ آل۔۔۔“ عمران نے جواب دیا اور پھر گھڑی کے ونڈیشن

کو مخصوص انداز میں دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

”ٹائیسگر نے حیرت انگیز خبر سنا لی تھی کہ مادام نے سر سلطان پر کوئی حربہ آزمایا ہے۔ بہر حال اسے مادام کی رہائش گاہ کا علم ہو گیا تھا اور یہی وہ چاہتا تھا۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اب اسے جیس کی سفارش کی ضرورت نہ رہی تھی۔ چنانچہ وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ مگر جیسے ہی وہ دروازے کے قریب پہنچا، اچانک کی ہول سے سفید رنگ کی ایک گیس کسی دھار کی طرح اندرائی اور پھر تیزی سے پھیلتی چلی گئی۔

عمران کی نظریں چونک چوٹیں اور پر لگی ہوئی چٹخنی کی طرف تھیں۔ اس لئے وہ گیس کو اندر آتے نہ دیکھ سکا۔ البتہ جیسے ہی اس نے چٹخنی پر ہاتھ رکھ کر اسے کھولنا چاہا اسے گیس کی بوجھل محسوس ہوئی۔ اس نے تیزی سے چٹخنی کھولی اور سانس بولنے کی کوشش کی مگر اسے شاید کافی دیر ہو چکی تھی۔ زود اثر گیس نے اپنا اثر دکھانے شروع کر دیا تھا اور پھر عمران آدھا دروازہ ہی کھول پایا تھا کہ اس کے دماغ پر لڑھکے چھاتے چلے گئے اور وہ دھڑام سے وہیں دروازے کے سامنے ڈھیر ہو گیا۔

”مادام — میں نے پرس کو قتل کر لیا ہے“ — مارکس نے مسرت سے چپکتے ہوئے کہا۔

”پرس کو قتل کر لیا ہے — وہ کیسے“ — مادام نے بے اختیار پوچھا۔

”مادام — میں آپ کے حکم کے مطابق جمیں بروکر سے ملنے گیا۔ وہاں ابھی میں اس سے بات چیت کر رہا تھا کہ اچانک یہاں کے مشہور غنڈے مارٹن کنگ کی کال آئی۔ اس نے کسی شخص فیروز کا ذکر کیا کہ وہ ہمارے گینگ میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہ وہ سیکرٹ سروس کے ممبران کو بھانتا ہے۔ اس پر میں کھٹک گیا۔ چنانچہ میرے اشارے پر جمیں نے اس شخص کو بلوایا۔

وہ شخص جب ہمارے پاس پہنچا تو اس کے چلنے کا انداز جانا بیجانا معلوم ہو رہا تھا۔ بہر حال میں اور جیسے اسے کرے میں لے آئے اور اس سے بوجھ بکھڑکھڑایا۔ وہ قدرے گھبرا گیا۔ ابھی ہماری پوچھ گچھ جاری تھی کہ اچانک وہ اٹھ کر ٹوائٹ میں گھس گیا جس پر میرا شک بڑھ گیا۔ میں نے اپنے شک کا اظہار جب جیسے سے کیا تو اس نے تیزی سے اٹھ کر ایک مٹین کا بٹن آکر کر دیا۔ وہ چونکہ مافیا سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے اس نے اپنے پورے اپارٹمنٹ میں خفیہ ٹرانسمیٹر کا جال بکھایا ہوا ہے۔ اس طرح ہم ٹوائٹ میں پونے والی گفتگو سے آگاہ ہو گئے۔ وہاں پرنس نے کسی کی طرف سے ٹرانسمیٹر کا موصول کی مجھے افسوس ہے کہ کال کا آخری حصہ سنا جاسکا جس کا فقرہ یہ تھا کہ بارٹلے کی نگرانی کی جائے۔ وہ خطرناک شخص ہے۔ بہر حال میرے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ چنانچہ میرے کہنے پر جیسے نے کی ہول سے زود اثر بے ہوش کر دینے والی گیس اندر داخل کی اور پرنس بے ہوش ہو کر دروازے میں گر گیا۔ مارکس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”مگر یہ کس طرح پتہ چلا کہ وہ پرنس ہے۔ کیا اس نے زبان کھول دی؟“ — مادام نے پوچھا۔

”نہیں مادام — وہ تو اب تک مسلسل بے ہوش ہے۔ بعد میں میں نے اسے طویل بیہوشی کا انکیشن لگا دیا تھا۔ کیونکہ وہ انتہائی خطرناک شخص تھا اور خدشہ تھا کہ ہوش میں آنے کے بعد وہ ہمارے ہاتھوں سے نکل نہ جائے۔“

مارکس نے جواب دیا۔

”تو پھر“ — مادام نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔

”مادام — جب پرنس کو بے ہوش کر دیا گیا تو میں نے اس کا میک اپ

یک کیا۔ پہلے تو ہم نے ہر ممکن کوشش کر لی مگر میک اپ صاف نہ ہوا مگر میک اپ مارکس کی صلاحیتوں کو جانتی ہیں۔ میں مسلسل کوشش میں لگا رہا اور فرکارڈی پلاٹوائٹ ۳۶ فارمولہ جب استعمال کیا گیا تو میک اپ صاف ہو گیا۔ پرنس کی اصل شکل سامنے آگئی۔“ — مارکس نے جواب دیا۔

”اوه — تو اس طرح پرنس یا عمران کا پتہ چلا۔“ — مادام نے ایک ویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں — میک اپ صاف کرنے میں تین گھنٹے لگ گئے۔ جب ایک اپ صاف ہو گیا تو پھر میں بے ہوشی کے عالم میں ہی اسے یہاں لے آیا ہوں۔ اب وہ نیچے تہہ خانے میں موجود ہے۔“ — مارکس نے جواب دیا۔

”اوه — وہ کب ہوش میں آئے گا۔“ — مادام نے پوچھا۔

”ابھی اسے ہوش میں آنے کے لئے ایک گھنٹہ مزید چاہیے۔“ — مارکس نے جواب دیا۔

”چلو ٹھیک ہے — ایک گھنٹہ بعد اس سے بھی بات ہو جائے گی۔ ویسے میں نے بھی ایک ڈاکھیل ہے۔ اور میں اس میں کامیاب بھی رہی ہوں یہ دیکھو۔“ — مادام نے میز کی دراز سے ایک لٹافہ نکال کر مارکس کے سامنے ڈال دیا۔

مارکس نے لٹافہ کھول کر اس میں سے تصویریں نکال لیں اور انہیں غور سے دیکھنے لگا۔

”یہ بوڑھا کون ہے مادام۔“ — مارکس نے پوچھا۔

”یہ وزارت خارجہ کا سیکرٹری سر سلطان ہے۔“ — سیکرٹ سروس کا سرکاری انچارج — مادام نے مکرانے ہوئے کہا۔

جب عمران، مارکس اور جنیس کے ساتھ لفٹ پر سوار ہو کر اوپر چلا گیا اور
ہال میں پھیلی ہوئی ابتری دور ہو گئی تو کیپٹن شکیل تیزی سے گیرسی کی طرف
بڑھا۔ یہاں ٹیلیفون بوتھ موجود تھا۔ وہ ایکسٹو کو اس بارے میں بتانا چاہتا
تھا۔ کئے ڈال کر اس نے جیسے ہی نمبر گھمایا دوسری طرف سے ریسپور اٹھا لیا

گیا۔
”کیپٹن شکیل سپیکنگ“ — کیپٹن شکیل نے مودبانہ لہجے میں کہا۔
”یس“ — دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”سر — میں ہوٹل ڈان سے کال کر رہا ہوں — ابھی ابھی عمران
ایک غنڈے کے میک اپ میں یہاں آیا ہے۔ یہاں اس کی ویٹروں سے
بھر پور جنگ ہوئی ہے اور اب وہ ایک شخص جنمیں کے ساتھ اوپر اس کے کمرے
میں گیا ہے“ — کیپٹن شکیل نے کہا۔

”عمران“ — ایکسٹو کے لہجے میں حیرت تھی۔

”جی ہاں — میں نے اسے اس کے لڑنے کے انداز سے پہچانا ہے“
کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

”یہ جیس کون ہے — جن سے عمران ملے گیا ہے“ — ایکسٹو نے
پوچھا۔

”مجھے اس کے بارے میں زیادہ معلومات تو نہیں ہیں۔ البتہ اتنا معلوم
ہے کہ وہ زیر زمین سدر گریوں میں ملوث ہے — یہیں ہوٹل ڈان
کی تیسری منزل پر رہتا ہے“ — کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

”اچھا — ایسا کرو جب عمران چلا جائے تو اس جیس کے متعلق مکمل
تفصیلات حاصل کر کے مجھے رپورٹ کرو“ — ایکسٹو نے اسے ہدایت کی

سیکورٹ سروس کے عمران آجکل در بدر ہوئے پھر رہے تھے ایکسٹو
نے ان سب کو مختلف ہوٹلوں میں مختلف میک اپ میں رہنے کا حکم دیا تھا
اور کیپٹن شکیل عام غنڈے کے میک اپ میں آجکل ہوٹل ڈان میں ڈیرہ ڈالے ہوئے
تھا۔ جس وقت عمران فیروز کے روم میں ہوٹل ڈان میں داخل ہوا تھا اس وقت کیپٹن
شکیل ہوٹل کے ہال میں موجود تھا۔ پہلے تو وہ عمران کو نہ پہچان سکا۔ کیونکہ عمران
باسکل نے میک اپ میں تھا۔ مگر جب عمران کی ویٹروں کے ساتھ لڑائی ہوئی
تو وہ عمران کا انداز پہچان گیا۔ مگر وہ اطمینان سے ہال میں بیٹھا رہا اور اس نے
اس بات میں کوئی دخل نہ دیا۔ سیکرٹ سروس کے عمران کی تربیت ہی اس
انداز میں کی گئی تھی کہ وہ بغیر کسی خاص ضرورت کے کسی بھی بات میں دخل نہ
دیتے تھے۔

”مہتر جناب“ — کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

ابھی دیر تھی مگر اس کم بہت نے پانچ ویٹروں کو ناکارہ کر دیا ہے۔ اس لئے نے فوری طور پر ہمیں بلا لیا ہے — رچرڈ بھی بس ابھی پہنچے ہی والا ہو گا۔ نے کہا۔

”اوہ — کے — میں تمہاری رپورٹ کا انتظار کروں گا“ — امیٹو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ریسپورر رکھ دیا۔
رابطہ ختم ہوتے ہی کیپٹن شکیل نے تیزی سے ریسپورر ہک پر ڈالا اور پھر فون بوتھ سے باہر نکل آیا۔

”اوہ — اچھا — میں اس کا انتظار کر لیتا ہوں“ — کیپٹن شکیل نے اور واپس مڑ گیا۔

پھر جیسے ہی وہ ہال میں پہنچا اس نے رچرڈ کو مین گیٹ میں داخل ہوتے دیکھا۔ سادہ لباس میں تھا اور اس کا رخ راہداری کی طرف تھا۔ ظاہر ہے اس نے اپنے کمرے میں جا کر یونیفارم پہنی تھی۔

”ارے — مہتر سلطان — آپ یہاں کیسے گھوم رہے ہیں“ — پڑنے کیپٹن شکیل کو دیکھتے ہی مسکرا کر پوچھا۔

”تمہیں پوچھتا پھر رہا تھا“ — کیپٹن شکیل نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ — خیریت — مجھے کیا کام پڑ گیا“ — رچرڈ نے کہا۔ وہ دونوں راہداری میں چلتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھے۔

”مجھے یہاں رہنے والے ایک شخص جیمس کے متعلق تفصیلات چاہئیں“ — لیڈن شکیل نے کہا۔

”جیمس بروکر“ — رچرڈ نے ٹھٹھک کر رکتے ہوئے کہا۔

”بروکر ہی ہو گا جو تیسری منزل کے دس نمبر کمرے میں رہتا ہے“ — کیپٹن شکیل نے کہا۔

”مہتر سلطان — وہ انتہائی خطرناک شخص ہے — میرا مشورہ ہے کہ آپ اس کے چکر میں نہ پڑیں“ — رچرڈ نے پریشان لہجے میں کہا۔

فون بوتھ سے باہر نکل کر وہ سیدھا اس راہداری میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس نے یہاں آتے ہی ایک ویٹر سے دوستی لگا لی تھی اور اس کا ایک ایسا کام بھی کر دیا تھا جس کی وجہ سے وہ کافی پریشان تھا۔ اس لئے اسے یقین تھا کہ وہ ویٹر جیمس کے متعلق اسے تفصیلات بتا سکے گا۔

ویٹروں کا کمرہ اس راہداری کے آخر میں تھا۔ وہ سیدھا اس کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جیسے ہی وہ دروازے کے قریب پہنچا۔ ایک ویٹر باہر آیا۔ ”سنو“ — رچرڈ اس وقت کہاں ملے گا“ — کیپٹن شکیل نے اس ویٹر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”رچرڈ ویٹر“ — ویٹر نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔
”ہاں ویٹر — مجھے اس سے ضروری کام ہے“ — کیپٹن شکیل نے کہا۔

”اگر کوئی لڑکی چاہیے تو مجھے بتاؤ — میرے پاس رچرڈ سے زیادہ اچھا مال ہے“ — ویٹر نے کیپٹن شکیل کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔
”ارے یہ بات نہیں — ایک ذاتی کام ہے“ — کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ — یہ بات دوسری ہے — اس کی ڈیوٹی شروع ہونے

”سلطان صاحب — میں آپ کو بتا تو دیتا ہوں مگر یہ خیال رہے کہ نام کہیں نہ آئے ورنہ میری موت یقینی ہو جائے گی“ — رچرڈ نے سزودہ انداز میں کیپٹن شکیل کے قریب آتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ انتہائی دشنام تھا۔

”تم بے فکر رہو رچرڈ“ — کیپٹن شکیل نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”جیمس بروکر بدنام زمانہ تنظیم مافیا کا مقامی سربراہ ہے“ — رچرڈ نے خفا سے کہا اور کیپٹن شکیل بھی اس انکشاف پر بری طرح اچھل پڑا۔ اس کے ذہن کے کسی گوشے میں ایسی بات کا تصور تک نہ تھا۔

”کیا تم سچ کہہ رہے ہو“ — کیپٹن شکیل نے یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔

”میں درست کہہ رہا ہوں جناب — اس ہوٹل میں مجھے ہی صرف اس بات کا علم ہے اور مجھے بھی بس اتفاق سے اس بات کا علم ہو گیا۔ یہ انتہائی خطرناک تنظیم ہے — اگر جیمس کو پتہ چل گیا کہ مجھے اس کی ملکیت کا علم ہے تو وہ یقیناً مجھے مجھ کی طرح مسل دے گا“ — رچرڈ نے وفزدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم بے فکر رہو — تمہارا نام نہ آئے گا — مگر کیا یہ کمرہ ہی اس کا بیڈ کوارٹر ہے“ — کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

”ہاں — اور اس میں اس نے بڑے ضخیم انتظامات کر رکھے ہیں۔ کمرے سے نکلنے کے لئے اس نے ایک ایسا مخصوص راستہ بنایا ہوا ہے جو عین گلی میں نکلتا ہے — اور آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ ہوٹل بھی مافیا کی ملکیت

”اسے چھوڑو — یہ میرا مسئلہ ہے — اگر تم اس کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو تو تمہاری“ — کیپٹن شکیل نے کہا۔

”اچھا — مسٹر سلطان — میں نے دوستی کا فرض ادا کر دیا آپ کو آگاہ کر دیا — آپ کا مجھ پر احسان ہے اس لئے میں آپ کو تمام تفصیلات بتا دوں گا — مگر یہاں نہیں — آپ اپنے کمرے میں جائیں میں اسی منزل کی ڈبلٹی لے لیتا ہوں۔ پھر آپ کے کمرے میں آکر بتاؤں گا“ — رچرڈ نے جواب دیا۔

”اوکے — ذرا جلدی آنا — میں انتظار کر رہا ہوں“ — کیپٹن شکیل نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی جیب سے پچاس کا نوٹ نکال کر رچرڈ کو جیب میں گھسیٹ دیا۔

”ارے — ارے — یہ کیا کر رہے ہیں آپ — مجھے شرمندہ کرتے ہیں“ — رچرڈ نے نوٹ واپس نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں — اسے رکھو۔ میں اپنی خوشی سے بے رہا ہوں“ — کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر ہال کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ تقریبی دیر بعد وہ لفٹ کے ذریعے ہوٹل کی آٹھویں منزل میں اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ رچرڈ نے جس انداز میں جیمس بروکر کے متعلق بات کی تھی اس لحاظ سے اسے یقین تھا کہ کوئی سچ نکال دینے والا ہی انکشاف ہو گا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد دروازے پر دستک ہوئی۔

”آجائو — دروازہ کھلا ہوا ہے“ — کیپٹن شکیل نے بلند آواز سے کہا اور رچرڈ دروازہ کھول کر اندر آگیا۔ اس نے بڑے محتاط انداز میں دروازہ بند کر کے اسے لاک کیا اور پھر وہ کیپٹن شکیل کی طرف بڑھا۔

ہے۔ ” — رچرڈ نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔۔۔ واقعی دلچسپ بات ہے۔" کیپٹن شکیں نے کہا۔

”آپ اس بیگز میں نہ پڑیں سلطان صاحب — یہ لوگ انتہائی خطرناک
ہیں — انسان کو مکھی سے بھی زیادہ احمیت نہیں دیتے“ — رچرڈ نے
ایک بار پھر مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں۔۔۔ میں تو اپنے ایک دوست کے بارے میں غور کر رہا تھا۔۔۔ آج میں نے اسے جیمس سے ملنے دیکھا۔ وہ اس کے ساتھ اس کے کمرے میں گیا تھا۔“ کیپٹن ٹینکسٹن نے ٹالے ہوئے کہا۔

”ادہ — تو پھر آپ اس دوست سے دور رہیں — یہ میرا مشورہ ہے — اچھا مجھے اجازت — آج میری ڈیوٹی جیس نے بیچر والی منزل پر لگائی ہے — میں صرف آپ کو تفصیلات بتانے آگیا تھا ایسا نہ ہو کہ جیس مجھے طلب کرے اور میں نہ پہنچوں تو پھر میری خیر نہیں“ — رچرڈ نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”اچھا سنو رچرڈ — ایک اور احسان کرو مجھ پر — ذرا جیس کے کمرے میں سُن گئی لو کہ میرا دوست وہاں کیا کر رہا ہے — وہ ایک غلطی کے روپ میں ہے“ — کیپٹن شکیں نے کہا۔

”اچھا۔۔۔ میں دیکھتا ہوں۔۔۔ اگر آپ کا دوست وہاں موجود ہوا تو میں آپ کو کچھ بتا سکوں گا۔۔۔ آپ میرا انتظار کریں۔“ رچرڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

کیپٹن نسکیل سوچ رہا تھا کہ آخر عمر ان غنڈے کے دوپ میں مافیا کے سربراہ سے ملنے کیوں آیا ہے جبکہ ایکٹو کو بھی ہمیں کے بارے میں علم نہیں ہے۔

مرحالہ وہ خود مداخلت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایکسٹرنل نے اس کے ذمہ جو کام لگایا تھا اس نے کر لیا تھا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ عمران کے متعلق رپورٹ مل جائے تو بیوروہ ایکسٹرنل سے رابطہ قائم کرے۔

اور پھر تقریباً ایک گھنٹہ مزید اسے انتظار کرنا پڑا۔ پھر چرڈو اندر داخل ہوا۔ مگر اس کا چہرہ دیکھتے ہی کیپٹن شکیل چربک کو کھڑا ہو گا۔

”سلطان صاحب آپ کا دوست مصیبت میں ہے۔ ہمیں بروکر اور اس کے ساتھی نے اسے بے ہوش کر دیا ہے اور وہ اس کا میک اپ صاف کر رہے ہیں۔“ رچرڈ نے سرگوشیاً نہ لہجے میں کہا۔

”ارے۔۔۔ وہ کیسے۔۔۔ تمہیں کیسے پتہ چلا۔“ کیٹیٹن تشکیل نے

حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مجھے اس طرح پتہ چلا کہ جیسے نے مجھے بلا کر ایک دوالا لے کے لئے بھیجا۔ مگر اس نے مجھے دروازہ میں ہی کھڑا کر کے وہ کاغذ دیا تھا جس پر دو اکٹھی ہوئی تھیں۔ مگر میری نظریں فرش پر پڑے ہوئے تھیں۔ دوست پر ہلکی گئیں۔ دوسرا آدمی تو لے سے تھیں۔ دوست کا منہ رگڑ رہا تھا۔ میں جب دوالے لے کر میٹریکل سٹور پر پہنچا تو میٹریکل سٹور والے نے مذاقاً مجھے کہا کہ تمہارے کسی گاہک کو میک اپس تیار کروا کر دینا۔“

”اودہ — وہ دو اتم نے کب لاکروسی ہے“ — کیپٹن ٹشکیل نے

کہا۔ ”دس منٹ ہوئے ہیں۔۔۔ دو لانے کے بعد مجھے ایک اور گاہک کو سرو کرنا پڑ گیا۔ اب میں فرصت ملتے ہی تمہارے پاس دوڑ آیا ہوں۔“ رعد نے کہا۔

وہ آدمی تیزی سے کار کی پچھلی نشست پر سوار ہو گیا۔ اور دوسرے لمحے کار بڑی سے بیک ہوئی اور پھر شمال کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ مناسب فاصلہ دے کر کیپٹن شکیل نے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ وہ اس بارے میں خاصا محتاط تھا۔

منحلت سڑکوں سے گزرنے کے بعد کار رگمیز کا لوٹی میں داخل ہو گئی اور پھر کار ایک کوچھی کے گیٹ پر رک گئی۔ ڈرائیور نے نیچے اتر کر کال ہیل کا بٹن دیا یا اور چند لمحوں بعد چھانک کھل گیا۔ کار وہیں رکی رہی البتہ وہی آدمی عمران کو کا ندھے پر لادے چھانک کے اندر داخل ہو گیا۔ اور پچھانک بند ہوتے ہی کار والا واپس بلا گیا۔

کیپٹن شکیل چند لمحے وہیں رک رہا اور پھر اس نے کار موڑی اور کا لوٹی کی مین مارکیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اب وہ جلد از جلد اکیسٹو سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ مین مارکیٹ میں اسے ایک فون بوٹھ نظر آگیا اور کیپٹن شکیل نے کار روکی اور نیچے اتر کر سیدھا فون بوٹھ میں داخل ہو گیا۔

”کیپٹن شکیل پیلیگ“ رابطہ قائم ہوتے ہی کیپٹن شکیل نے کہا۔
”ہیں — کیا رپورٹ ہے“ دوسری طرف سے اکیسٹو کی آواز سنائی دی۔

”سر — وہ جہیں بروکر مافیا کا مقامی سربراہ ہے۔ اور مزید یہ کہ عمران کو اس نے بے ہوش کر دیا اور پھر اس کا میک اپ اتار کر اسی بیہوشی کے عالم میں اسے وہاں سے نکال کر لے گئے۔ میں نے ان کا تعاقب کیا تو عمران کو رگمیز کا لوٹی کی کوچھی نمبر چالیس میں لے جایا گیا ہے۔ عمران ابھی تک وہیں ہے“ کیپٹن شکیل نے تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”اچھا — یہ بتاؤ کہ جیس کے دروازے کا عقبی دروازہ کہاں سے نکلتا ہے“ کیپٹن شکیل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
”ہوٹل کی عقبی گلی میں سڑک کے قریب دروازہ ہے“ رچرڈ نے

جواب دیا اور پھر وہ تیزی سے چلتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔ رچرڈ کے جانے کے بعد کیپٹن شکیل اٹھا۔ اس نے المادی کھول کر ایک چھوٹا سا ٹرانسمیر نکالا اور جیب میں ڈال لیا۔ اور پھر خود تیزی سے کمرے سے باہر آگیا۔ اس کی اپنی کار پارکنگ میں موجود تھی۔ اسے اندازہ تھا کہ عمران کو وہ اسی عقبی سمت سے ہی نکال کر لے جائیں گے۔ اس لئے اس نے براہ راست مداخلت کرنے کی بجائے نگرانی کرنی ہی مناسب سمجھی۔ وہ تیزی سے لفٹ کے ذریعے مال میں پہنچا اور پھر مین گیٹ سے ہوتا ہوا سیدھا پارکنگ میں پہنچا پارکنگ میں اس کی کار موجود تھی۔

چند لمحوں بعد وہ کار میں بیٹھا کپاؤنڈ گیٹ سے نکلا اور تھوڑی دیر بعد وہ ہوٹل کی عقبی سمت میں آگیا۔ اس نے کار ایک ایسی جگہ روکی جہاں سے وہ عقبی گلی پر نظر رکھ سکتا تھا۔

ابھی اسے وہاں پہنچے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ اس نے ایک سیاہ رنگ کی لیوسین کار عقبی گلی میں داخل ہوتے دیکھی۔ وہ کا ہوٹل کے عقبی دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔

کیپٹن شکیل اندھیرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس لئے اس کے چہک ہونے کا غدار نہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دروازہ کھلتے ہوئے دیکھا اور پھر اس نے دروازے میں سے ایک آدمی کو باہر نکلتے دیکھا اس نے کا ندھے پر ایک بے ہوش آدمی کو اٹھایا ہوا تھا۔ کیپٹن شکیل سمجھ گیا کہ عمران کا ندھے پر لدا ہوا ہے۔ عمران سمیت

”ادہ — اس کا مطلب ہے عمران خطرے میں ہے۔“ — ایک شخص بولتے ہوئے کہا۔

”معلوم تو ایسا ہی ہو رہا ہے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”کیا عمران کو لے جانے والا جیس ہی تھا۔“ — ایکٹو نے پوچھا۔

”نہیں جناب۔“ جیس کو تو میں اچھی طرح پہچانتا ہوں۔“ — یہ کوئی

شخص تھا۔“ — کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

”تم اس وقت کہاں سے فون کر رہے ہو۔“ — ایکٹو نے پوچھا۔

”میں گلبریز کا لوٹی کی مین مارکیٹ میں موجود ہوں۔“ — کیپٹن شکیل نے

جواب دیا۔

”تم وہیں رکو۔“ — میں دوسرے عمران کو بھیج رہا ہوں۔“ — تم میرے

سے ایک کو کٹھنی کے اندر داخل ہو اور جالات کا اندازہ کرے۔ اگر عمران کو فرد

ہو تو پھر کو مٹھی پر ریڈ کر دیا جائے ورنہ نہیں۔“ — ایکٹو نے ہدایت دینے

ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے جناب۔“ — کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

”تمہارے پاس بی فائر فٹرسٹریٹ تو ہے نا۔“ — ایکٹو نے جواب دیا۔

”جی ہاں جناب۔“ — کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

”اور کے۔“ — تم وہیں انتظار رکرو۔“ — باقی لوگ ابھی وہاں پہنچ

جاتے ہیں۔“ — ایکٹو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

کیپٹن شکیل نے ریسپورہک میں لٹکایا اور پھر فون بوتھ سے باہر نکل کر

کار کی طرف بڑھتا چلا گیا

عمران کو جب ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک کمرے میں

وجود پایا۔ اس کا جسم چمڑے کی مضبوط سیٹوں کے ذریعے ایک بڑی سی کرسی

کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ بیٹشیں کچھ اس انداز میں باندھی گئی تھیں کہ عمران کے لئے

حرکت کرنا ہی ممکن نہ تھا۔ صرف وہ اپنے سر کو حرکت دے سکتا تھا۔

کمرہ ہر قسم کے ساز و سامان سے خالی تھا اور اس کی بناوٹ بتا رہی تھی کہ وہ

لوٹی تہہ خانہ ہے۔ اس کا ایک ہی دروازہ تھا اور اوپر چھت کے قریب ایک

دشندان تھا جس پر مضبوط سی جالی لگی ہوئی تھی۔ کمرے کی چھت کے درمیان ایک

لبہ جل رہا تھا ابھی وہ کمرے کا جائزہ لے رہا تھا کہ دروازہ ایک دھماکے سے کھلا

اور اس میں سے مارکس داخل ہوا۔

”تمہیں ہوش آگیا پرسنس۔“ — مارکس نے بڑے طنز یہ انداز میں کہا۔

”کہاں ہوش آیا ہے۔“ — ہوش آجاتا تو اس عالم میں بندھا ہوا نہ ہوتا۔

اور تم سناؤ کیا حال چال میں۔“ — تمہاری مادام دی کا کیا حال ہے۔ سنا ہے

بڑی چمک چھٹو قسم کی عورت ہے۔ یا اسے بلا لو۔ شاید اسے دیکھ کر مجھے

ہوش آجائے۔“ — عمران کی زبان قبضی کی طرح چپنے لگی۔

”ہوں۔“ — اس کا مطلب ہے تم ہمارے متعلق کافی کچھ جان گئے

”یس مادام — اور یہ ہمارے متعلق بہت کچھ جانتا ہے۔“
 رکس نے کہا۔ اس کا لہجہ قدرے موذبانہ تھا۔
 ”کوئی حرج نہیں — اب اس نے قبر میں ہی جانا ہے۔ وہاں
 اگر فرشتوں کو بے شک ہمارے متعلق بتا دے۔“ مادام نے مسکراتے
 دے جواب دیا۔

”اگر تم ساتھ دو مادام وی تو میں قبر میں جانے کے لئے بھی تیار ہوں
 ادا۔ واد۔ وہاں ہم دونوں ہوں گے اور کوئی ڈسٹرب کرنے
 والا نہ ہوگا۔“ عمران نے زبان کھولی۔

”خاصہ جیالے ہو — مارکس مزید وقت ضائع کرنا مناسب نہیں
 ہے۔ بس دو چار سوال پوچھ لو اور پھر اس کی چھٹی کراؤ۔“ مادام
 نے ایک طرف بیٹھتے ہوئے سر دہانچے میں مارکس سے مخاطب ہو کر کہا۔
 ”بہتر مادام۔“ مارکس نے دو قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔
 ”ارے۔“ اس بچو کو سوال پوچھنے کے لئے کیوں کہہ رہی ہو۔ تم
 پوچھو تو میں سب کچھ بتانے کو تیار ہوں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے
 کہا۔

مگر دوسرے لمحے اس کے چہرے پر زوردار تھپڑ پڑا اور کمرہ چٹاخ
 کی آواز سے گونج اٹھا۔ مارکس نے اپنے آپ کو بچو کہتے کا انتقام فوری
 لے لیا تھا۔

”نہو اس کرتے ہو۔“ میں تمہاری بوٹی بوٹی علیحدہ کر دوں گا۔“
 مارکس نے غصے سے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔

”ادہو۔“ میرے خیال میں خاصہ عرصے سے قصائی کا کام کر رہے ہو۔“

”ہو۔“ مارکس نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔
 ”ارے کہاں جان گیا ہوں۔“ یس تم سے تعارف ہوا ہے مگر
 مارکس۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر بڑا
 اطمینان تھا۔

”ٹھیک ہے۔“ تمہاری آخری خواہش ابھی پوری ہو جاتی ہے۔ میں
 مادام کو بھیجتا ہوں۔“ مارکس نے کچھ سچتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے واپس
 مڑ گیا۔ دروازہ اس نے باہر سے بند کر دیا۔

عمران نے اس کے جاتے ہی اپنے ہاتھوں کو حرکت دینی شروع کر دی۔ وہ
 اپنے ناخنوں میں چھپے ہوئے بلیڈ کو استعمال میں لانا چاہتا تھا۔ مگر جلد ہی اس پر
 انکشاف ہوا کہ اس کے ناخنوں کے نیچے چھپے ہوئے بلیڈ غائب ہیں۔ اس کا
 مطلب تھا کہ اس کی بڑی باریک بینی سے تلاشی لی گئی ہے۔ پہلی بار اس کے
 چہرے پر الجھن کے تاثرات پیدا ہوئے۔ کیونکہ اب ان بلیڈوں سے چھٹکارا
 پانا ایک ممکنہ بن گیا تھا۔ وہ ابھی اس بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ دروازہ
 ایک بار پھر کھلا اور ایک نوجوان اور پر شباب دو تیزہ اندر داخل ہوئی۔ اس کے
 جسم پر لباس نہ ہونے کے برابر تھا۔ چہرے سے تو یہی معلوم ہو رہا تھا کہ وہ
 ایک سیدھی سادی سوسائٹی گرل قسم کی عورت ہے مگر اس کی آنکھوں سے
 جھانکتی ہوئی سفاکی اور سرد مہری اس کی اصلیت کا پتہ دے رہی تھی۔ مارکس
 اس کے پیچھے تھا۔ عمران سمجھ گیا کہ یہی مادام دی ہے۔ بین الاقوامی مجرموں
 کی تنظیم دی گینگ کی موجودہ سربراہ۔

”ہوں۔“ تو یہ پرس ہے۔“ مادام نے آگے بڑھتے ہوئے
 ہاٹ لہجے میں کہا۔

”ٹھہرو مارکس — خواہ مخواہ کا وقت ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں
پنپے پتے اُسے دکھا دیتے ہیں — اگر یہ نہیں بتائے گا تو ہمیں کوئی
نہیں پڑے گا“ — مادام نے کہا اور پھر اس نے بلاؤز میں ہاتھ ڈال
ایک لفافہ باہر نکالا اور پھر اس میں سے ایک تصویر نکال کر عمران کی نظر دل
سائے کر دی۔

”اسے غور سے دیکھو — یہ سیکرٹ سروس کا انچارج سر سلطان ہے
ن کے پاس پوری سیکرٹ سروس کی فائل ہے“ — مادام نے بڑے
خانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے باقی تین تصویریں بھی ایک ایک کر کے
ان کو دکھادیں — اس کے بعد اس نے تصویریں لفافے میں ڈالیں
رفافہ دوبارہ بلاؤز میں رکھ لیا۔

”تو یہ تھا تمہارا وہ مخصوص حربہ جس کی بنا پر تم سوٹھے رہی تھیں کہ تم
سر سلطان کو بلیک میل کر لو گی“ — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
”تو کیا ایسا نہیں ہو گا — سر سلطان کے پاس میری بات ماننے
کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں ہے“ — مادام نے جواب دیا۔

”یہ تمہاری بھول ہے — جیسے ہی یہ تصویریں سر سلطان کے پاس
پہنچیں گی وہ خودکشی کر لیں گے — ان کا ٹاپ ہی اس قسم کا ہے — اور
بالا یہ حربہ ناکام ہو جائے گا“ — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
”میں اسے خودکشی کرنے کا موقع ہی نہیں دوں گا اور اگر اس نے ایسا کرنے
کا کوشش کی تو میں اسے اغوا کر لوں گی اور پھر اسے زبان کھولنی پڑے گی۔“
دام نے کہا۔

”میں تو سمجھتا تھا کہ دی لینگ کی سربراہ کوئی سمجھدار عورت ہو گی مگر اب

عمران نے اسی طرح اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا: البتہ
اس کے چہرے پر مارکس کی پانچوں انگلیاں اپنا نشان چھوڑ گئی تھیں۔

”سنو پرنس — میں وقت ضائع کرنے کی عادی نہیں ہوں۔ مجھے
معلوم ہے کہ تمہارا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے — ہماری تنظیم کا یہ
رہبر ہے کہ وہ کسی سے الجھے بغیر اپنا مشن مکمل کرتی ہے — مگر تمہاری
اور سیکرٹ سروس کی بدقسمتی کہ وہ خواہ مخواہ درمیان میں کود پڑی۔ اس لئے
اب تمہارا اور سیکرٹ سروس کا خاتمہ ضروری ہو چکا ہے — اس لئے بہتر
یہی ہے کہ مرنے سے پہلے خواہ مخواہ کا تشدد برداشت نہ کرو اور سیکرٹ سروس
کے متعلق تمام تفصیلات بتا دو“ — مادام نے مارکس کو ہاتھ اٹھا کر روکتے
ہوئے کہا۔

”اگر تم یہ جانتی ہو کہ میرا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے تو پھر مجھ سے
کچھ پوچھنا تمہاری حماقت ہے — ویسے اتنا بتا دوں کہ میرا سیکرٹ سروس
سے کوئی تعلق نہیں ہے“ — عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں جواب
دیتے ہوئے کہا۔

”تمہارے بھڑ بولنے سے ہماری معلومات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔
ہمارے پاس وہ فلم موجود ہے جس میں تم سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر میں
جانتے ہوئے اور انچارج سے باتیں کرتے ہوئے صاف دکھائی دیتے ہو۔
اور یوں تو ہم نے سیکرٹ سروس کے سربراہ اور تمام عمران کو قبا کر لیا تھا۔ مگر
بس اتفاقات تھا کہ وہ نکل گئے“ — مادام نے جواب دیا۔

”مادام — یہ اس طرح نہ ماننے گا — یہ لوگ ڈیویڈن کی اعلیٰ انس
ہوتے ہیں — آپ دیکھیں کہ میں کس طرح اسے بولنے پر مجبور کرتا ہوں۔“

مارکس نے آگے بڑھ کر کرسی کو بیدھا کرنا ہی چاہا تھا کہ عمران کے بندھے
وے ہاتھوں میں مارکس کی ٹانگ آگئی اور پھر عمران نے کرسی سمیت ہی تیزی
سے کروٹ بدلی اور مارکس لڑکھڑا کر فرش پر گر گیا۔ چاقو اس کے ہاتھوں
سے چھوٹ گیا تھا۔ مارکس کے نیچے گرتے ہی عمران نے ایک بار اپنے جسم
کو جھٹکا دیا اور وہ کرسی سمیت مارکس کے اوپر تھا۔ دوسرے لمحے عمران نے سر
کی جھبہ پور ٹنگر مارکس کے سر پر رسید کر دی۔ ٹنگر اتنی شدید تھی کہ مارکس
کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

مادام تیزی سے آگے بڑھی اور اس نے ایک بیڈ کو پکڑ کر زور سے
جھٹکا دیا۔ اور عمران کرسی سمیت ایک طرف لٹھک گیا۔
مارکس بوجھ بیٹھے ہی اٹھ بیٹھا مگر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے
سر کو پکڑ رکھا تھا۔ ادھر بیڈ کو پکڑ کر کھینچنے سے بیڈ ڈھیلی پڑ گئی۔ اور
عمران نے اس سے پورا فائدہ اٹھایا۔

اس نے ڈھیلی بیڈ سے اپنے دونوں ہاتھ باہر نکال لئے اور پھر اس
سے پہلے کہ وہ عمران کی طرف متوجہ ہوتے عمران نے پھرتی سے دوسری بیڈ
کو کھولنا شروع کر دیا۔
"مادام — مادام — وہ بیڈ کھول رہا ہے" — مارکس کی نظر

پڑ گئی تو وہ چیخ پڑا۔

مادام سانپ کی سی تیزی سے بیڈ اور پھر اس نے لپک کر فرش پر
پڑا سوا چاقو اٹھایا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے سے نکل رہے تھے۔ دوسرے
لمحے اس کا ہاتھ فضا میں لہرایا۔ وہ شاید دور سے ہی عمران کے دل میں
چاقو مارنا چاہتی تھی مگر اس سے پہلے کہ چاقو اس کے ہاتھ سے نکلا۔ کمرہ

معلوم ہو رہا ہے کہ تم اس معاملے میں بالکل اناڑی ہو — مجھے افسوس ہے
کہ تم بچوں جیسی باتیں کر رہی ہو — بچکانہ خوش فہمی میں مبتلا ہو — عمران
نے کہا۔ اس کے لہجے میں پھر بلا پن نایاں تھیں۔

"ہوں — تم واقعی ڈھیلوں کی اعلیٰ نسل سے ہو — اچھا مارکس
تم اپنا کام شروع کر دو — میں نے سوچا تھا کہ اتنا خوبصورت جسم مرنے
سے پہلے داغدار نہ ہو — مگر یہ تو پٹھے پر ہاتھ ہی نہیں رکھنے دیتا —
مادام نے اس بار قدر سے غصیلے لہجے میں کہا۔

"پٹھے پر ہاتھ بیٹک رکھ لو۔ میں نے نہیں منہ تو نہیں کیا — مگر یہ
بتا دوں کہ تمہارا انجام قریب آ گیا ہے" — عمران نے اسی طرح ٹھوس
لہجے میں کہا۔

"ابھی پتہ چل جاتا ہے کہ کس کا انجام قریب ہے" — مارکس نے
جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور پھر اس نے جیب سے ایک بڑا سا پاتو
نکالا اور اسے ایک جھٹکے سے کھول لیا۔ اب وہ چاقو ہاتھ میں لئے قدم بہ قدم
عمران کی طرف بڑھ رہا تھا۔

عمران کے چہرے پر وہی اطمینان تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی نغمہ
دیکھ رہا ہو

اور جیسے ہی مارکس عمران کے قریب پہنچا۔ اس کا چاقو والا ہاتھ فضا میں
بلند ہوا۔ اسی لمحے عمران نے دونوں پاؤں پر زور دیا اور ایک جھٹکے سے
کرسی سمیت نیچے فرش پر جا گرا اور مارکس کا ہاتھ ہوا میں ہی لہرا کر دیا۔ نیچے گرتے
ہی عمران نے تیزی سے کروٹ بدلی۔ اور اب اس کا جسم زمین پر تھا اور اس
کے پورے جسم کو کرسی نے ڈھانپ لیا تھا۔

بیشن تشکیل کا ریلو اور موجود تھا۔ مگر اتنی دیر میں عمران اپنے آپ کو آزاد کر لیا تھا۔ چنانچہ جیسے ہی مادام ریلو اور اٹھا کر مری۔ عمران نے اس پر چھلانگ ماری۔ اور وہ اسے رگیدتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا۔

دام نے انتہائی بھرتی سے ریلو اور کی نال علان کی سیٹ میں گھسیٹ دی۔ مگر عمران کا جسم کسی بائیک کی طرح مڑا اور مادام کسی گیند کی طرح اچھلتی ہوئی مارکس کے ریب فرش پر جا گری۔ ریلو اور اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ مگر مادام خاصی بڑبڑاتی نیچے گرتے ہی وہ اس طرح اچھل کر دوبارہ عمران سے آٹھکائی جیسے کسی گیند کو دیوار پر مارو تو وہ تیزی سے واپس آجاتی ہے۔ اور عمران جو ریلو اور اٹھانے کے لئے جھک رہا تھا۔ ایک جھٹکے سے فرش پر جا گرا۔

مادام نے بڑی بھرتی سے اپنی لات اس کے چہرے پر مارنی چاہی مگر لان نے اپنی پتیلی پوری قوت سے اس کے پیٹ میں مار دی اور مادام کے ملتے سے ایک چیخ نکل گئی۔ وہ جیسے ہی تکلیف کی شدت سے دوہری ہو کر نیچے بیٹھی۔ عمران کی بھرپور لات اس کی پسلیوں پر پڑی اور وہ الٹ کر نیچے فرش پر جا گری۔ چند لمحوں تک ہاتھ پیر مارنے کے بعد وہ ساکت ہو گئی۔

کیپٹن تشکیل شانہ دبائے خاموش کھڑا تھا۔ مارکس مرچکا تھا۔ خنجر ٹھیک اس کے دل میں نگا تھا۔

”میں بروقت پہنچ گیا عمران صاحب“ — کیپٹن تشکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں دوست — تم وقت پر نہیں پہنچے بلکہ بے وقت پہنچے ہو۔ بڑی مشکل سے تو میں نے راضی کیا تھا اسے شادی کے لئے کہ تم رقیب رو سیاہ کی طرح ٹپک پڑے“ — عمران نے مادام کی طرف بڑھتے ہوئے

ایک فائر کی آواز سے گونج اٹھا۔ اور چاقو مادام کے ہاتھ سے نکلتا چلا گیا اور مادام پہنچ کر نیچے بیٹھ گئی۔ اس کے ہاتھ سے خون فوارے کی طرح نکل رہا تھا۔ ”خبردار — اگر کسی نے حرکت کی تو دوسری گولی دل میں ترازو ہو جائے گی“ — کیپٹن تشکیل کی آواز سنائی دی۔ وہ دروازے میں ریلو اور لئے کھڑا تھا۔

مارکس ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا اور مادام بھی۔ اور دوسرا لمحہ کیپٹن تشکیل پر بھی بھاری پڑا — کیونکہ مارکس کے ہاتھ سے ایک جھپٹاسا خنجر گولی کی طرح نکلا اور سیدھا کیپٹن تشکیل کی طرف بڑھا۔

کیپٹن تشکیل ایک جھٹکے سے نیچے ہوا۔ مگر خنجر اس کے شانے میں جا لگا اور ریلو اور اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اسی لمحے مارکس نے اس پر چھلانگ لگا دیا اور وہ کیپٹن تشکیل کو لیتا ہوا دروازے سے باہر جا گرا۔ مگر دوسرے لمحے وہ ہوا میں اڑتا ہوا واپس کمرے میں آیا اور اتفاق سے دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی مادام سے جا ٹکرایا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر فرش پر ڈھیر ہو گئے۔

کیپٹن تشکیل نے نیچے گرتے ہی مارکس کو اپنے دونوں پیروں کی مدد سے واپس اچھال دیا۔ دوسرے لمحے کیپٹن تشکیل تیزی سے اندر آیا۔

اس کے شانے سے خون بہہ رہا تھا۔ مگر اس کے ہاتھ میں وہی خنجر تھا اس نے شاید اسے اپنے شانے سے کھینچ لیا تھا۔ مارکس نیچے گرتے ہی اچھل کر اٹھا۔ مگر دوسرے ہی لمحے اس کے ملتے سے ایک تیز چیخ نکل گئی۔ خنجر ٹھیک اس کے دل پر پڑا تھا۔

اسی لمحے مادام اپنی بلکہ سے اچھلی اور چھلانگ لگا کر اس طرف بڑھی جہاں

کہا۔

دوسرے لمحے کیپٹن تشکیل کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے کے قریب ہو گئیں جب اس نے عمران کا ہاتھ مادام کے بلاؤز کے اندر رینگتے ہوئے دیکھا۔ دوسرے لمحے عمران نے اپنا ہاتھ یوں کھینچ لیا جیسے اسے بجلی کا کرنٹ لگ گیا ہو۔ مگر اب اس کے ہاتھ میں وہ لفافہ تھا جس میں سر سلطان کی تصویریں تھیں۔

”ارے — تم دیکھ رہے تھے — بے شرم کہیں کے، منہ دہری طرف کر لینا تھا“ — عمران نے پھرتی سے لفافہ جیب میں ڈالتے ہوئے کہا دلیے اس کے چہرے پر شرماسٹ کے آثار ایسے آ رہے تھے جیسے کیپٹن تشکیل اچانک عمران کی جگہ عروسی میں گھس آیا ہو۔

”مجھے کہنا تھا جناب — میں لفافہ نکال دیتا — آپ نے خواہ مخواہ تکلیف کی“ — کیپٹن تشکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے — تم تو بالکل ہی ڈھیٹ ہو گئے ہو — بلکہ بقول مارکس ڈھیٹوں کی اعلیٰ نسل سے تعلق رکھتے ہو“ — عمران نے کہا۔

”میرا خیال ہے — اب میں کوٹھی سے باہر موجود ساتھیوں کو اطلاع دے دوں کہ اب مزید مداخلت کی ضرورت نہیں“ — کیپٹن تشکیل نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ٹرانسمیٹر نکالتے ہوئے کہا۔

”اچھا — تو پورا گینگ موجود ہے — مگر تم یہاں پہنچے کیسے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”ایکسٹو نے بھیجا تھا — یہاں کوٹھی میں چار افراد موجود تھے۔ اتفاق سے میرا داد چل گیا اور میں نے چاروں کو لبا کر دیا“ — کیپٹن

تشکیل نے کہا۔

”تمہارے اس ایکسٹو کا بھی پتہ نہیں چلتا کہ اسے ہر بات کا بیٹھ بٹھائے کیسے علم ہو جاتا ہے — اب دیکھو نا میں نے سوچا تھا کہ اس سے بالا ہی بالا کیسے حل کر ڈالوں مگر وہ عین موقع پر ٹپک پڑا“ — عمران نے برا سامنے بولتے ہوئے کہا۔



دانشتہ منزل کے میٹنگ ہال میں عمران سمیت سبھی ممبران موجود تھے۔ ایک دوسرے سے چھیڑ چھاڑ جاری تھی کہ دیوار کے ساتھ لگا ہوا مائیک آن ہو گیا اور سب خاموش ہو گئے۔

”سب ممبران موجود ہیں“ — ایکسٹو کی مخصوص آواز اُبھری۔

”یس ہاس“ — جو لیانے جواب دیا۔

”اور کے — میں نے تم لوگوں کو یہاں اس لئے اکٹھا کیا ہے۔ تاکہ اس کیس کے متعلق بتا سکوں — بین الاقوامی مجرموں کی ایک تنظیم دی گینگ ہے جس کا ہمیشہ مشن ملکوں کا تختہ الٹنا ہے — اس گینگ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ بڑی خاموشی سے کام کرتی ہے اور صرف مخصوص سکیموں پر ہی عمل کر کے اپنا مشن کامیاب کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک

یہ گینگ کبھی پکڑا ہی نہ جاسکا اور پکڑا جائے بھی کیسے۔ اس کا پتہ ہی اس وقت چلتا ہے جب یہ اپنا کام مکمل کر کے جا چکے ہوتے ہیں۔ بہر حال یہ گینگ ہمارے ملک میں آیا۔ اس کا مشن یہاں بھی موجودہ حکومت کا تختہ الٹنا تھا ہمارے ملک میں انہوں نے طلباء کو آلہ کار بنانے کا پروگرام بنایا اور خاموشی سے کام شروع کر دیا۔ ان کا مشن تھا کہ چوٹی کے طالب علم لیڈروں کو آلہ کار بنا کر ملک میں حکومت کے غلام طلباء تحریک شروع کی جائے اور پھر پولیس کی وردیوں میں اس کے آدمی طلباء کو ہلاک کر دیتے۔ اس طرح یہ تحریک جذباتی رنگ اختیار کر جاتی اور آخری موقع پر یہ گینگ مافلت کر کے حکومت پر اپنے حامیوں کا قبضہ کرالیتی۔

اتفاق سے عمران نقشہ ریح کی تلاش میں یونیورسٹی جا بھلا اور وہاں اس نے داخلہ لے لیا۔ وہاں ان کی ایک ایجنٹ مس شوگی کام کر رہی تھی۔ مس شوگی کا پتہ چلا تو ایک طالب علم لیڈر راضی سامنے آگیا۔ اس گینگ کو عمران کی اصلیت کا علم ہو گیا تو انہوں نے شمشیر زنی کے مقابلہ میں ایک خوفناک زہر عمران کے جسم میں داخل کر دیا۔

بس یہ عمران کی خوش قسمتی تھی کہ وہ بچ گیا۔ اتنے میں اس گینگ نے بھلی نام استعمال کر کے سیکرٹ سروس کے تمام ممبروں کو ایک کوٹھی میں جمع کر کے بے ہوش کر دیا۔ میں چونکہ تم سب کا خیال رکھتا ہوں۔ اس لئے مجھے علم ہو گیا اور میں وہاں پہنچ گیا۔ تم سب لوگ تونچ گئے البتہ مجسرم ہاتھ سے نکل گئے۔ اتنے میں عمران نے ٹھیک ہو کر کام شروع کر دیا۔ اور ایک شخص بارٹل سامنے آیا۔ وہیں مس شوگی بھی نظروں میں آگئی اور مس شوگی کی وجہ سے تنظیم کا نمبر نو مارکس سامنے آگیا۔

عمران مارکس کے پیچھے لگ گیا اور مارکس اسے بے ہوش کر کے ہیڈ کوارٹر لے گیا۔ کیپٹن شکیں کے ذریعے مجھے اس کا علم ہوا تو میں نے تم لوگوں کو کہاں بھیج دیا۔

مارکس تو وہاں مارا گیا البتہ گروہ کی سربراہ مادام دی بٹھ چڑھ گئی اور اس طرح پوری تنظیم سامنے آگئی اور اس طرح اس بین الاقوامی تنظیم کا خاتمہ کر دیا گیا۔ بلکہ ہمارا ملک بھی اپنی تاریخ کے ایک خوفناک اور بدترین بحران میں پھنسنے سے بچ گیا۔

یہ تھیں اس کیس کے بارے میں موٹی موٹی باتیں۔ اب کوئی سوال ایکٹو نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

”جناب۔۔۔ اس لفافے میں کیا تھا جو عمران صاحب نے مادام دی کے بلاؤز سے نکالا تھا“ کیپٹن شکیں نے اچانک پوچھا۔

”لفافہ۔۔۔ کیسا لفافہ“ ایکٹو کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

”وہ۔۔۔۔۔ جناب۔۔۔ کوئی خاص بات نہ تھی۔ میں نے مادام دی کو اپنی تصویر تحفے کے طور پر دی تھی جسے وہ سینے سے لگا لے پھرتی تھی۔ میں نے سوچا ایسا نہ ہو کہ آپ کے ہاتھ میری تصویر آجائے اور آپ اس کا کہیں غلط استعمال نہ کریں۔ اس لئے میں نے اسے نکال لیا۔“ عمران نے سہمے سہمے لہجے میں کہا۔

”ہوں۔۔۔ اس کا مطلب ہے۔۔۔ تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو۔ فوراً وہ لفافہ میرے حوالے کر دو“ ایکٹو کے لہجے میں کڑی آگئی۔

”وہ۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔ جناب۔۔۔ میرے فلیٹ میں موجود ہے۔“ عمران کا لہجہ اور زیادہ سہما ہوا تھا۔ جبکہ باقی

عمران کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

”وہ لظافہ پہنچا دو۔۔۔ اور سنو۔۔۔ اُسندہ اگر مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کی تو ایسی سزا دوں گا کہ کچرے کے ڈھیر پر پڑے ساری عمر بھیک مانگتے رہو گے۔۔۔ اور اینڈ آل۔۔۔ ایکسٹو کے بجے میں غراہٹ تھی اور عمران کے چہرے سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ابھی ابھی یتیم ہو گیا ہو۔“

”اچھا۔۔۔ اب تم عورتوں کے بلاؤز میں بھی ہاتھ ڈالنے لگے ہو۔“

مائیک آف ہوتے ہی جویا نے غراتے ہوئے کہا۔

”ارے کہاں۔۔۔ یہ اس کیسٹن کے بچے نے خواہ مخواہ جھوٹ بول دیا ہے۔۔۔ بھلا تم ہی بتا دو میں نے کبھی تمہارے۔۔۔۔۔“ عمران نے فقرہ مکمل کرنا چاہا۔

”تمہاری یہ جرات۔۔۔ جویا نے کہا اور دوسرے لمحے اس کی چیل ہوا میں اڑتی ہوئی عمران کی طرف بڑھی۔

”ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ میں تو کہہ رہا تھا کہ میں نے کبھی تمہیں ہاتھ لگایا ہے۔۔۔ منہ کی بات دوسری ہے۔“ عمران نے کہا اور پھر اتنی تیزی سے اٹھ کر بھاگتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا جیسے اس کے پیچھے بھوت لگ گئے ہوں۔ اور پورا کمرہ قہقہوں سے گونج اٹھا۔

ختم شد